وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا
(الحدیث)

مجموعہ
رسائلِ قاسمی

مولّف
حضرت مولانا مُحمّد ضِیاء القاسمیؒ

ناشر، ترتیب و پیشکش: شبیر احمد عثمانی

مَکتَبَہ قَاسِمیَّہ
اے بلاک ٥ غلام محمد آباد ٥ فیصل آباد

نام کتاب.......................... مجموعہ رسائل

مؤلّف .... مولانا محمد ضیاء القاسمی

ناشر.............................. شبیر احمد عثمانی، فیصل آباد

تاریخ اشاعت..................... نومبر ۱۹۹۵

مطبع........................... المطبعة العربية

تعداد........................... گیارہ سو

کتابت .... محمد یوسف اعجاز

قیمت............................ روپے

ملنے کا پتہ

ناظم مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد، فیصل آباد

لاہور میں ملنے کا پتہ

۱۷۔اردو بازار، لاہور

۷۲۳۲۵۳۶

فہرست

سَیُھزم الجمع و یولون الدبر (القرآن)

سرزمینِ برطانیہ (شیفلیڈ)

میں

بریلویوں کی شکست کا عبرتناک منظر

مناظرہ شیفلیڈ

مناظرِ اہلسنّت مولانا علامہ خالد محمود صاحب

خطیبِ اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب

مابین

مولوی عنایت اللہ سانگلوی ☆ مولوی عبدالقادر گیلانی

شائع کردہ

ناشر: مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد

پیش لفظ

قارئین کرام!

بلاشبہ اس دنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب وغریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سر مارے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز ہی رہتی ہے۔

حضرات علماء دیوبند اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ بریلوی جماعت نے عام طور سے جو سلوک روا رکھا ہے وہ بھی دنیا کے ایسے ہی عجیب وغریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ایک ہے۔

بہرحال اسی ظلم اور زیادتی کی ایک بازگشت صدایہ مناظرہ برطانیہ (شیفلیڈ) ہے۔

اس میں حق کی جو شاندار فتح اور باطل کی جو شرمناک شکست ہوتی ہے اس کا کچھ اندازہ آپ اس روئیداد سے بھی لگا سکیں گے۔

مگر ہم کسی تفصیل میں جائے بغیر دو تین باتیں پیش لفظ کے طور پر عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں، دوران مطالعہ ان کو ضرور ملحوظ رکھیں۔

۱۔ زیرنظر مناظرہ (مناظرہ شیفلیڈ) ہم نے ٹیپ ریکارڈ سامنے رکھ کر لفظ بلفظ نقل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مناظرہ کی زبان تمام تر تقریری ہے تحریری نہیں۔

۲۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب ایم۔اے کے علمی دلائل اور براہین سے قطع نظر خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب صدر مناظرہ کی موقعہ بموقعہ سخت گرفت اور انکے اکابر و اصاغر کی کڑی نگرانی ایسی چیز تھی کہ ع جو اتر سکتی نہیں آئینہ تحریر میں

اس سے تو فقط وہی لوگ محظوظ ہوئے جو بنفس نفیس میدان مناظرہ میں موجود تھے، بلاشبہ وَقَذف فِی قُلُوْبِهِمُ الرُّعْب. کا سماں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ بریلوی جماعت کی شکست کے اسباب میں جہاں ان کی علمی بے بضاعتی کو دخل تھا، اس سے کئی گنا زیادہ دخل خطیب اسلام مولانا القاسمی صاحب کی بنفس نفیس موجودگی کو تھا جنکی ذاتی ہیبت اور رعب کے سامنے مولوی عنایت اللہ صاحب کا بار بار وضو ٹوٹ رہا تھا اور اوسان خطا

ہو رہے تھے۔

بہرحال وہ منظر دیدنی تھا جب بریلوی جماعت اور ان کے مولوی بیک زبان یہ کہتے آ رہے تھے کہ

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

مرتب

سرزمین برطانیہ میں بسنے والے مسلمان مختلف ممالک کے سفر کر کے یہاں آباد ہوئے ہیں۔ اپنی محنت مزدوری کرنے کے بعد جو وقت ملتا ہے وہ اسلام اور دینی تعلیمات کے حصول پر صرف کرتے ہیں۔علمائے دیوبند جو مختلف مقامات سے یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ان کی رات دن کی محنت اور تبلیغی جماعت کی جد وجہد سے برطانیہ میں اسلام کی روشنی اور نور پھیل رہا ہے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مسجدیں آباد ہو رہی ہیں۔بچوں اور بڑوں میں دینی شعور بڑھ رہا ہے لیکن کچھ عرصہ سے یہاں پر پاکستان سے بریلوی علماء کی کھیپ شاہ احمد نورانی، اور مسٹر عبدلستار خاں نیازی کی قیادت میں آوارد ہوئی ہے۔جس نے گھر گھر قریہ قریہ فرقہ پرستی اور کافر سازی کی تشویشناک اور افسوسناک مہم چلا کر مسلمانان برطانیہ کو ایک دوسرے سے لڑا کر گھر گھر فساد پھیلا دیا ہے۔کوئی مسلمان انہیں اچھا نہیں لگتا۔ بلکہ ہر ایک کو تکفیر کا نشانہ بنا کر دائرہ اسلام سے خارج کرنا ان کی تحریکوں کو جس طرح سبوتاژ کرتے رہتے ہیں یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے مگر برطانیہ میں تو انھوں نے شرافت کی تمام حدود کو پھاند کر شرافت و اخلاق سے عاری ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے۔ان کی مشق ستم علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کے وہ کارکن ہیں جو شبانہ روز کی محنت سے عوام وخواص میں دینی شعور بیدار کر رہے ہیں۔اس جہاد کو تیز کرنے کے لئے نورانی صاحب پاکستان سے چند بدزبان۔کافر ساز مولوی بھی لاتے رہتے ہیں۔ جو پورا سال علمائے دیوبند اور تبلیغی جماعت کو کافر بنانے میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ان مولویوں میں مولوی عبدالقادر آف راولپنڈی اور مولوی عنائت اللہ سانگلہ ہل اور مولوی عبدالوہاب اچھروی سرفہرست ہیں۔ یہ مولوی صاحبان میلاد کے نام پر مجالس

برپا کر کے تکفیر اور سب وشتم کا وہ بازار گرم کرتے ہیں کہ شرافت اپنا منہ پیٹ کر رہ جاتی ہے!

گذشتہ دو برسوں سے نورانی میاں اور عبدالستار نیازی کی قیادت میں عنایت اللہ سانگلہ ہل کے علامے نے علمائے دیوبند کو مناظرہ کی چیلنج بازی شروع کر رکھی تھی جس کا جب سنجیدگی سے نوٹس لیا جاتا تو آئیں بائیں شائیں کر جاتے مگر پھر جہاں اپنی اکثریت اور حواریوں کا ہجوم دیکھتے تو پھر گیدڑ بھبکی لگا دیتے۔ چنانچہ اس مرتبہ انھوں نے رادھرم میں ایک عرس میں تقریر کرتے ہوئے پھر علمائے دیوبند کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ جسے انجمن اشاعت توحید وسنت شیفیلڈ نے فوراً منظور کر لیا اور بریلوی جماعت کو باقاعدہ اطلاع کر دی کہ ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ مناظرہ کی شرائط اور مقام مناظرہ اور وقت مناظرہ طے کر لیا جائے! چنانچہ فریقین نے مندرجہ ذیل امور طے کیئے!

مناظرہ شیفیلڈ میں ہوگا۔

موضوع مناظرہ: ۔علم غیب۔حاضر ناظر۔نور بشر اور مسئلہ مختار کُل ہوگا۔

اور یہ بھی طے پایا کہ ۲۰ جولائی ۱۹۸۰ء (اتوار) ۲ بجے شام تک جو مقام مناظر پر نہ پہنچا۔اس کی شکست کا اعلان کر دیا جائے گا۔

انجمن اشاعت توحید وسنت کے ارکان نے شرائط مناظرہ اور مقام مناظرہ طے کرنے کے بعد حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب سے رابطہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ انجمن کے اراکین نے جو تاریخ اور موضوع مناظرہ متعین کر لیا ہے اس کے مطابق آپ ہماری درخواست کو قبول فرما کر ہماری سرپرستی فرمائیں اور بریلوی جماعت کو سرزمین برطانیہ میں وہ عبرتناک سزا دی جائے جو ان کی تاریخ کا عبرتناک المیہ بن جائے۔ چنانچہ حضرت علامہ صاحب مدظلہ' نے انجمن توحید و سنت کی درخواست کو قبول فرمالیا اور انہیں مناظرے کی تیاری کی ہدایات فرمادی۔خوش قسمتی سے انہی دنوں پاکستان سے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب بھی برطانیہ تشریف لائے تھے۔جن کی ناقابل تردید تقریروں سے شرک و بدعت کے ایوان لرز اٹھے تھے۔ اور بریلوی جماعت پر خوف وہراس طاری تھا۔نورانی' نیازی ان کی آمد کے ایک ہفتہ بعد ہی دم دبا کر بھاگ گئے۔اور

ان کی بقایا ذیلی کھیپ میں ہلچل مچ گئی تھی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی سے انجمن اشاعت توحید وسنت کے اراکین نے درخواست پیش کی تو انھوں نے بھی خندہ پیشانی سے انجمن کے اراکین کی درخواست قبول فرما کرانہیں خصوصی ہدایات دیں۔اور کچھ اس انداز سے اہل حق کی حوصلہ افزائی فرمائی کہ پورے علاقے کے دوستوں کے حوصلے بڑھ گئے اور دن رات اس مناظرہ کی تاریخ کے دن گنے جانے لگے۔! جوں جوں مناظرہ کی تاریخ کا وقت قریب ہوتا گیا۔ بریلویوں کے حوصلے پست ہونے لگے۔اور کوششیں شروع ہوگئیں کہ کسی طرح حیل وحجت کر کے اس مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر لی جائے۔ بریلوی حضرات کی کمیٹی کے ذمہ دار افراد نے بتایا کہ ہم نے اپنے علمائے کرام سے رابطہ قائم کیا ہے مگر وہ ان شرائط اور عنوانات پر مناظرہ کرنے سے گھبرا رہے ہیں۔اور وہ اس بات پر ہمیں سخت لعن طعن کر رہے ہیں کہ آپ نے ہمارے مشورے کے بغیر ان موضوعات پر مناظرہ کرنا کیوں منظور کیا ہے۔اس سے بریلوی حضرات کی کمیٹی کے اراکین بہت گھبرا گئے کہ اب اگر ہمارے علمائے کرام مناظرہ کے لئے وقت مقررہ پر نہ پہنچے۔تو پورے برطانیہ میں رضا خانیت بریلویت کی جڑیں اکھڑ جائیں گی۔ اور ہماری ذلت ورسوائی کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج جائیں گے چنانچہ بریلوی حضرات کی منتظمہ کمیٹی کا اجلاس زیر صدارت مولوی منیر الزماں صاحب منعقد ہوا۔جس میں مندرجہ ذیل رضا خانی حضرات نے شرکت کی۔

۱۔ چوہدری محمد سردار صاحب شیفلیڈ۔

۲۔ ماسٹر نذیر احمد صاحب شیفلیڈ۔

۳۔ راجہ شبیر حسین صاحب شیفلیڈ۔

۴۔ راجہ سجاول خاں صاحب شیفلیڈ۔

ان حضرات نے اپنی ذلت اور رسوائی کو مقدر کا ستارہ سمجھتے ہوئے پھر مولوی عبد القادر اور مولوی عنایت اللہ سے رابطہ قائم کیا کہ ہمارا شیفلیڈ میں دیوبندیوں سے مناظرہ کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اب اگر آپ حضرات نہ آئے تو ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا عالمگیر منظر پوری

دنیا دیکھے گی۔اور ہم نہ گھر کے رہیں گے اور نہ گھاٹ کے۔اس لئے پیر عبدالقادر جیلانی والی بغداد کا واسطہ ہے اور حضرت اجمیری کا واسطہ ہے کہ کسی طرح ہمیں اس رسوائی کے دلدل سے نجات دلائی جائے۔ چنانچہ ان شرک آلود مولویوں نے مولوی منیرالزماں صاحب کو سخت ڈانٹ پلانے کے بعد یہ تجویز دی کہ آپ حضرات اسی دن اسی تاریخ پر طے شدہ ہال کے مقابلہ میں دوسرا ہال بک کرالو۔ اور وہاں پر عرس پاک کا اعلان کر کے خفت مٹانے کے لئے پورے برطانیہ کے رضاخانیوں کو جمع کرو۔جس میں یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہم دیوبندی حضرات سے نئے سرے سے مناظرہ کی شرائط طے کریں گے اس طرح شوروغوغا کر کے شام کو واپس فیسیں لے کر اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔ بھرم بھی رہ جائے گا اور مناظرہ سے جان بھی چھوٹ جائے گی۔ چنانچہ مولوی منیرالزماں اور ان ساتھیوں نے اہل حق اہل سنت والجماعت شیفیلڈ کی منتظمہ کمیٹی سے رابطہ قائم کر کے اپنے پہلے معاہدہ سے انحراف اور مناظرہ سے صاف انکار کر کے اپنی شکست اور ذلت و رسوائی کا نہ مٹنے والا داغ ہمیشہ سے اپنی شرک زدہ جبینوں پر لگالیا۔اس نئی صورت حال سے نبٹنے کے لئے اہل توحید وسنت شیفیلڈ کی منتظمہ کمیٹی کا اجلاس حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔جس میں کمیٹی کے مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔

۱۔ حاجی بوستان خاں صاحب شیفیلڈ۔امیر تبلیغی جماعت۔

۲۔ سید حسن شاہ صاحب شیفیلڈ۔

۳۔ حاجی محمد صدیق خان صاحب۔

۴۔ حاجی محبت خاں صاحب چوہدری۔

۵۔ محمد یوسف صاحب۔

ان حضرات نے پورے غور وخوض کے بعد طے پایا کہ بریلوی حضرات کو ہر ممکن طریقہ سے مناظرہ پر آمادہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ابلیسانہ چال میں پھنسنے والے عوام کو ان کے مکروفریب سے بچایا جاسکے چنانچہ چند ممبروں پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا گیا جنہوں نے بریلوی

جماعت کے سربراہ مولوی منیر الزماں صاحب سے رابطہ کر کے انہیں مناظرہ پر آمادہ کرنے کی کوشش تیز کر دیں چنانچہ مولوی منیر الزماں کو جب راہ فرار کا کوئی جواز نظر نہ آیا تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم بے بس ہیں۔ ہمارے مولوی حضرات العلامہ خالد محمود صاحب اور مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کے نام سے گھبراتے ہیں۔اور وہ کسی قیمت پر مناظرہ کے لئے تیار نہیں ہوتے حالانکہ ہم نے انہیں منہ مانگے دام بھی ادا کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔اب اگر دیوبندی حضرات نے مناظرہ کرنا ہی ہے تو ان سے بات چیت کی جائے۔ ہماری پوزیشن تو بالکل ہی زیر ہو کر رہ گئی ہے۔ اور مولوی منیر الزماں نے آبدیدہ ہو کر کہا ہمارے مولویوں نے تو ہماری ساکھ ہی ختم کر دی ہے۔ یہ صرف اسٹیج پر ہی بڑھکیں مارتے ہیں۔ پرلے درجے کے دنیا پرست' دین فروش اور بے حیا ثابت ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر مولوی منیر الزماں صاحب پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگے۔اہل حق نے انہیں دلاسہ دلاتے ہوئے کہا کہ مولوی صاحب روئیے نہیں صبر کریں۔آپ ان بزدلوں سے اپنا دامن چھڑا کر نجات حاصل کر لیں اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔ مولوی منیر الزماں نے کہا۔

میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔میرا ان رسموں' ریتوں کی کمائی کے بغیر گذارہ نہیں ہوگا۔ مولوی عنایت اللہ سانگلوی اور مولوی عبد القادر چند ماہ ہوئے یہاں آئے ہیں انہوں نے ہماری چمڑیاں ادھیڑ کر لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔ ہم کیوں دیوبندیوں کی وجہ سے بنی بنائی کھیل بگاڑیں۔ چنانچہ وہ منہ بسورتے ہوئے سرد آہیں بھرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ان سابقہ شرائط پر مناظرہ کرانے سے ہم لاچار ہیں اور اگر کسی نے مناظرہ ضرور کرنا ہی ہے تو وہ ان مولوی صاحبان سے براہ راست رابطہ پیدا کریں۔

اشاعت التوحید وسنت کے اراکین مولوی منیر الزمان کی اس بے بسی اور راہ فرار سے بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس نئی صورت حال سے حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب اور حضرت خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی کو باخبر کیا جائے اور آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر کے نئی صورت حال کا مقابلہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت مولانا عبیدالرحمان صاحب کی قیادت میں اراکین کمیٹی کا ایک وفد مانچسٹر روانہ ہوا۔ جس نے حضرت علامہ صاحب اور قاسمی صاحب سے ملاقات کی۔ اور اپنے اکابر کو نئی صورت حال سے آگاہ کیا۔

دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ بریلوی حضرات زہر کا گھونٹ تو پی سکتے ہیں مگر علمائے دیوبند کا سامنا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مولوی احمد رضا خاں اور مولوی حشمت علی سے لے کر مولوی سردار احمد تک ان کا ہمیشہ یہ وطیرہ رہا کہ یہ علم غیب، حاظر و ناظر، مختار کل اور نور بشر کے مسائل پر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ ان کو صرف اپنی جہالت اور رٹی رٹائی باتوں پر ہی شور و غوغا آرائی آتی ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے دلائل براہین کے سامنے ان تہی دستوں کی کوئی بات نہیں بنتی۔ اس لئے انہوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق یہ تدابیر اختیار کی ہے لیکن اب انہیں بھاگنے نہ دیا جائے۔ اور ان کو ہر صورت میں مجبور کر کے میدان میں لایا جائے تا کہ اہل برطانیہ کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکھر کر آجائے۔ ہماری طرف سے کوئی شرائط نہیں ہیں۔ اگر وہ کسی صورت بھی نہ مانیں تو پھر بلا شرائط ہی مناظرہ منظور کر لیا جائے۔ مگر لات و منات اور غیر اللہ کے پجاریوں کو مناظرہ سے فرار کا موقعہ نہ دیا جائے۔

اب ان قبر پرستوں کو بتا دیا جائے کہ نور توحید و سنت کے سامنے تمہارے شرک و بدعت کے اندھیرے کافور ہو کر رہیں گے۔ اور انشاءاللہ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عاجز و بے بس کر دیا جائے گا۔ دین خداوندی غالب ہو کر رہے گا۔ سنت رسول اللہ ﷺ کا آفتاب چمکتا رہے گا اور کوئی بدعت پرست دم نہیں مار سکے گا۔ انجمن اشاعت توحید و سنت شیفیلڈ کے اراکین نے پھر مولوی منیر الزماں اور بریلوی منتظمہ کمیٹی سے رابطہ پیدا کر کے انہیں اس بات کی اطلاع کر دی کہ مناظرہ کرانے کا معاہدہ فریقین نے کیا تھا اس کو منسوخ کرنے کا کسی ایک فریق کو حق نہیں ہے۔ اس لئے ہم تمہیں اطلاع دیتے ہیں کہ

سٹی ہال میں

مناظرہ ہوگا۔ اگر بریلوی فریق کے علماء مناظرہ اور منتظمہ کمیٹی کے ممبران مقررہ وقت پر ہال

میں شیفیلڈ نہ پہنچے تو طے شدہ قرارداد کے مطابق ان کی شکست کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اس وارننگ کے بعد اراکین انجمن اشاعت توحید وسنت مناظرے کے اہتمام میں منہمک ہو گئے۔ اور پورے برطانیہ میں اس مناظرہ کی وجہ سے شیفیلڈ پر نظریں جم گئیں۔ اور ہر شہر میں ٹاؤن میں عوام و خواص مناظرے میں پہنچنے کے لئے تیاری کرنے لگے۔ کیونکہ شاہ احمد نورانی صاحب اور مسٹر عبدالستار نیازی صاحب اور ان کی تقریروں نے جو گھر گھر فساد پھیلا رکھا تھا۔ لوگ اس سے اکتا کر حق و باطل، سچ اور جھوٹ، توحید وشرک اور سنت و بدعت کے درمیان نمایاں فرق دیکھنا چاہتے تھے کہ کتاب وسنت کے دلائل کس فریق کے ساتھ ہیں اور لاف زنی اور اباؤ اجداد کی رسموں اور ریتوں کے سہارے کون چل رہا ہے۔

انتظار شدید اور مدتوں کی خواہش کے بعد ۲۰ جولائی ۱۹۸۰ء کو ہر شہر سے شیفیلڈ کی جانب قافلے رواں دواں تھے اور سٹی ہال شیفیلڈ کی جانب پہنچ رہے تھے۔

بریلوی بھاگ گئے!

شیفیلڈ پہنچ کر جب سٹی ہال قافلے پہنچے تو انہیں یہ دیکھ کر اور جان کر بہت خوشی ہوئی کہ حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب اور خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب حضرت مولانا منظور الحق صاحب برمنگھم۔ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ربانی ڈیوزبری۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب لہر بریڈفورڈ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مانچسٹر۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب ڈیسائی بریڈفورڈ۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب منوری اور دیگر دیوبندی سنی مکتب فکر کے علماء سٹی ہال شیفیلڈ میں مناظرہ کے لئے تشریف لا چکے ہیں۔ اور وعدہ کے مطابق بریلوی علمائے کرام کا انتظار کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کے آنے پر مناظرہ کا آغاز ہو سکے۔ لیکن یہ جان کر بہت دکھ اور صدمہ ہوا کہ بریلوی جماعت اور ان کے اراکین اور مناظر مولوی عنایت اللہ سانگلوی اور مولوی عبدالقادر راولپنڈی پہلے مرحلہ میں ہی شکست فاش کھا چکے ہیں اور انہوں نے صاف لفظوں میں سٹی ہال میں آنے سے اور مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

بریلوی جماعت کے مناظر حضرت علامہ خالد محمود صاحب اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی

صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنے سے اتنے گھبرا گئے کہ انہوں نے سامنے آنے کی بجائے اپنی رسوائی اور شکست کی ذلت کو تو گوارا کیا مگر آمنا سامنا کرنے کی جرات نہ کر سکے۔

انجمن اشاعت توحید و سنت کے ارکان حضرت مولانا عبیدالرحمان صاحب حاجی بوستان خاں صاحب۔حسن شاہ صاحب نے پھر منیر الزماں اور بریلوی کمیٹی کے اراکین کو سمجھایا بجھایا اور آمادہ کرنے کی بیسوں کوششیں کیں کہ ہمارے علمائے کرام سٹی ہال میں وعدہ کے مطابق تشریف لا چکے ہیں۔آپ حضرات بریلوی مناظرین کو لائیے تاکہ بروقت مناظرہ شروع ہو سکے! مگر بریلوؤں کو نہ آنا تھا۔اور نہ ہی آئے۔ پورے تین بجے تک سٹی ہال شیفیلڈ میں بریلوی جماعت اور مولوی عبدالقادر اور مولوی عنایت اللہ سانگلوی جب نہ پہنچے تو حضرت مولانا محمد ضیا القاسمی نے اعلان کیا کہ!

حضرات چونکہ بریلوی حضرات تین بجے تک وعدہ کے مطابق سٹی ہال میں نہیں آئے اس لئے میں ان کی مقامی جماعت کے اراکین کمیٹی اور مولوی عبدالقادر اور مولوی عنایت اللہ سانگلوی کی شکست فاش کا اعلان کرتا ہوں۔حضرت مولانا ضیا القاسمی کے باطل شکن اعلان کے بعد خطیب پاکستان زندہ باد حضرت قائد اہل سنت علامہ خالد محمود زندہ باد علمائے دیوبند کے فلک شگاف نعروں سے ہال گونج اٹھا۔اور اہل حق کے چہرے مسرت سے چمک اٹھے۔ایک خاص طمانیت اور سکون ان کے چہروں سے نمایاں ہو رہا تھا۔اہل حق ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے اور مبارکباد اور تحسین و آفرین کی صدائیں پورے ہال میں گونج رہی تھیں۔حضرت مولانا خالد محمود صاحب اور مولانا منظور الحق صاحب نے اپنی مختصر تقریروں میں اہل حق کو اپنے عقیدہ توحید و سنت پر جمے رہنے اور زیادہ سے زیادہ دین کے لئے محنت کرنے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی خطیب پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آج کے قافلہ علماء اور اہل حق کا امیر منتخب فرما لیا۔اور اعلان کر دیا کہ مستقبل کے لئے حضرت مولانا محمد ضیا القاسمی جو فیصلے فرمائیں گے ہم سب انہیں دل و جان سے قبول کریں گے۔

مولانا محمد ضیاالقاسمی کا نعرہ حق

حضرت خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاالقاسمی نے اپنی تقریر میں اہل حق کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ بریلوی اور رضا خانی گروہ اہل حق کے سامنے آنے کی سکت نہیں رکھتے۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ ان کے بڑوں نے ہمیشہ بھاگنے کا رویہ ہی اختیار کئے رکھا تھا۔ حضرت مولانا مرتضٰی حسن صاحب چاند پوری نے ان کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان کو بریلی میں جا کر بھگایا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ان کے مولوی عبدالسمیع رامپوری کو بھگایا۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے ان کے صدر المناظرین حشمت علی اور مولوی سردار احمد بریلوی کو بریلی جا کر بھگایا۔ اور اسی طرح آج حضرت علامہ صاحب اور اس عاجز و دیگر علمائے دیوبند کے تشریف لانے سے مولوی عبدالقادر اور مولوی عنایت اللہ بھاگ چکے ہیں اور رسوائی و ذلت کا داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے دامن پر نمایاں رہے گا۔ لیکن میں ان کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ میں پورے انگلینڈ میں ان کا تعاقب کروں گا۔ اور جب تک ان کی گستاخ زبانوں کو گنگ نہیں کر دیتا میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ اب بھی میں نے سنا ہے کہ وہ آج شیفیلڈ کے ایک ہال میں رضا خانیوں کے ایک عرس میں خطاب کر رہے ہیں۔ میں امیر قافلہ اہل حق کی حیثیت سے اعلان کرتا ہوں کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی اعانت و نصرت سے بریلوؤں کے ہال میں جائیں گے اور بریلوی مولویوں کو ان کے معتقدین کے ساتھ موقعہ پر پکڑ کر ان سے مناظرہ کریں گے۔ ان کو بھاگنے نہیں دیا جائے گا۔ میں آپ سے اور تمام علمائے کرام سے عرض کروں گا کہ آپ میرے ہمراہ چلیں اور بریلوی رضانیوں کے ہال میں جا کر توحید و سنت کی حقانیت قائم کریں اور باطل کے پرخچے اڑائیں جسے پوری دنیا دیکھے گی کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ مولانا محمد ضیا القاسمی کی اس مجاہدانہ اور بے باکانہ للکار سے پورا ہال نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا۔ اور نوجوانوں نے مولانا ضیاء القاسمی زندہ باد اور شیر پاکستان زندہ باد۔ علمائے دیوبند زندہ باد۔ علامہ خالد محمود زندہ باد کے فلک شگاف نعروں نے پورے شیفیلڈ کو ہلا کر رکھ دیا۔ بریلوی سامعین کے چہرے لٹک چکے تھے۔ رنگ فق ہو چکے۔ خون منجمد ہو چکا تھا اور وہ بھاگ کر اپنے مولویوں کے پاس پہنچے اور ان کو علمائے

دیوبند کی للکار سے آگاہ کیا کہ علمائے دیوبند آرہے ہیں اور تمہارا یوم حساب قریب آچکا ہے۔اس لئے تیاری کرلو۔لوگوں میں کھلے الفاظ میں اعتراف ہونے لگا۔کہ علمائے دیوبند بہادر بھی ہیں اور حق وصداقت کا دامن بھی انہی کے ہاتھ میں ہے کس طرح دشمن کی صفوں میں بلاخطر جارہے ہیں اور کس طرح آتش نمرود میں کودنے کی تیاری میں ہیں۔مولانا ضیاء القاسمی نے تبلیغی جماعت کے احباب سے درخواست کی کہ آپ میرے قریب آجائیں اور اجتماعی طور پر خلوص نیت سے اہل حق کی فتح وکامرانی اور اہل باطل کی رسوائی اور شکست فاش کے لئے دعا کی جائے۔

حضرت خطیب پاکستان اور تبلیغی جماعت کے دوستوں اور اہل حق نے اس سوز وگداز، عاجزی اور انکساری سے رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی کہ تمام مجمع سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہورہی تھیں۔اور رب کریم سے فتح ونصرت مانگی جارہی تھی۔اپنی عاجزی، بے بسی کا اعتراف تھا۔اس مالک الملک پر بھروسے اور اعتماد کا یقین تھا۔

اے ربّ محمد ﷺ جس طرح آپ نے رمضان شریف میں آج سے صدیوں پہلے مقام بدر میں سرکار دوعالم ﷺ کو مشرکین مکہ پر فتح عطا فرمائی تھی......آج ہمیں بھی قافلہ ابوجہل کے روحانی پجاریوں پر فتح عطا فرما۔اور سرزمین برطانیہ میں اہل حق کی نصرت کے جھنڈے گاڑ دے اور ان قبر پرستوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چپ کرادے۔ان کے حوصلے پست کردے ان کی شرک زدہ زبانوں کو تو تلا کردے۔ان کی شکست ہر فرد پر واضح اور آشکارا فرمادے۔ہمیں اپنے دامن نصرت میں جگہ عطا فرما۔اور توحید وسنت کے علم کو بلند کرنے کی توفیق عطا فرما۔ہر دعا کرنے والے کی آہیں اور سسکیاں رحمت حق کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔جونہی دعا ختم ہوئی ہر فرد نے ایک خاص طمانیت اور سکون محسوس کیا۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل حق کی فتح ونصرت کا فیصلہ فرمادیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذکر کرتے ہوئے اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے خطیب پاکستان اور حضرت علامہ صاحب کی قیادت میں اہل حق کا قافلہ بریلویوں کے ہال کی طرف روانہ ہوگیا۔

علمائے دیوبند بریلویوں کے ہال میں داخل ہوگئے!

رضا خانی مولویوں کو اس بات کا تصور بھی نہیں تھا کہ علمائے دیوبند ہمارے ہال میں ہمارے عرس میں اور ہماری ہی منعقدہ مجلس میں اس بے باکی اور جرات سے آسکتے ہیں۔ مگر اللہ کے یہ شیر بلاخوف وخطر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر اہل بدعت کے اجتماع میں جا داخل ہوئے۔ بریلوی مولوی خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی اور قائد اہل سنت علامہ خالد محمود صاحب کو یوں آتے دیکھ کر اس طرح بوکھلائے کہ ان کو جان کے لالے پڑ گئے اور ان کے اوسان خطا ہوگئے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ چہروں پر مردنی چھا گئی۔ کیمبل پور کے ایک نوجوان افسر خان نے زوردار اور گرج دار آواز میں ہال میں داخل ہوتے ہی کہا کہ او مشرکو! آدھا ہال خالی کر دو۔ تمہارا یوم حساب آچکا ہے۔

وَامتَازُوا الْیَومَ اَیُّھَا الْمُجرِمُونَ.

یہ حق وصداقت کی آواز کچھ اور خلوص سے گونجی کہ اہل بدعت کے ہاں افراتفری پیدا ہوگئی۔ مولویوں اور ان کے حواریوں میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ مولوی عبدالقادر اور مولوی عنایت اللہ کو برا بھلا کہنے لگے کہ تم نے ہمیں رسوا کر دیا۔ تم نے ہمارا منہ کالا کرا دیا۔ اگر سٹی ہال میں چلے جاتے تو ہمیں رسوائی اور ذلت کی گھڑی دیکھنا نصیب نہ ہوتی اب ہم پورے برطانیہ میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔ لوگ ہمیں طعن وتشنیع کریں گے کہ تم وعدہ کر کے وہاں نہ گئے۔ دیوبندی سچے نہ ہوتے تو وہ تمہارے ہال میں کس طرح داخل ہو سکتے تھے۔ مولوی عبدالقادر کا بہت ہی برا حال تھا۔ ہر بریلوی اسے گھور گھور کر دیکھتا اور اس کے منہ پر تھوکنے کو جاتا اور اس کو کہتا کہ دیوبندیوں کا ہمارے ہال میں چلے آنا فتح مبین ہے۔ حامد علی شاہ اور مولوی عبدالوہاب اچھروی کا بہت ہی برا حال ہو رہا تھا۔ وہ مولوی عنایت اللہ کو کہتے سنے گئے کہ اس حریص اور مریض بوڑھے نے ہمیں ذلیل کر دیا ہم نے اس کو بہت سمجھایا کہ مناظرہ تو کرنا ہی نہیں تھا صرف وقار قائم رکھنے کے لئے ہمیں سٹی ہال میں چلے جانا چاہیئے تھا اور وہاں ہنگامہ کرا کے واپس چلے آتے۔ اس طرح عوام میں ہمارا بھرم بھی رہ جاتا اور کچھ لاج بھی رہ جاتی مگر اس ضدی بوڑھے

نے ہماری ایک نہ مانی۔اب دیوبندیت فاتح کی حیثیت سے ہمارے عرس پاک میں داخل ہوچکی ہے۔اس لئے اب ہمیں عبرت ناک رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔مولوی نثار بیگ نے حامد علی شاہ اورمولوی عبدالوہاب سے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ اب مرتا کیا نہ کرتا، کے مصدق پروگرام یہ بنایا جائے کہ پورے ہال میں آدمی مقرر کردیئے جائیں۔جب ہم اشارہ کریں وہ عوام کو اشارہ کردیں اورعوام کو کہہ دیا جائے کہ وہ ہمارا اشارہ دیکھتے ہی شور مچانا اور ہاؤ۔ہوتالی پیٹنا۔سیٹیاں بجانا شروع کردیں علامہ خالد محمود صاحب جب بولنا چاہیں تو ان کی آواز کوشور وغوغا میں دبا دیا جائے۔اورمولانا محمد ضیاءالقاسمی کی آواز کودبانے کے لئے ایک حشر بپا کردیا جائے کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔چنانچہ پروگرام طے کرنے کے بعد مولوی نثار بیگ اورمولوی منیرالزماں دونوں ہال کے چاروں کونوں میں گھوم کوعوام کر سمجھانے لگےاور ہرچار پانچ قدم پرایک آدمی کی ڈیوٹی لگادی کہ اسٹیج کی طرف سے جب مولوی نثار بیگ اور حامد شاہ اشارہ کریں تو فوراً شور شروع کردیا جائے۔اس منصوبہ بندی کے بعد سٹیج سے اعلان کیا گیا کہ حضرات!

سنی بریلوی اہل سنت و جماعت نے کسی کو مناظرہ کی دعوت نہیں دی۔دیوبندی علماء بالجبر ہمارے عرس میں آداخل ہوئے ہیں اس لئے اب ہم نے مجبوراً ان سے بات چیت کرنا ہے۔ ہماری طرف سے اس مجلس مناظرہ میں مولانا عبدالقادر گیلانی کوصدر مقرر کیا جاتا ہے۔

صدر مناظر:۔مولوی عنایت اللہ صاحب سانگلہ ہل

معین مناظر:۔مولانا حامد علی شاہ صاحب۔

مولانا عبدلوہاب اچھروی۔

مفتی گل رحمٰن صاحب

ہوں گے!

اوران کی سُر میں سُر ملانے والے ۱۸ بریلوی مولوی اور ہوں گے! گویا کہ ایک پوری ٹیم مناظرہ کرے گی۔اورکوئی کسی کا پابند نہیں ہوگا۔

علمائے دیوبند کا اعلان

علمائے دیوبند کے چہرے بشاشت اور خوشی سے کھل اٹھے کہ اللہ تعالیٰ نے آج ہمیں باطل پر حق ظاہر کرنے کا موقعہ مرحمت فرمایا ہے۔ تبلیغی جماعت اور تمام احباب نے دعاؤں کا سلسلہ اور تیز کردیا۔ خدا کے حضور گردنیں جھک گئیں اور فتح و نصرت کی دعاؤں کے ساتھ علمائے دیوبند کی طرف سے جمعیۃ علمائے برطانیہ کے جنرل سیکرٹری حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب کی آواز گونجی کہ علمائے حق علمائے دیوبند کی طرف سے خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب صدر مناظرہ ہوں گے!

قائد اہل سنت حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب صدر مناظرہ ہوں گے۔

اور معین مناظر..................حضرت مولانا منظور الحق صاحب برمنگھم

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب ربانی

حضرت مولانا محمد اقبال صاحب رنگونی

معین مناظر ہوں گے!

اس اعلان کے فوراً بعد دیوبندی اور بریلوی ارکان کی وہی کمیٹیاں منتظم کی حیثیت سے سٹیج پر آگئیں۔ اور فریقین کو وقت کا پابند بنانے اور مناظرہ کو باحسن وجود آگے بڑھانے کے لئے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ چنانچہ باہمی افہام وتفہیم سے طے ہوا کہ پہلی دفعہ پندرہ منٹ ہر مناظر کو دیئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد فریقین پورے مناظرہ میں دس دس منٹ تقریر کیا کریں گے! اس طرح چھ بجے تک گفتگو ہوگی۔ اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس وقت کو بڑھالیا جائیگا اور جب تک کسی فیصلہ پر بات نہیں پہنچتی بات چیت جاری رکھی جائے گی! ان طے شدہ امور سے فراغت کے بعد اب کمیٹی کے ارکان نے مناظرہ کا آغاز کرنا تھا کہ اوپر سے مولوی عنایت اللہ سانگلہ ہل نے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا۔

او خالد محمود اپنا عقیدہ لکھ کر بھیج!

مولانا محمد ضیاء القاسمی

مولوی عنایت اللہ سانگلہ ہل کی اس بے ضابطگی اور بدتمیزی پر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صدر مناظرہ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ!

حضرات! ابھی مناظرہ شروع بھی نہیں ہوا اور مولوی عنایت اللہ صاحب نے کھڑے ہوکر بے ضابطگی شروع کردی۔ انہوں نے مناظرہ کیا کرنا ہے جنہیں ابھی تک یہی معلوم نہیں ہے کہ مناظرہ کا آغاز کس طرح کیا جاتا ہے بالفرض اگر انہیں خود معلوم نہیں ہے تو یہ اپنے صدر مولوی عبدالقادر صاحب سے دریافت کرلیتے کہ مناظرہ کس طرح شروع ہوتا ہے وہ شاید انہیں بتا سکتے اور آداب مناظرہ انہیں سکھا سکتے مگر انہوں نے بغیر سوچے سمجھے بولنا شروع کردیا ہے اور ساتھ ہی زبان بھی شریفانہ نہیں ہے بلکہ بازاری زبان استعمال کررہے ہیں!

او خالد محمود............ یہ انداز خطاب نہ صرف ایک بازاری اور بھٹیارے پن کا ثبوت ہے۔ بلکہ برطانیہ کے باشندوں کو علماء سے متنفر کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اگر میں اسی انداز سے کہوں کہ او عنایتیا............ اپنی زبان بند رکھ اور سلیقے اور شائستگی سے بات کر تو اس انداز گفتگو کو بھی پسند نہیں کیا جائے گا۔ اس پر مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب نے گرجدار آواز میں فرمایا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب سوچ سمجھ کر شریفوں کی طرح یہاں بولنا ہوگا۔ خبردار! اگر آئندہ اس غیر شریفانہ انداز میں گفتگو کی تو آپ کو چھٹی کا دودھ یاد دلادوں گا۔

جہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

مولوی عنایت اللہ صاحب! آپ کو ابھی کس نے بولنے کی اجازت دی ہے۔ خبردار! آئندہ کوئی بے ضابطگی نہیں کرنے دی جائے گی۔ اور آپ کو کہتا ہوں کہ فوراً بیٹھ جاؤ۔ آپ کو ابھی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بیٹھو! بیٹھو فوراً بیٹھو۔

حضرت خطیب پاکستان نے کچھ اس طرح گرجدار آواز میں مولوی عنایت اللہ کو ڈانٹ پلائی کہ وہ فوراً شرمندہ ہوکر بیٹھ گیا۔ پھر کیا تھا پورا ہال نعرہ ہائے تکبیر اور خطیب پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

مولوی عنایت اللہ کے پہلی بار ہی اس طرح بیٹھ جانے سے بریلویوں رضا خانیوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی اورانہوں نے ایک دوسرے کوکہنا شروع کر دیا کہ اس بوڑھے مولوی کومولانا ضیاء القاسمی کے ڈانٹنے سے بیٹھنانہیں چاہیئے تھا۔یہ تو ہمیں لے ڈوبے گااور ہمارا منہ کالا کرادے گا۔یہ کہاں کا مناظر ہے جسے انسانوں کی نفسیات کا ہی علم نہیں ہے۔مفتی گل رحمٰن نے مولوی عبدالقادر کے قریب ہوکر کہا کہ ہم نہ کہتے تھے کہ مولوی عنایت اللہ کومناظر نہ بنایا جائے۔اس نے تو ہماری ابتدامیں ہی لٹیاڈبودی۔اگراس کومناظرے کاڈھب نہیں آتا تھااور بزدلی میں اس طرح چیمپیئن تھا تو پہلے کیوں اس طرح لاف زنی کرتا تھا۔ہائے اس نے (گالی دے کر) تو ہمیں برباد کر دیا۔ ہال میں دیوبندی سامعین کا حال دیکھنے والا تھا۔عنایت اللہ کی پہلے شکست پر پورا ہال خوشی میں ڈوب گیااور مولانا ضیاء القاسمی صاحب کودعائیں دینے لگا۔

مولانا ضیاءالقاسمی صاحب نے مولوی عبدالقادر گیلانی صاحب کومخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے مناظر پر کنٹرول کیجئے۔اورانہیں آداب سکھایئے اور باقاعدہ کاروائی کا آغاز کیا جائے!

مولوی عبدالقادر گیلانی صدر مناظر

اہل بدعت کے صدر مناظر مولوی عبدالقادر گیلانی صاحب نے اٹھ کر کہا کہ مولانا ضیاء القاسمی کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ فریقین کی طرف سے زبان شائستہ استعمال کرنی چاہیئے اور میں آئندہ کے لئے مولانا ضیاءالقاسمی اوران کی جماعت کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ ہماری طرف سے کسی بے ہودگی اور غیر شائستگی کا مظاہرہ نہیں ہوگا۔اس گذارش کے بعد میں اپنے فاضل مخاطب مولانا ضیاءالقاسمی صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اپنے مناظر سے فرمائیں کہ وہ اپنا عقیدہ علم غیب کے متعلق لکھ کر بھیج دیں۔تا کہ باقاعدہ گفتگوشروع ہوسکے!

مولانا محمد ضیاءالقاسمی:۔

مولوی عبدالقادر صاحب کی خواہش پر مولانا محمد ضیاء القاسمی نے فرمایا کہ عقیدہ لکھ کر بھیجنے کا جواز تو تب تھا جب مناظرہ تحریری ہو۔مگر چونکہ مناظرہ تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔اس لئے عقیدہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمارے فاضل مناظر حضرت مولانا خالد محمود صاحب عقیدہ تقریری

طور پر بیان فرمائیں گے۔ چنانچہ میں حضرت العلامہ مولانا خالد محمود صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنا عقیدہ اور دعویٰ بیان فرمائیں تاکہ مسئلہ کے پورے پہلو کھل کر عوام کے سامنے آسکیں۔ مولانا ضیاء القاسمی کے ارشاد پر حضرت مولانا خالد محمود صاحب کھڑے ہوئے اور اپنا عقیدہ بیان فرمانے لگے!

مولانا علامہ خالد محمود صاحب کی پہلی تقریر

حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب نے گرجدار آواز میں خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ حضرات چونکہ مدعی ہم ہیں اس لئے ہمارا دعویٰ ہے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے!

حضرت علامہ صاحب ابھی اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ مولوی نثار بیگ اور حامد علی شاہ نے منصوبے کے مطابق ہال میں اپنے سامعین کی طرف اشارہ کر دیا........... پورے ہال میں ان کے اشارے سے شور شروع ہوگیا۔ نعرے۔ گالیاں سیٹیاں جو اہل شر کے اباؤ اجداد کا ہمیشہ سے دستور اور اہل حق کے مقابلہ میں رویہ رہا ہے۔ اس کو دہرانا شروع کر دیا۔ اور پورا ہال شور اور ہنگامے کی نذر ہو گیا۔

مولوی عنایت اللہ

مولوی عنایت اللہ نے کھڑے ہو کر کہا جب تک مولوی خالد محمود صاحب عقیدہ لکھ کر نہیں دیتے اس وقت تک ہم بات نہیں سنیں گے!

حضرت علاّمہ صاحب

حضرت علامہ صاحب نے فرمایا کہ حضرات پہلے بریلوی حضرات لکھ کر دیں کہ مناظرہ تقریری نہیں بلکہ تحریری ہوگا تو پھر میں بھی عقیدہ لکھ کر دے دوں گا۔ لیکن اگر مناظرہ تحریری نہیں تقریری ہے تو پھر اس طرح وقت ضائع نہ کیا جائے۔ میرا دعویٰ اور اس کے دلائل سنے جائیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے۔ مجھے معلوم ہے ان باتوں سے رضا خانی مولویوں کا مقصد صرف اپنی جان چھڑانا ہے۔ یہ مناظرہ نہیں کر سکتے یہ زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر خالد محمود کا مقابلہ نہیں کر

سکتے۔آج الحمدللہ یہ مرے قابو آ گئے ہیں۔آج ان کے باطل عقائد اور فاسد خیالات کی فضائے آسمانی میں دھجیاں بکھیر کر رکھ دی جائیں گی۔ میں ان کے کسی مکروفریب اور کسی چال کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا میں ان کے تمام ہتھکنڈے بیکار کردوں گا۔میں ان کی کسی تقریر کو بھی چلنے دوں گا۔اس لئے اگر انہوں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ اس طرح کی بے کار باتوں میں وقت ضائع کیا جائے تو میں ان کی دجل وتلبیس پر مبنی کاروائی پر بھی پانی پھیرتے ہوئے اپنا عقیدہ لکھ کر بھیجتا ہوں تاکہ یہ اسی بات کو بہانہ بنا کر ہال کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔اور اگر تم چاہتے ہو کہ میں اپنا عقیدہ لکھ کردوں تو میں حجت اور برہان قائم کرنے کے لئے تمہاری یہ خواہش پوری کئے دیتا ہوں۔اس پر حضرت علامہ صاحب نے قلم نکالا اور برجستہ لکھ دیا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔

بریلوی منتظمہ کمیٹی شیفیلڈ کے ایک رکن نے حضرت العلامہ خالد محمود صاحب مناظر اہل سنت کی یہ تحریر لے کر مولوی عنایت اللہ کے ہاتھ میں دے دی۔ جسے پڑھ کر نہ صرف مولوی عنایت اللہ بوکھلا گیا۔ بلکہ ان کی پوری جماعت کے مولویوں پر اوس پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے کو اڑے ہوئے اور اترے ہوئے چہروں سے دیکھنے لگے۔اور ساتھ ہی چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں شروع کردیں۔ کافی سوچ وبچار کے بعد ایک تحریر لکھنے کے لئے مولوی عنایت اللہ نے قلم مانگا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھنے لگا۔مفتی گل رحمٰن اور دوسرے مددگار اس کی مشکل کشائی کرنے لگے!

مولانا محمد ضیا القاسمی

کافی دیر تک علامہ صاحب کے تحریر بھیجنے کے بعد رضاخانی مولویوں میں جب سناٹا طاری رہا تو مولانا محمد ضیا القاسمی نے اس جمود کو توڑتے ہوئے فرمایا کہ مولوی عبدالقادر صاحب آپ بھی اپنا عقیدہ لکھ کر ہمیں بھیج دیں جس پر مولوی عنایت اللہ نے ایک تحریر لکھ کر مولوی عبدالقادر کے ہاتھ میں تھمادی جسے مولوی عبدالقادر نے دیکھتے ہی غصے میں آہستہ سے کہا۔جاہل کہیں کا۔

حامد علی شاہ نے کہا کہ مولانا عبدالقادر صاحب آپ کے سامنے مائیک کھلا ہے ذرا احتیاط سے کام لیں۔اس کھسر پھسر کے بعد مولوی عبدالقادر صاحب نے اپنے قلم سے اس عبارت میں ترمیم

واضافہ کر کے وہ تحریر کمیٹی کے ارکان کے سپرد کر دی۔ جنہوں نے مولانا ضیا القاسمی کے پاس وہ تحریر بھیج دی۔ مولانا ضیا القاسمی نے مسکراتے ہوئے تحریر کا جائزہ لیا اور پھر حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب کے حوالے کر دی!

مولوی عبدالقادر گیلانی صاحب

مولوی عبدالقادر صاحب گیلانی نے حضرت علامہ کی تحریر کو ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی اور کہا کہ!

حضرات! دیوبندیوں کے فاضل مناظر نے جو تحریر لکھی ہے اس میں نہ تو بسم اللہ لکھی گئی ہے اور نہ ہی سلام لکھا گیا ہے۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کام بغیر بسم اللہ کے شروع کیا جائے وہ ابتر ہوتا ہے۔

مولانا محمد ضیا القاسمی

مولانا محمد ضیا القاسمی نے مولوی عبدالقادر گیلانی کو ٹوکتے ہوئے فرمایا کہ گیلانی صاحب میرا خیال تھا کہ آپ کچھ پڑھے لکھے ہوں گے کیونکہ آپ اپنے آپ کو مدینہ یونیورسٹی کا پڑھا ہوا بتاتے ہیں مگر مجھے افسوس ہوا کہ آپ اپنے مناظر سے بھی زیادہ جاہل ثابت ہوئے! حضرت العلامہ مولانا خالد محمود صاحب کی تحریر پر جرح وقدح کا حق آپ کے مناظر کو تو ہوسکتا ہے مگر آپ کو نہیں! کیا مناظر آپ ہیں یا مولوی عنایت اللہ؟

اگر مناظر مولوی عنایت اللہ صاحب ہیں تو مناظرہ انہیں کرنے دیں اور ان کی ڈیوٹی اپنے ذمہ نہ لیں۔ اور اگر آپ کی نظروں میں مولوی عنایت اللہ صاحب مناظرہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ (جیسا کہ ظاہر ہے) تو ہمیں لکھ کر دیں کہ مولوی عنایت اللہ صاحب ہوش حواس کھو چکے ہیں۔ اور وہ مناظرہ نہیں کریں گے تو چشم ما روشن دل ما شاد!

پھر آپ بھی تماشا دیکھیں گے کہ آپ کو کس عبرتناک ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انشاء اللہ آپ کو اس رسوائی سے پاکستان بلٹی کیا جائے گا کہ آپ کی نسلیں یاد رکھیں گی۔ آپ کی یہ تمام شوخیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ آپ کے عقیدت مندوں میں آپ کا بھانڈا چورا ہے میں

پھوٹ جائے گا۔ یہ آپ کی پری وشوں کا حلقہ ارادت نہیں ہے کہ ہر طرف سے صدائے مرحبا بلند ہوگی! یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں۔ آپ تو علم مناظرہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مناظر کے فرائض کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور صدر کے فرائض بالکل ہی اس سے مختلف ہوتے ہیں۔ آپ کو اگر تقریر کا شوق ہے تو وہ بعد میں پورا ہوسکتا ہے۔ مناظرہ میں کسی بے ضابطگی کو نہیں چلنے دیا جائے گا۔ اس لئے میں آپ سے کہوں گا کہ فوراً بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ مولانا ضیا القاسمی کی گرجدار آواز سے وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ فوراً معذرت خواہانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ اس پر پورے ہال میں نعرہ ہائے تکبیر اور خطیب پاکستان کے نعروں سے فضا میں ارتعاش پیدا ہوگیا۔ حضرت مولانا ضیا القاسمی نے فرمایا۔ کہ باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ بسم اللہ کے بغیر جو کام کیا جائے وہ ابتر ہوتا ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حدیث میں نفس بسم اللہ مراد ہے نہ کہ بسم اللہ لکھنا۔ ورنہ بتایا جائے کہ قرآن مجید میں سورۃ براۃ بغیر بسم اللہ کے ہے کیا آپ کا فتویٰ وہاں کے لئے بھی یہی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے قرآن کے بارے میں فرمایئے کیا ارشاد ہے؟

مولانا ضیا القاسمی صاحب نے بریلوی حضرات کی انجمن کے اراکین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا کہ اپنے مناظر اور اعوان و انصار سے کہا جائے کہ وہ ادھر ادھر وقت ضائع نہ کریں بلکہ اس قیمتی وقت میں زیادہ سے زیادہ مسائل پر بات ہوجائے۔ اس طرح برطانیہ کے مسلمانوں کو صحیح رہنمائی مل سکے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اس لئے مناظرہ کی کاروائی شروع کرائی جائے اور متعلقہ افراد کے بغیر کوئی صاحب وقت ضائع نہ کریں۔ اس پر انجمن کے اراکین نے اپنے مولویوں کو سمجھایا کہ اس طرح کی بے ضابطگی سے ہمارے ماحول پر برا اثر پڑے گا۔ برائے کرم نہایت شائستگی اور حوصلہ سے بات کی جائے۔ اور مولوی عنایت اللہ صاحب درمیان میں کوئی غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار نہ کریں۔ اراکین کے اس دباؤ کے بعد پھر سکون ہوا اور مناظرہ کا آغاز ہوا۔

مولوی عنایت اللہ صاحب

مولوی عنایت اللہ صاحب نے بغیر خطبہ منسونہ اور بغیر حمد و صلوٰۃ وسلام کے تقریر شروع کرتے

ہوئے کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب نے جو عقیدہ لکھ کر بھیجا ہے وہ خدا کے علم غیب کے بارے میں ہے۔ مناظرہ خدا کے علم کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ مناظرہ تو رسول کریم رؤف الرحیم علیہ السلام کے علم کے بارے میں ہے۔ اس لئے میں علامہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنا عقیدہ حضورؐ کے علم بارے میں لکھ کر دیں۔ میں تب بات کروں گا۔ ورنہ علم غیب کے بارے میں بات نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ موضوع ہمارا نہیں ہے!

حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب

حضرت العلامہ مولانا خالد محمود صاحب نے نہایت گرجدار آواز میں خطبہ منسونہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ حضرات یہ میرے پاس مناظرے کے چیلنج والا بریلویوں کا اشتہار موجود ہے اس پر موضوع مناظرہ علم غیب لکھا ہوا ہے اگر موضوع علم نبوی لکھا ہوا ہوتا تو آج مناظرہ اسی موضوع پر ہوتا۔ لیکن بریلویوں نے اپنے اشتہار میں خود موضوع علم غیب ہی لکھا ہے علم نبوی نہیں۔ اس لئے آج مناظرہ علم غیب پر ہی ہوگا اور میں نے لکھ دیا ہے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے!

اللہ تعالیٰ کے سوا علم غیب کسی کو نہیں ہے مگر بریلوی علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان علم غیب رکھتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کے اس فاسد عقیدہ کو طشت از بام کر دیا جائے اور برطانیہ کے مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ بریلوی جماعت تو شیطان کو بھی عالم الغیب جانتی ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے بریلویوں کے مولوی عبدالسمیع رام پوری کی!

حضرت علامہ صاحب نے جونہی کتاب اٹھائی بریلویوں کے رنگ فق ہو گئے اور چہرے زرد پڑ گئے۔ ایسے معلوم ہوا ابھی ان پر بجلی کر گئی ہے۔ اس پر حامد علی شاہ نے غصے سے کانپتے ہوئے مولوی منیر الزماں سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو اپنا کام کرو۔ چنانچہ مولوی منیر الزماں نے فوراً ان ڈیوٹی پر مقررہ ابنائے شرک و بدعت کو اشارہ کیا اور انہوں نے کشتی ڈوبتے دیکھ کر پورے ہال میں شور برپا کر دیا۔ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ بریلوی حضرات سمجھ گئے کہ اگر حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب کو سکون سے بولنے دیا گیا تو اس سے ان کے شرک و بدعت کے قلعے مسمار ہو جائیں گے! اور برطانیہ ان کے مسلک کے لئے بنجر زمین بن جائے گا۔

اس لئے انہوں نے پوری قوت اس بات پر صرف کردی کہ **والغوا فیہ** شور مچاؤ ہنگامہ کرو۔ اپنے اباؤ اجداد کی طرح تالیاں پیٹو۔ سیٹیاں بجاؤ۔ اور کتاب وسنت کے ترجمان علمائے حق کو بات نہ کرنے دو۔ تاکہ ہمارے جاہل سامعین ,مریدین کوئی بات سمجھ نہ جائیں۔ اور اس طرح ہمارا تمام کاروبار فیل ہوکر رہ جائیگا۔

حامد علی شاہ اور جتنے واعظ مولوی سٹیج پر تھے انہوں نے صرف شور مچانے کی فیس لے رکھی تھی۔ علم وتقریر کے ملکہ سے تو محروم تھے ہی۔ اس لئے انہوں نے بھی طبلچی ورواعظوں کا خیال تھا کہ اس طرح شور و ہنگامہ سے ہم مناظرہ کے نظام کو درہم برہم کردیں گے مگر دیوبندی نوجوانوں نے ان کے اس پروگرام کو بھی پورا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے ان کو بادل نخواستہ یہ ڈرامہ بھی روکنا پڑا۔ بریلوی منتظمہ نے بڑی لجاجت اور معذرت خواہانہ انداز میں مولانا ضیا القاسمی صاحب سے کہا کہ ہمارے علماء نے علم غیب کی وضاحت نہیں کی انہیں واقعی علم نبوی لکھنا چاہیے تھا لیکن اب وہ یہ غلطی کر چکے ہیں اس لئے آپ درگزر فرمائیں اور اپنے فاضل مناظر مولونا خالد محمود صاحب سے فرمائیں کہ وہ ہماری خواہش پر علم غیب نبوی پر ہی بات کو آگے بڑھائیں تا کہ ہمارے سامنے مسئلہ کو صحیح پوزیشن آجائے اور ہم بھی حقیقت حال سے آگاہ ہوسکیں اس پر مولانا ضیا القاسمی صاحب اور حضرت علامہ صاحب نے بریلوی منتظمین کی استدعا کو قبول کرلیا اور علم غیب کی شرعی اصطلاح کی روشنی میں علم غیب نبوی کے عنوان پر بات کرنا منظور کرلیا اور عوام کو بتا دیا گیا کہ چونکہ بریلوی حضرات اپنے لکھے ہوئے پر پچھتا رہے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کے فاسد خیالات اور غلط عقائد کا عوام کے سامنے پردا چاک ہو۔ ہم بات کو آگے بڑھانے کے لئے جس طرح ان کی خواہش ہے اسی پر بات کرنے کو تیار ہیں۔

شور وغوغا بند ہوا اور پھر سے حضرت العلامہ خالد محمود صاحب اپنا موقف بیان کرنے کے لئے تیار ہورہے تھے کہ اچانک مولوی عنایت اللہ صاحب کھڑے ہوگئے اور عوام سے مخاطب ہوکر کہا۔

مولوی عنایت اللہ صاحب

حضرات! سنو! سنو!

رولا بند کرو!

مولانا ضیاالقاسمی صاحب

مولوی عنایت اللہ صاحب آپ اردو تو صحیح بولیں۔ یہ رولا بند کرو اردو کی کون سی ڈکشنری کے الفاظ ہیں۔ آپ کو اردو صحیح نہیں بولنا آتی تو آپ مناظرہ خاک کریں گے! اس پر پورا ہال ہی ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اور بریلوی حضرات کی طرف سے بھی آوازیں سنی گئیں کہ اس پاگل کو جب اردو بولنا ہی نہیں آتا تھا تو مناظرے کے لئے اسے کیوں لائے۔ یہ مروائے گا۔ ایک صاحب نے کہا کہ یہ آج ہمیں ذلیل کرائے گا۔

مولوی عنایت اللہ صاحب

مولوی عنایت اللہ صاحب نے اپنی خفت مٹانے کے لئے پھر کھڑے ہو کر کہا۔ علامہ خالد محمود صاحب اپنا عقیدہ کھل دیو!

مولانا ضیاالقاسمی

آپ نے فرمایا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب آپ کے ہوش وحواس کیوں اڑ گئے ہیں۔ عقیدہ کوئی حلوہ تھوڑا ہی ہے۔ کہ کھل دیو۔ کھل دیو کی رٹ لگا دی ہے عقیدہ لکھ کر دینے کی چیز تو ہو سکتا ہے مگر پلیٹ میں ڈال کر بھیجنے کی چیز نہیں۔ یہ کھل دیو۔ کھل دیو! کیا ہے۔ پہلے آپ نے رولا بند کرو کر کے اپنے اردو سے ناواقف ہونے کا ثبوت دیا۔ اب کھل دیو۔ یہ بھی آپ کی اردو زبان سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ کوئی بات نہیں اب اگر آپ مخبوط الحواس ہو چکے ہیں تو اپنے کسی اور معین سے مدد لے لیا کریں۔ اس پر دیوبندی نوجوانوں نے خوب خوب نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور بریلوی حضرات کے مناظر کے لئے سوائے شرم وندامت کے کچھ نظر نہ آیا تو انہوں بلند آواز میں کہا کہ پولیس! پولیس! پولیس!

مولانا ضیاالقاسمی

آپ نے فرمایا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب! آپ نے ابھی غیر اللہ سے مدد مانگنا شروع

کر دیا ابھی تو ہمارے فاضل مناظر نے اپنا موقف اور دلائل بھی بیان نہیں کیئے کہ آپ کو فرنگی پولیس سے مدد لینے کے لئے شور مچانا پڑا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔ اسی نوک جھوک میں بریلویوں کے ہاں صف ماتم بچھ گئی۔ ان کے رنگ فق ہو گئے۔ چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور پریشانی کے عالم میں مولوی حامد علی شاہ نے کہا۔

مولوی حامد علی شاہ

قاسمی صاحب خدارا بات آگے چلائیں اور ساتھ ہی ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا کہ ہمارے مناظر کی چھوٹی چھوٹی.................. جہالتوں اور غلطیوں کا مواخذہ نہ کریں۔

مولوی عنایت اللہ صاحب

مولوی عنایت اللہ صاحب نے پھر کہا کہ حضرات میں اپنے وقت میں اپنے عقیدے اور موقف کو بیان کروں گا۔ آپ برائے کرم توجہ سے میری بات کو سنیں!

حضرت علامہ خالد محمود صاحب

آپ نے فرمایا کہ حضرات ابھی تک مولوی عنایت اللہ صاحب نے اپنا عقیدہ لکھ کر ہمیں نہیں دیا اس لئے میں ان سے کہوں گا کہ جس طرح ہم نے آپ کے مطالبہ پر اپنا عقیدہ لکھ کر بھیج دیا ہے اسی طرح مولوی عنایت اللہ صاحب بھی اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ لکھ کر ہمیں دیں تا کہ اس کی روشنی میں مناظرہ کیا جاسکے!

مولوی عنایت اللہ نے حضرت علامہ صاحب کی تقریر میں بولنے کی کوشش کی مگر مولانا ضیا القاسمی نے اسے ڈانٹ کر بٹھلا دیا اور ساتھ ہی بریلوی جماعت کے صدر مولوی عبدالقادر گیلانی سے کہا کہ آپ حضرت علامہ صاحب کے مطالبہ کے مطابق اپنا عقیدہ لکھ بھیجیں۔ اس پر مولوی عبدالقادر گیلانی صاحب اور ان کے تمام حواریوں نے پوری سوچ بچار کے بعد ایک تحریر لکھ کر بھیجی جس پر آدھی تحریر مولوی عبدالقادر کے قلم سے تھی اور آدھی تحریر مولوی عنایت اللہ کی طرف سے لکھی گئی تھی جو کچھ اس طرح سے تھی۔

بریلویوں کا علم غیب نبوی پر تحریری عقیدہ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّدالمرسلین محمد المصطفٰی وعلیٰ آلہ واصحابہ

مولا کریم نے اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب نبی کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کو ساری مخلوق کی کل شئے کا علم عطا فرمایا ہے۔اس کا ثبوت فقیر قرآن کریم اور حدیث پاک اور کتب مذاہب اربعہ اہل سنت سے دے گا

فقیر محمد عنایت اللہ ۸۰-۷-۲۰

سید عبدالقادر جیلانی

مولانا علامہ خالد محمود صاحب

بریلوی جماعت کی تحریر پہنچنے کے بعد حضرت علامہ خالد محمود صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو مولوی عنایت اللہ صاحب نے کہا کہ پہلے میں تقریر کروں گا۔حضرت علامہ صاحب نے فرمایا کہ حضرات یہ میری تحریر کی نقل اور مولوی عنایت اللہ صاحب کی تحریر کی نقل آپ کے سامنے موجود ہے۔میں نے اپنی تحریر کے ابتدا میں لکھا ہے کہ:

ھمارا دعویٰ............مگر مولوی عنایت اللہ صاحب نے اپنی تحریر پر لفظ دعویٰ نہیں لکھا اس لئے اس مسئلہ علم غیب میں ہم مدعی ہیں اور بریلوی جماعت مدعا علیہ۔اصول مناظرہ پڑھئے کہ پہلی تقریر مدعی کی ہوتی ہے مدعیٰ علیہ کی نہیں۔اگر مولوی عنایت اللہ صاحب اپنی تحریر میں اپنا مدعی ہونا ثابت کردیں تو یہ پہلے تقریر کرلیں ورنہ پہلے تقریر میں کروں گا اور اصول مناظرہ سے انحراف کرنے کی بریلوی جماعت کو ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔اس پر ہال میں ہر طرف سے آوازیں آئیں۔ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔علامہ صاحب صحیح فرماتے ہیں۔پہلی تقریر مدعی کی ہی ہوتی ہے

شور ہنگامہ

اس پر پھر بریلوی مولویوں نے ہال میں شور مچانا شروع کردیا اور اس بات پر زور لگایا کہ حضرت علامہ صاحب کو بات کرنیکا موقع نہ دیا جائے کیونکہ اس طرح تو چند منٹوں میں ان کا بوریا

بستر لپیٹ دیا جائے گا۔اس لئے انہوں نے مسلسل اسی شور ہنگامہ پر وقت صرف کر دیا کہ پہلی تقریر مولوی عنایت اللہ صاحب کریں گے!

مولانا ضیاالقاسمی

آپ نے اس ہنگامہ پر بہت بہادری سے نوٹس لیا۔ کہا کہ او رضا خانی ذریت سن لو! اگر تم چاہتے ہو کہ اس طرح شور مچانے سے تمہاری جان چھوٹ جائے گی تو یہ تمہاری بھول ہے ہم انشاء اللہ تمہارے اس مسلسل شور کو بھی ختم کر کے رہیں گے۔اور شور کے مناظرہ میں بھی تمہاری شکست ہوگی مولانا کے اس ارشاد کے بعد اہل حق نے کچھ اس انداز سے نعرہ ہائے تکبیر کی آوازیں بلند کیں کہ بریلوی جماعت کا ہجوم کثیر کے باوجود دم گھٹ گئے۔ گلے خشک ہو گئے اور قوٰی مضمحل ہو گئے اور ان کی آوازیں خداوند قدوس کے نام کے مقدس نعروں میں دب کر رہ گئی۔آخر بریلوی جماعت کی منتظمہ نے مجبور ہو کر مولانا محمد ضیاء القاسمی اور حضرت علامہ خالد محمود صاحب سے عرض کیا کہ ہماری درخواست کو منظور فرمالیں۔ بریلوی جماعت نے مدعی کا لفظ نہ لکھ کر اپنی پہلی تقریر کا حق کھو دیا ہے مگر جہاں آپ نے پہلے فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری گذارشات کو قبول فرمایا ہے اسی طرح اب ہماری درخواست ہے کہ مولوی عنایت اللہ صاحب کو پہلی تقریر کر لینے دیں۔ان سے غلطی ہوگئی ہے ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔آپ براہ کرم ہماری استدعا اور گذارش قبول فرما کر درگزر فرمائیں۔اس پر انجمن توحید وسنت کے اراکین جو منتظمہ کے ممبر تھے ان سے رائے لے کر ہمارے حضرات نے مولوی عنایت اللہ کو پہلی تقریر کرنے کی اجازت دے دی اور طے پایا کہ وقت چونکہ بہت ضائع ہو چکا ہے اب بغیر کسی تاخیر کے مناظرہ شروع کرایا جائے۔اور ہر مقرر پانچ پانچ منٹ عقیدہ کی وضاحت کریں اور اس کے بعد دس منٹ کی ہر تقریر ہوگی۔فریقین کے صدر اور انتظامی کمیٹیوں کے ممبران اپنی جماعتوں کو مناظرہ کے قواعد وضوابط اور حدود کی پابندی کرائیں گے۔

مولوی عنایت اللہ صاحب

بغیر خطبہ مسنونہ کے کہا۔حضرات سنو! بریلوی حضرات کی طرف سے آواز آئی کہ سنا! اس پر

حامد علی شاہ صاحب نے زوردار الفاظ میں بریلوی جماعت سے استدعا کی کہ ہمارا وقت ضائع نہ کریں۔ ہمارے مناظر کو بولنے دیا جائے کوئی اور صاحب بات نہ کریں۔ صرف مولانا عنایت اللہ صاحب مناظرہ کریں گے اور ساتھ ہی مولوی عنایت اللہ صاحب سے کہا کہ بولو جی!

مولوی عنایت اللہ نے کہا کہ حضرات ہمارا عقیدہ ہے کہ مولیٰ کریم نے اپنے محبوب کریم کو (ﷺ نہیں کہا) ساری مخلوق کا کل شے کا علم عطا فرمایا ہے۔ آپ ما کان و ما یکون کے ذرے ذرے کا علم رکھتے ہیں۔ میں اس عقیدہ کو قرآن و حدیث اور تمام مذاہب کی کتابوں سے ثابت کروں گا۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے یہی مذہب ہے اور اسی کو ہم بیان کرنا سنیّت کی عظمت سمجھتے ہیں۔ اس لئے منکرین علم غیب کو ہمارے دلائل سن کر تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہی عقیدہ علم غیب درست اور صحیح ہے!

حضرت العلامہ خالد محمود صاحب:۔ خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ حضرات! میں نے اپنی تحریر میں اپنا دعویٰ جو لکھ کر دیا ہے اس میں تحریر کیا کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اہل علم کو معلوم ہے کہ خاصہ اس صفت کو کہتے ہیں جو اسی ایک میں پائی جائے کسی دوسرے میں نہ پائی جائے! چونکہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ صفت اسی ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص ہو کسی اور میں اس کا پایا جانا ممکن نہ ہو!

یہ ہمارا عقیدہ ہے اور پوری امت کا عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر میں حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر قرآن پر تحریر فرمایا ہے۔ جو میرے دعوے کی تائید کرتا ہے اس کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ اس پر غور کیا جائے۔ مزید لکھنے لکھانے کی ضرورت نہیں ہے تسلی کے لئے یہی کافی ہے۔ اس وضاحت کے بعد میں فریق مخالف سے گذارش کروں گا کہ اب مزید وقت ضائع نہ کیا جائے بلکہ بات کو شروع کیا جائے تاکہ دور دراز سے آئے ہوئے حضرات آپ کے فاسد خیالات سے واقف ہو سکیں۔ اور حق وصداقت واضح ہو کر سامعین کے سامنے آسکے!

مولوی عنات اللہ

اٹھتے ہی کہا سنو! یہ میرے ہاتھ میں کتاب ہے میں آپ کے سامنے اپنے دعویٰ کی دلیل پیش

کرتا ہوں سنو سنو۔ شور مت ڈالو۔ مولا کریم قرآن میں فرماتا ہے **ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین الذین یو منون بالغیب** ......اس آیت میں مولا کریم فرماتے ہیں کہ متقی پرہیز گار وہ لوگ ہیں جو نبی کریم کے علم غیب پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

دوسری آیت:۔ فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا. ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ نبی کریم کو ذرے ذرے اور کل شے کا علم تھا۔ یہ دونوں آیتیں میرے دعویٰ کی دلیل ہیں۔

سنیو! اگر میں عالم الغیب کا لفظ حضور نبی کریم پر نہ دکھا سکا تو میں کتی کا بچہ ہوں گا۔ عورت نے مجھے نہیں جنا۔ مولوی عنایت اللہ کے اس جملہ پر لوگوں نے کہا۔ بے شک۔ بے شک۔ ماشاء اللہ۔

مولانا علامہ خالد محمود صاحب

حضرت العلامہ مولانا خالد محمود صاحب نے فرمایا حضرات میں نے اپنے دعویٰ میں تحریر کیا ہے کہ علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ اب میں اس دعویٰ کے دلائل پیش کرتا ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الااللہ. اے پیغمبر فرمادیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی علم غیب نہیں رکھتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

حضرات! جب علم کا لفظ غیب کی طرف مضاف ہو تو یہ علم ذاتی کے لئے ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے عالم الغیب کا لفظ نبی اکرم ﷺ کے لئے نہیں بولا۔ کیونکہ جو علم عطائی ہے اس کے لئے علم غیب کے الفاظ قرآن وحدیث میں کہیں نہیں آئے۔

اس لئے میں مولوی عنایت اللہ صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں کسی ایک مقام پر علم غیب کا لفظ کسی مخلوق کے لئے بولا گیا ہو تو دکھایئے آپ کی اس محنت پر اور علم غیب کا اطلاق کسی مخلوق کے لئے دکھانے پر میں آپ کو سو پونڈ پاکستانی ۲۳۰۰ روپے انعام دوں گا۔

نعرہ ہائے تکبیر سے ہال گونج اٹھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ذرہ بھر کسی کے لئے بھی علم غیب ثابت نہیں ہے نہ کوئی

فرشتہ علم غیب رکھتا ہے اور نہ کوئی پیغمبر۔ پیغمبروں کا علم، علم وحی ہے۔ خداوند قدوس نے انہیں بذریعہ وحی کروڑوں علوم عطا فرمائے ہیں ہمارا مسلک ہے۔ علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں ہزاروں مقامات پر تحریر فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ہزاروں اور کروڑوں علوم عطا فرمائے گئے ہیں۔ اس وقت اس پر بحث نہیں ہے بحث صرف اس بات پر ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب تھے یا کہ نہیں۔ اس لئے اب میں بریلوی علماء کو بھاگنے نہیں دوں گا۔ وہ پہلی دفعہ اس طرح میرے سامنے پھنسے ہیں۔ ان کو اب بتانا ہوگا کہ علم الغیب ذاتی اور عطائی میں کیا فرق ہے۔ اور وہ کس طرح عالم الغیب کا اطلاق غیر خدا پر کرتے ہیں۔ لائیے تاکہ آپ کو حسرت نہ رہے۔ آج آپ اپنا شوق پورا کیجئے۔ اور اپنے دلائل پٹاری سے نکالئے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی عوام کے سامنے آسکے۔ حضرت علامہ صاحب نے اس فاضلانہ انداز میں اپنی دلیل پیش فرمائی کہ بریلوی مناظر کے ایک رنگ آتا تھا اور دوسرا جاتا تھا۔ سامنے بیٹھے ہوئے بریلوی یا تو شور مچاتے نہیں تھکتے تھے یا ایک دم سناٹا چھا گیا اور اپنے مولویوں کے چہروں کو ٹک ٹک دیکھنے لگے!

مولانا خالد محمود صاحب نے فرمایا کہ اس موقف میں مولوی احمد رضا خاں (جو بریلویوں کے امام اوّل ہیں) وہ بھی میری تائید میں ہیں انہوں نے بھی لکھا ہے کہ جب علم کا لفظ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے عطائی نہیں

حوالہ ۳۷ ملفوظات ج۔۳

مولوی عنایت اللہ

حضرات میں نے جو دو آیتیں پڑھی ہیں ان میں میرا دعویٰ ثابت ہوتا ہے اس لئے علامہ صاحب کو چاہئیے پہلے میری پیش کردہ آیتوں کا جواب دیں۔ پھر کوئی اور بات کریں۔ اگر یہ میری آیتوں کا (حالانکہ یہ قرآن کی آیتیں تھیں) جواب دیں۔ تو میں ان کو ایک ہزار پونڈ کا انعام دوں گا۔

مولانا علامہ خالد محمود صاحب

حضرات میں نے اپنی گذشتہ تقریر میں کہا تھا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب اگر علم کا لفظ غیب کی

طرف مضاف ہواور یہ کسی پیغمبر یا ولی کے لئے اس کا اطلاق قرآن میں دکھادیں تو میں ان کوسو پونڈ انعام دوں گا مگر انہوں نے میری اس دلیل کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور پھر پچھلی بات دہرانے پر ہی اکتفا کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عنایت اللہ صاحب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی بریلویت بھی میری پیش کردہ دلیل کا جواب نہیں دے سکتی! ان کے محلات کی بنیادیں ریت کے تودوں پر ہیں۔ان بے چاروں کے دامن قرآن وحدیث سے خالی ہیں۔ یہ صرف گانا بجانا جانتے ہیں۔

قرآن وحدیث نہ انہوں نے پڑھا ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث سے انہیں کوئی سروکار ہے اس لئے علماء کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے اور طرح طرح سے انہوں نے مناظرہ سے فرار ہونے کے منصوبے بنائے مگر ہم نے ان کے تمام کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اور علمائے حق کا یہ قافلہ خود بخود ان کے ہال میں چلا آیا۔اب یہ کہاں جاسکتے ہیں۔انہیں بھاگنے نہیں دیا جائے گا۔ان کی ایک ایک بات کا جواب دیا جائیگا۔مولوی عنایت اللہ صاحب نے کہا ہے کہ میری پیش کردہ آیتوں کا جواب نہیں دیا اس لئے میں آگے نہیں چلوں گا۔جب تک میرا جواب نہ دیا جائے۔اگرچہ آپ نے میری دلیل کا جواب نہیں دیا مگر وہ آپ کے ذمہ قرض ہے۔ادھار ہے۔

لیجئے! میں آپ کی خواہش پوری کرتا ہوں اور آپ کی پیش کردہ پہلی آیت کا جواب حاضر ہے۔

مولوی صاحب! اس آیت پاک یومنون کے مفہوم اور مطلب میں آپ نے جمہور امت کو شرما کے رکھ دیا ہے۔ پوری امت کے مفسرین اور علماء نے اس کا کبھی یہ مفہوم نہیں لیا کہ آیت کا معنٰی یہ ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں۔اگر آپ کسی مفسر کا حوالہ بھی دکھادیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ علم غیب کا اطلاق آپ کی ذات گرامی پر ہے اور آپ کو عالم الغیب کہنا درست تو آپ کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ یہ ترجمہ خود بانی بریلوی مذہب مولانا احمد رضا خاں نے بھی نہیں کیا۔

دوسری آیت میں **فلایظهر علیٰ غیبه احدا الامن ارتضیٰ من رسول** اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس رسول کو پسند فرماتے ہیں اس کو غیب کی خبریں بتا دیتے

ہیں۔اس پر غیب کی خبروں کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ اظہار غیب۔اور خبر غیب دینا۔ یہ تو ہمارے عقیدے سے تعلق رکھنے والی بات ہیں۔ان کو تو میں پیش کروں گا۔آپ تو یہ بتائیں کہ عالم الغیب حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے اوراس کے لئے قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیں۔میں انہی دلائل پر توجہ دوں گا جو آپ کے موقف کی تائید میں ہوں۔ادھر ادھر کی باتیں آپ کو نہیں کرنے دوں گا۔

علاوہ ازیں یہاں بھی غیب سے مراد بقول مولوی احمد رضا خاں بریلوی قیامت کا علم ہے۔اور یہ بلاشبہ اللہ رب العزت ہی کو معلوم ہے کسی دوسرے کو معلوم نہیں لہذا اس سے بھی استدلال درست نہیں۔

ملفوظات ۱۰۰ ج ا

اب میرے سوالات کی فہرست آپ کے ذمہ ہے اور آپ ان کا ترتیب وار جواب دیں۔

۱۔ علم غیب کا اطلاق مخلوق پر دکھائیں۔

۲۔ عالم الغیب کا لفظ حضور ﷺ پر پورے قرآن میں بولا گیا ہو۔

۳۔ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس کا اثبات غیر کے لئے کرنا شرک ہے یا نہیں؟

۴۔ اظہار غیب۔اطلاق غیب۔خبر غیب دینا۔

یہ سب ایسے عنوان ہیں جن کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔آپ تو صرف اور صرف علم غیب کا اطلاق حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے دکھائیں۔

علامہ صاحب کے اس بیان پر بریلوی علماءاور سامعین میں سراسیمگی پھیل گئی۔ان کے چہرے زرد پڑ گئے اور رنگ فق ہو گئے۔اور آپس میں کھسر پھسر شروع ہو گئی۔

بریلویوں کی کھسر پھسر: معلوم ہوا کہ حامد علی شاہ نے کہا کہ مناظر مولوی عنات اللہ کی بجائے مجھے مقرر کر دیا جائے اور صدر مولوی عبدالقادر کی بجائے مولوی عبدالوہاب اچھروی کو مقرر کیا جائے کیونکہ ہمارا مناظر اور صدر دونوں ناتجربہ کار اور ناپختہ اور علم مناظرہ سے عاری ہیں ان کی وجہ سے ہمیں ذلت آمیز شکست ہو رہی ہے۔ بریلویت کی دیواریں گر رہی ہیں اور ہماری جڑیں اکھڑ رہی ہیں۔ہم پوری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے لیکن چند بوڑھے اور پرانے بریلویوں نے انہیں

سمجھایا کہ اس مرحلہ پر اگر صدر اور مناظر کو بدلا گیا تو یہ تو کھلی اور چٹ ننگی شکست ہوگی جس کی نہ کوئی تادیل ہو سکے گی۔ اور نہ ہی کوئی وجہ جواز بیان ہو سکے گی۔ اس لئے غوث اعظم کا واسطہ ہے کہ اس وقت اس تجویز پر زور نہ دیا جائے آئندہ کبھی ہم مولوی عنایت اللہ کو مناظر اور مولوی عبدالقادر کو صدر مناظرہ نہیں بنائیں گے! فی الحال مناظرہ ختم کرانے کے لئے کوئی منصوبہ بنایا جائے۔ اس پر سب نے اتفاق کرتے ہوئے مناظرہ بند کرانے کی تدبیریں شروع کردیں۔

مولوی عنایت اللہ

حضرات! مولوی خالد محمود صاحب بار بار عالم الغیب کا لفظ حضورؐ کے لئے قرآن سے دکھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ لیجئے میرے ہاتھ میں کتاب ہے اور میں آپ کو دکھاتا ہوں

پورے ہال سے آوازیں آئیں دکھایئے دکھایئے! مگر وہ کیا دکھاتے اور دکھاتے بھی کہاں سے آخر انہوں نے عاجز ہو کر کہا!

کہ او دیوبندیو۔ سن لو! ہم بھی حضورؐ کے پاس ذرہ برابر علم غیب ذاتی نہیں مانتے!

مولانا محمد ضیا القاسمی

آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور گرج دار آواز میں فرمایا کہ فیصلہ ہو گیا دیوبندی جیت گئے۔ یہ تو علماء دیوبند کا عقیدہ ہے............مولوی عنایت اللہ صاحب یہ عقیدہ لکھ کر دو۔

بس پھر کیا تھا پورے ہال میں دیوبندی اہل سنت نوجوانوں نے نعرہ ہائے تکبیر سے رضا خانیت اور بریلویت پر بجلی گرادی۔ علمائے دیوبند زندہ باد۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی زندہ باد۔ علامہ خالد محمود زندہ باد کے نعروں سے ہال گونج اٹھا۔

نوجوانوں نے بیک زبان یہ نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ اور رضا خانیو! لکھ کر دو۔ لکھ کر دو۔ لکھ کر دو!

بریلویت کا حال اس وقت دیکھنے کے قابل تھا۔ مولوی حامد علی اپنی کرسی سے اٹھ کر مولوی عنایت اللہ کی طرف لپکا کہ تم نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ تو نے ایسا جملہ کیوں بولا ہے جس سے ہمیں شکست ہو جائے۔ اب ان باپوں کو سنبھالو۔ دو چار نوجوانوں نے مولوی عنایت اللہ کو کھینچا۔ مولوی مفتی گل رحمٰن نے چھڑایا۔ اس طرح وہیں مولوی عنایت اللہ کے مصنوعی دانت افراتفری میں

گر گئے !اور مولوی گل رحمٰن نے اٹھا کر دیئے۔

اب پورے ہال سے ایک ہی آواز ہے۔ہم جیت گئے ۔مولوی عنایت اللہ یہ بات لکھ کر دو۔ رضا خانیو لکھ کر دو۔

لکھ کر دو،لکھ کر دو سے پورا ہال گونج رہا تھا۔

مولوی عبدالوہاب اچھروی

مولوی عبدالوہاب نے بلند آواز میں مولانا ضیاء القاسمی صاحب سے کہا کہ ڈرامہ خوب کرا لیتے ہو!

مولانا محمد ضیاء القاسمی

مولانا نے فرمایا کہ بیٹا جی تم بھی خیر سے بولے ہو۔ بیٹا تم ابھی بچے ہو!تم ابھی خاموش رہو۔ اور بچپن کی عادات نبھاؤ۔ میں نے آپ کے والد کو چار دفعہ مناظرے سے بھگایا ہے۔اس لئے تمہیں چپ بھلی ہے ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو اپنے بڑوں کا دیکھ رہے ہو! مولوی عبدالوہاب بیچارا اس طرح خاموش ہوا کہ پھر تو اس نے اوپر آنکھ تک اٹھا کر نہیں دیکھا۔

بریلویوں کی حالت

بریلویوں کی عجیب حالت ہو چکی تھی اور وہ مولوی عنایت اللہ اور اپنے مولویوں کی طرف گھور گھور کر دیکھ رہے تھے اور اپنے مولویوں کو مشورے دے رہے تھے کہ کسی طرح مناظرہ کو ختم کر دیا جائے۔اس طرح تو تم ہمیں برطانیہ میں رہنے کا نہیں چھوڑو گے! بریلوی مولویوں نے آپس میں مشورہ کر کے مناظرہ سے جان چھڑانے کا فیصلہ کرلیا۔ اور پہلے سے ڈیوٹی پر بٹھائے ہوئے نوجوانوں کو ہدایات دینا شروع کر دیں۔

ہال میں گھوم پھر کر ہدایات جاری کرنے کا کام رضا خانی سپرنٹنڈنٹ مولوی قمر الزماں اعظمی کر رہے تھے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی پر مرچیں پھینکی گئیں

مولانا محمد ضیاء القاسمی جو اس مناظرہ میں اپنے کردار اور بہادری کی وجہ سے پورے ہال پر چھائے ہوئے تھے۔ان کی انکھوں میں ہال میں سے سرخ موچوں کا لفافہ پھینکا گیا۔مگر اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمارہے تھے اس لئے وہ لفافہ ان کے پاؤں میں آکر گرا۔اس طرح مولانا محمد ضیاء القاسمی ان کے اس بزدلانہ وار سے بال بال بچ گئے۔اسی طرح کسی رضا خانی نے ان کی عینک پر سکے پھینکے جو ایک پتھر کا کام کر سکتے تھے مگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ناکام ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ شیر اسی طرح اپنی گرجدار آواز سے رضا خانی مولویوں کو للکارتا رہا۔

بریلویوں کی شکستِ فاش

مولوی عنایت اللہ صاحب نے جب برملا اس بات کا اعلان کر دیا کہ ہم بھی حضورؐ کا علم غیب ذاتی نہیں مانتے۔اس اعلان سے پورے ہال میں اہل حق کے ہاں مسرت اور خوشی کی لہر دوڑ گئی۔اور بریلوی بھی اس اعلان پر حیران اور ششدر ہو گئے کہ ابھی تو ہمارے مناظر نے لکھ کر دیا ہے کہ حضورؐ کو کل شے کا علم ہے۔اور اب اعلان کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کو ذاتی طور پر علم نہیں تھا۔اس سے بڑا تضاد کیا ہو سکتا ہے۔اس اعلان کے بعد مولوی عنایت اللہ۔مولوی عبدالقادر مولوی حامد علی شاہ۔مولوی عبدالوہاب اور مفتی گل رحمٰن کی حالت قابل دید تھی چہرے زرد تھے۔ پسینے چھوٹ رہے تھے۔اور باطل کا رنگ ان کے چہروں پر غالب آ گیا تھا۔اور وہ آپس میں الجھ رہے تھے اور جان چھڑانے کا راستہ تلاش کر رہے تھے مگر سب تدبیریں ناکام ہو رہی تھیں۔کیونکہ سامعین نے انہیں زچ کر دیا تھا کہ اپنا یہی عقیدہ لکھ کر دو۔تا کہ تمہاری داستان تک نہ رہے داستانوں میں۔ اظہار غیب۔اطلاع غیب۔انباء غیب کے الفاظ تو قرآن وحدیث میں آئے ہیں۔جن سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے علوم پر روشنی پڑتی ہے اور انہی الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم ﷺ کو کروڑوں علوم عطا فرمائے ہیں مگر عالم الغیب کا لفظ قرآن میں کسی مقام پر بھی حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات گرامی کے لئے نہیں بولا گیا۔اس لئے بریلوی مناظر یہ لفظ نہ دکھا سکتا تھا۔

اور نہ ہی دکھا سکا اور نہ قیامت تک دکھا سکے گا۔

جَاءَ الحقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ

مولانا حامد علی شاہ کی ہرزہ سرائی

جب بریلوی جماعت کے مولویوں نے دیکھا کہ علمائے دیوبند کی فتح آشکار ہو چکی ہے اور پورے ہال میں اس کے آثار نمایاں ہوتے جارہے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ حامد علی شاہ کے ذمہ سب وشتم اور ہرزہ سرائی کا کام لگا دیا جائے کیونکہ وہ گالی گلوچ اور بے ہودگی کے چمپئین ہیں اور انہیں خاندانی طور پر یہ ورثہ ملا ہے اس لئے ان سے بہتر کوئی اور ہرزہ سرا نہیں ہوسکتا چنانچہ مولوی حامد علی شاہ اپنے منصب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اٹھے اور اٹھتے ہی گالی گلوچ اور سب وشتم کرنا شروع کردیا۔ حضرت العلامہ مولانا خالد محمود صاحب کو کہا کہ تم پر لعنت ہو۔ تم نے ہمارا جینا دوبھر کردیا ہے! اس پر پورے ہال میں حامد علی شاہ کی اس بیہودگی پر احتجاج کیا جانے لگا اور پورے ہال سے آوازیں زور پکڑ گئیں کہ حامد علی شاہ کو اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ ہم ایک عالم دین کی توہین برداشت نہیں کرسکتے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی

علمائے دیوبند کے قابل فخر صدر مناظرہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے بریلوی جماعت کے صدر مولوی عبدالقادر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ علمی مناظرہ ہے اس میں ہمیں توقع تھی کہ آپ اپنے رفقاء کو سنجیدہ اور باوقار زبان استعمال کرنے کی تلقین کریں گے اور ان کی بے ہودگیوں کا نوٹس لیں گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے رفقاء آپ سے بھی زیادہ فاضل ہیں اور آپ بے کار اور بے اختیار صدر ہیں۔ اس لئے میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ حامد علی شاہ کو کہیں کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں ورنہ میں انہیں وہ مزہ چکھاؤں گا۔ کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ یہ میدان مناظرہ ہے اور ہمارا خطاب ان لوگوں سے ہے جو بولتے ہیں بھونکتے نہیں۔ اگر بھونکنا ہی تھا تو اس کے لئے آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بہیترے جانور اور تھے آپ ان کو بھی ساتھ لے آتے تو سٹیج پر حامد علی شاہ کی نیابت کا کام وہ بخوبی انجام دے سکتے تھے اس لئے میں اس وقت تک

آپ کونہیں چھوڑوں گا جب تک آپ یہ الفاظ واپس نہیں لیتے۔

پورے ہال نے بیک زبان ہوکر کہا کہ درست ہے کہ حامد علی شاہ کو اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ ان کے پاس اگر دلائل نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب گالی گلوچ پر اتر آئیں۔

یہ غیر شریفانہ غنڈوں کی زبان استعمال کرنے والے کسی طرح بھی عالم نہیں ہو سکتے۔

حامد علی شاہ

قاسمی صاحب آپ اس قدر غصے میں کیوں آ گئے ہیں۔ میں نے تو قرآن کی آیت پڑھی ہے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی

آپ نے فرمایا کہ اب آپ نے دوسرے جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہے آپ نے آیت نہیں پڑھی تھی بلکہ آپ نے حضرت العلامہ کا نام لے کر گالی دی ہے۔ اس لئے آپ کو وہ الفاظ واپس لینا ہوں گے اگر ہم نے اصل حقائق بیان کرنا شروع کر دیئے تو آپ کے مقتدی آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

حامد علی شاہ

قاسمی صاحب آپ ذرا میرے بارے میں کچھ بیان تو کریں اگر میرے مقتدی آپ کو کچا نہ چبا گئے تو میں حرامی ہوں گا۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی

آپ کو سرگودھا میں پیر سیالوی نے غبن اور زنا کے جرم میں پاکستان بدر کرایا!

آپ نے ہالینڈ میں کئی بھولے بھالے مریدوں کے گھر لوٹے۔ ان کی دنیا بھی لوٹی اور عزت بھی۔

ہالینڈ میں آپ کی پٹائی جوتوں سے رضا خانی جماعت نے کی اور آپ وہاں سے دم دبا کر بھاگے۔

اس پر پوری رضا خانی سٹ پٹا گئی کہ یہ ہمارے مناظر کے مددگار کے کرتوت ہیں۔لوگ توبہ توبہ کرنے لگے۔اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ بریلوی مولویوں کے پاس سوائے گالی گلوچ اور شور کے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سوائے حلوے مانڈے کے اپنے دامن میں کچھ نہیں رکھتے۔ یہ جھوٹے ہیں اوران کا مسلک کتاب وسنت سے الگ کوئی راستہ ہے اگر سچے ہوتے تو اپنا موقف دلائل سے پیش کرتے۔اور دیوبندی مناظر حضرت علامہ خالد محمود صاحب اور مولانا محمد ضیاء القاسمی نے اپنے علمی اخلاقی اعتبار سے اپنا سکہ منوالیا۔

بریلوی مولویوں نے پولیس کو مدد کے لئے پکارا۔اور پولیس آ گئی اور پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے اعلان کر دیا۔ چونکہ ہال جتنے وقت کے لئے بک کرایا گیا تھا وہ ٹائم ختم ہو چکا ہے۔اس لئے اب ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہال اب خالی کر دیا جائے۔ چونکہ یہ ہال بریلوی جماعت نے بک کرایا تھا اور دیوبندی جماعت اپنے بہادر خطیب مولانا محمد ضیاءالقاسمی کی قیادت میں اس ہال میں داخل ہوئی تھی اس لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اب مناظرہ نہیں ہو سکے گا۔ بریلوی جماعت تو پہلے ہی اس بات کے لئے تیار بیٹھی تھی کہ اعلان سنتے ہی تتر بتر ہونے لگے اور مولوی **ثُمَّ نُكِسُو علىٰ رُوُسِهِمْ** کی مکمل تصویر بنے کھڑے تھے!

حضرت علامہ خالد محمود کی آخری للکار

حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے آخری بار بریلوی علماء کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ اگرچہ ہال کا وقت ختم ہو چکا ہے مگر ہم نے جو ہال طے شدہ فیصلہ کے مطابق بک کرایا تھا اس کی بکنگ کا وقت ابھی باقی ہے میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ میں اگر رتی بھر بھی صداقت موجود ہے تو آپ فوراً ہمارے ہال میں پہنچ جائیں اور وہاں پر مناظرہ جاری رہے گا اور تم بتا کر جاؤ کہ حضور ﷺ پر علم غیب کا اطلاق قرآن میں کہیں کیا گیا ہے۔ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دیوبندیت انشاءاللہ زندہ رہے گی کیونکہ دیوبندیت قرآن وحدیث کی حسین تعبیر کا نام ہے۔

آیئے؟ ہم سٹی ہال شیفیلڈ میں پھر تمہارا انتظار کرتے ہیں مگر توحید وسنت کی فتح ہو چکی تھی۔اہل فتح کا ڈنکا بج چکا تھا۔اہل حق کی رو رو کر کی گئی دعائیں منظور ہو چکی تھیں۔حق کا بول بالا ہو چکا تھا اور

باطل کا منہ کالا ہو چکا تھا اس لئے مولوی عنایت اللہ اور ان کی پوری جماعت مشرکانہ مسلک کی شیفیلڈ میں دفن کر کے جا رہی تھی ضربت علیھم الذلة والمسکنة

آخری منظر

پولیس نے سٹیج کو اور پورے ہال کو گھیرے میں لے لیا اور فریقین سے کہا کہ چونکہ ہال کا وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے آپ سب حضرات تشریف لے جائیں۔ مولوی قمرالزمان جو بریلوی جماعت کے منتظم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے پولیس افسر سے درخواست کی کہ ہمارے علمائے کرام کو اپنی حفاظت میں ان کی سواریوں تک پہنچا دیں۔ تا کہ یہ آپ کی حفاظت میں اپنی قیام گاہ تک پہنچ سکیں چنانچہ پولیس نے بریلوی مولویوں کی اپنی حفاظت میں ان کی قیام گاہ تک پہنچایا۔ حالانکہ بریلوی حضرات کی تعداد چار پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ اور علمائے دیوبند کی تعداد سنت بدر کے مطابق تقریباً تین سو تیرہ تھی! اس لئے پورے شیفیلڈ میں اس روز اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت کے بے پایاں نظارے دیکھنے میں آئے۔ مناظر اہل سنت حضرت علامہ خالد محمود صاحب اور خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب تقریباً گھنٹہ بھر سٹی ہال شیفیلڈ کے سامنے بریلوی مولویوں اور عوام کا انتظار کرتے رہے کہ یہ حضرات شاید یہاں پہنچ کر مناظرے کو جاری رکھیں۔ مگر مولوی عنایت اللہ اور اس کی جماعت شیفیلڈ سے اس طرح بھاگے جس طرح ان کے اباؤ اجداد میدان بدر سے بھاگ گئے دیوبندی علمائے کرام صحیح معنی میں اہل سنت والجماعت ہیں۔ انہوں نے پوری دنیا میں توحید و سنت اور عشق رسالت کا علم بلند کیا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ کو کروڑوں علوم سے بہرہ ور فرمایا ہے وہ تمام علوم سرور کائنات ﷺ کے سینہ معرفت خزینہ میں جمع فرما دیئے تھے جو منصب نبوت اور شان نبوت کے شایانِ شان اور ضروری تھے۔

علم غیب جو خاصہ باری تعالیٰ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے!

علمائے حق کی جماعت انتظار شدید کے بعد حضرت مولانا عبیدالرحمان صاحب جناب حاجی بوستان صاحب۔ جناب حسن شاہ صاحب۔ جناب محبت خاں صاحب اور افسر خاں کی رفاقت میں انجمن توحید و سنت کے مرکز شیفیلڈ کی طرف نہایت احترام و اعزاز کے ساتھ روانہ ہوئے!

پورے برطانیہ میں اس مناظرہ کی دھوم مچ گئی۔ بریلویت کے لئے یہ مناظرہ پیغام موت ثابت ہوا۔ اور پورے برطانیہ میں اس بات کو شدت سے محسوس کیا گیا کہ اگر بریلوی مولوی اور عوام مسلسل شور برپا نہ کرتے اور اپنے وڈیروں کے طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے قرآن وسنت کے دلائل کے سامنے مظاہرہ نہ کرتے تو اس مناظرہ سے دنیائے بریلویت انگلینڈ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہوجاتی۔

بریلویوں کے امام مولوی عنایت اللہ کا یہ اعلان کہ ہم حضورؐ کے ذاتی علم کو نہیں مانتے۔ پورے برطانیہ کے مسلمانوں میں موضوع سخن بنا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ مولوی عنایت اللہ نے جس عقیدہ کا مناظرے میں اعلان کیا ہے یہ سٹیج پر کیوں نہیں بیان کیا جاتا۔ یہ صحیح ہے کہ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور دکھانے کے دانت اور ہیں۔

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آخری گذارش

قارئین کرام! یہ تھی معرکہ حق و باطل کی مختصر سرگذشت اور مجمل سی روئیداد جو آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں بریلوی مناظرین کی علمی بے بضاعتی اور دلائل کی کم مائیگی سے قطع نظر دوسری بیسیوں کمزوریاں کسی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والے آدمی پر مخفی نہیں رہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ (۱) ان کا مناظرہ سے گریز ۲۔ مقررہ جگہ سے فرار۔ ۳۔ موضوع مناظرہ سے انحراف۔ ۴۔ ترتیب ۵۔ تبدیلی مناظر ۶۔ آداب مناظرہ کی خلاف ورزی ۷۔ بدخلقی۔ ۸۔ بدگوئی اور بدزبانی۔ پھر ان سب سے بڑھ کر بدنیتی اور ان جیسی دوسری بیشمار بداعتدالیاں ان کی اس عبرتناک شکست اور شرمناک ہزیمت کا باعث بنیں۔

آنکھ والے نے تیری کم بختی کا تماشا دیکھا
دیدہ کور کیا نظر آئے کیا دیکھے!

اب اس سب کچھ کے برعکس بے حیاباش وہر چہ خواہی کن کے مصداق شکم پرور اور دین فروش مفرور ملاؤں کے جھوٹے پروپیگنڈے کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہوا۔شکست کے فوراً بعد اشتہار چھاپتے ہیں کہ دیوبندی مولوی آیت **فلایظھر علیٰ غیبه احداً** ۔اور **النبی ھو المطلع علی الغیب** کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

لعنت اللہ علی لکاذبین..................

پھر نہ کیجئے میری گستاخ نگاہی کا گلہ۔

دیکھئے پھر آپ نے پیار سے دیکھا ہے مجھے

قارئین کرام! واقعہ یہ ہے کہ یہ اعتراض پوری بریلوی ملت کا بعد کا پیدا کردہ ہے اور باقاعدہ سوچا سمجھا اعتراض ہے۔مگراس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ ہم منہ میں زبان نہیں رکھتے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ملاحظہ ہوں جواب!

۱۔ یہ آیت خاص ہے انکا دعویٰ عام ہے چونکہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں لہذا ان کا دعویٰ خارج ہے۔

۲۔ آپ کا دعویٰ اثبات علم غیب کا ہے مگر دلیل مذکورہ آیت اظہار غیب یا اطلاع غیب کا اثبات کر رہی ہے اس میں بھی دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔

۳۔ پھران سب پر مستزاد یہ ہے کہ بریلوی امت کا دعویٰ ذرہ ذرہ پتہ پتہ اور قطرہ قطرہ جاننے کا ہے مگر آیت غیب کی صرف ایک بات کا اثبات کر رہی ہے جیسے ارشاد ہے **فلایظھر علیٰ غیبه احداً** .... غیب کی صرف ایک بات۔**علیٰ غیوبه** نہیں فرمایا جارہا۔اس سے بھی ہمارے ہی موقف کی تائید ہورہی ہے۔

۴۔ **عالم الغیب فلایظھر علیٰ غیبه** میں علم کی اضافت براہ راست غیب کی طرف فرمائی جارہی ہے اور بقول مولوی احمد رضا خاں بریلوی جب علم کی نسبت غیب کی طرف ہوتو اس

وقت صرف علم غیب ذاتی ہی مراد ہوتا ہے جو خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے اور بس۔

۵۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت سے مراد صرف قیامت کا علم ہے اور قیامت کا علم بالاتفاق اللہ رب العزّت کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔

ملفوظات ص ۱۰۰ ج ۱

ع۔ زلیخاں نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

....

ہم سے اُلجھو گے تو انجام قیامت ہوگا!

ہم نے روندا ہے زمانے میں حسینوں کا وقار

اب لیجئے دوسرا اعتراض کہ لفظ نبی کا معنیٰ ہی غیب داں کا ہے۔ معاذ اللہ حالانکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ اصطلاحی نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کے نہیں اور نہ ہی اصطلاحی نبی نباء سے موخوذ ہے۔ بلکہ اصطلاح نبی نبوۃً یا نباوۃ سے موخوذ ہے۔ اور اس کے معنیٰ رفیع القدر اور عظیم المنزلت کے ہیں۔ مشہور امام فن، مفسّر قرآن علامہ حسین بن محمد اصفہانی اپنی معرکتہ الآرا کتاب مفردات فی غریب القرآن میں فرماتے ہیں کہ

النبی من النبوۃ ای الرفعۃ وسمی نبیاً لرفعۃ منزلہ عن سائر الناس المدلل علیہ قولہ تعالیٰ ورفعناہ مکاناً علیاً فالنبی بغیرا لھمذاء بلغ من النبی بالھمذ لانہٗ لیس کل مبناء رفیع القدر والمحل (ص ۵۰۰)

یعنی لفظ نبی نبوۃ سے مشتق ہے جس کے معنی رفعت اور بلندی کے ہیں۔ نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے لفظ نبی بغیر ہمزہ زیادہ بلیغ ہے بنسبت بالہمزہ کے۔ کیونکہ باہمزہ کے معنی خبر دینے والے کے ہوتے ہیں اور یہ صحیح ہے کہ خبر دینے والا رفیع القدر اور عظیم المرتبت نہیں ہوتا۔ لہٰذا نبی بغیر ہمز کہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بھی مطابقت ہو جائے کہ ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا۔

۲۔ لغت کے دوسرے امام مرتضیٰ زبیدی اپنی کتاب تاج العروس میں فرماتے ہیں کہ!

النبی من النبوۃ والنباوۃ وھی الارتفاع ای انہ اشرف علیٰ سائر الخلق ص ۱۳۲ ج ۱ باب ن و ع

یعنی نبی نبوۃ یا نباوۃ بمعنی بلندی سے مشتق ہے گویا ساری مخلوق سے اشرف۔ان آئمہ کرام نے اپنی تائید میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی پیش فرمائی ہے تا کہ اتمام حجت میں کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہ جائے اور مسئلہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جائے۔

مستدرک حاکم میں ہے۔

عن ابی الاسود عن ابی ذر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ان اعرابیاً قال یانبئی اللّٰہ (بالھمزہ) قال فذکر لست بنبئی اللّٰہ (بالھمزہ) ولٰکن نبی اللّٰہ.

(بغیر الھمزہ) کنزالعمال ص ۱۱۴ ج ۶ حدیث ن ۱۷۷۴

ترجمہ:۔یعنی ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ کو اے غیب داں کہہ کر پکارا۔تو آپ نے فرمایا کہ میں غیب داں نہیں ہوں۔ بلکہ میں رفیع القدر اور عظیم المنز لت ہوں۔

۲۔ اسی حدیث کو ابن عمرؓ کے حوالہ سے صاحب منتخب کنز العمال نے مسند احمد ص ۳۰۹ میں بھی ذکر فرمایا ہے

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔

۳۔ مرتضٰی زبیدی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ!

اذجہ الحاکم فی المستدرک عن ابی الاسود عن ابی ذرؓ وقال انہ صحیح علیٰ شرط الشیخین (تاج العروس ص ۱۲۲ ج ۱)

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مذکورہ الصدر حدیث میں اعرابی موصوف کا منشا آپ کی اہانت بالزام کہانت تھی مگر آنحضرت ﷺ نے یہ تنکیر فرما کر غیب دانی اور کہانت کے الزام سے بریت کا اعلان فرمادیا۔

لمارائی ان الرجل خاطبہ بالھمزہ لبغض منہ مفردات القرآن ص ۵۰۰)

اور یہی تعبیر علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے آیت **واذکر فی الکتاب موسیٰ**

کے تحت ذکر فرمائی ہے ملاحظہ ہو سورہ مریم۔

وبہٖ استدل الذرکشی ان المختار فی النبی ترک الھمزۃ مطلقاً

(تاج العروس)

یعنی اسی بنا پر علامہ زرکشی نے لفظ نبی کو بلا ہمزہ پڑھنا مختار قرار دیا ہے۔مگر بریلوی مولوی اسی پر مصر ہیں کہ

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب النبوۃ ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر

(ملفوظات ص ۲۵۴ ج ۳)

النبی ھو المطلع علی الغیب (احکام شریعت ص ۲۵۵ ج ۳)

نبوت کہتے ہی علم غیب دینے کو ہیں۔ (ملفوظات ص ۲۵۴)

نبی مشتق ہی نباء بمعنی خبر سے ہے۔ (خزائن العرفان ص ۲۰۲)

قارئین کرام:۔ ہمیں شبہ ہے کہ بریلوی مولوی اوران کی ذریت کا سلسلہ نسب کہیں اسی بےادب اور گستاخ اعرابی سے نہ ملتا ہو جو آنحضرت ﷺ کو بریلویوں کی طرح نبی بالہمزہ کہنے پر ہی مصر تھا۔

۱۔ قرآن مجید میں نبی بلا ہمزہ آیا ہے۔

۲۔ حضور ﷺ نے بھی بلا ہمزہ فرمایا ہے۔

۳۔ آئمہ لغت نے **فالنبی بغیر الھمزہ بلغ من النبی بالھمز** کہا ہے۔

۴۔ مشہور امام نحو سیبویہ نے **الھمز فی النبی لغۃ روئیۃ** یعنی نبی کو ہمزہ کے ساتھ پڑھنا روی لغت قرار دیا ہے جب کہ قرآن لغت جیداور فصیح ہے۔

۵۔ جوہری نے اپنی صحاح میں نبی و فعیل بمعنی مفعول نہ بنا کر اور بمعنی فاعل فرما کر ہماری تائید فرمائی ہے۔

(الصحاح جوہری)

مگر بریلوی مولوی یہی کہے جارہے ہیں کہ!

جو ہمیں کہنا ہے اس سے باز آسکتے نہیں
ہم کسی برہان کو خاطر میں لا سکتے نہیں

....

قارئین کرام:۔ ہمارا پوری ملت بریلویہ سے چیلنج ہے کہ وہ اس مسئلہ پر جب چاہیں اور جہاں چاہیں ہم سے مناظرہ کرلیں۔ ہم ہر وقت تیار ہیں۔

هل من مبار زیبارزنا!

قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ حاضر وناظر پر ایک جدید طرز سے محقّقانہ بحث کی گئی ہے جس سے احقاقِ حق اورابطالِ باطل کا سماں بندھ گیا ہے

التّحقِیقُ النّادِر
فی
مَسئلۃ الحاضرِ وَالنّاظِر

مولفہ
محمّد ضیاء القاسمی مہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد

ناشر
ناظم مَکتبَہ قاسِمیّہ
اے بلاک غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیراں دتہ

مختارکل رحمت یزداں مالک کون ومکاں حضرت محمد مصطفٰی ﷺ ہروقت حاضرو ناظر ہیں وہ ہم گنہگاروں کے پاس تشریف لاتے ہیں اور ہمارے تمام اعمال وافعال کا مشاہدہ فرماتے ہیں جب تک دیوبندی اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے کسی طرح بھی ان کا سرکار سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں تسلیم کیا جاسکتا میں قرآن مجید اور حدیث شریف سے ثابت کرسکتا ہوں کہ سرکار والا شانؐ ہروقت ہر جگہ ہر زمانے میں حاضر و ناظر ہیں۔

اللہ دتہ

سرکار دوعالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر فضائل اور درجات مرحمت فرمائے ہیں کہ میرے جیسا عاجز انسان ان کو شمار بھی نہیں کرسکتا۔ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ مگر اس کے باوجود ہر وقت اور ہر مقام پر سمیع وبصیر اور موجود اور ہمارے خیال واعمال کو دیکھنے والا اور جاننے والا اللہ ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کو ہروقت ہر جگہ اور ہر زمان میں حاضر و ناظر ماننا بے دینی ہے۔ کتاب اللہ صحاح ستہ اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے اقوال میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ یہ آپ کو خود ساختہ اصطلاح ہے میں چاہتا ہوں کہ اس پر آج ذرا کھل کر بحث ہوجائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہوجائے۔ قرآن وحدیث کے سینکڑوں دلائل سے میں آپ کے باطل دعویٰ کی دھجیاں بکھیر دوں گا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں یا آپ اپنے اپنے دلائل پیش کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کو بالکل واضح طور پر متعین فرمادیں کہ حاضر و ناظر کے سلسلہ میں آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ اور حاضر و ناظر کی صحیح واضح اور صریح تعریف کیا ہے؟

پیراں دِتہ

یہ آپ نے درست فرمایا کہ بحث سے پہلے حاضر و ناظر کی تعریف اور دعوے کا تعین ہوجائے

تاکہ واضح موقف کے بعد مسئلہ میں کوئی الجھاؤ باقی نہ رہے۔اس طرح بات کو آسانی سے سمجھا بھی جاسکے گا۔

ہمارے علمائے کرام نے حاضر و ناظر کی لغوی تحقیق جو فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاضر اسی کو کہا جائے گا جو حواس سے پوشیدہ نہ ہو اور کھلم کھلا بے حجاب آنکھوں کے سامنے موجود ہو تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر۔علامہ احمد سعید صاحب کاظمی حاضر کے بعد ناظر کی تحقیق یوں فرماتے ہیں کہ آنکھ کے ڈیلے کی سیاہی کو جس میں آنکھ کا تِل ہوتا ہے ناظر کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حاضر وہ ہوگا جو کھلا کھلا بلا حجاب موجود ہو اور ہر آنکھ کو نظر آئے اور ناظر وہ ہوگا جو اپنی آنکھ سے دیکھے! اس لغوی تعریف کی روشنی میں ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ سرکار طیبہؐ تمام کائنات میں حاضر و ناظر ہیں جب سے یہ دنیا بنی ہے اور جب تک قائم رہے گی ہر وقت ہر جگہ اور ہر زمانے میں حاضر و ناظر ہیں آپؐ کو حاضر و ناظر نہ ماننا بے دینی ہے، اہل سنت کے مسلک سے کھلا انحراف ہے اور کفر سے ملاپ ہے۔اب آپ ہی فرمائیے کہ اس کے بعد بھی ایمان نہیں لاؤ گے؟

اللہ دتہ

آپ نے حاضر و ناظر کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ پر حاضر کا لفظ جب بولا جائے گا تو اس سے یہ بات ضروری ہو جائے گی کہ جب آپؐ حاضر ہیں تو کھلم کھلا آپ کو بلا حجاب ہر شخص دیکھ سکے گا، اور اگر آپؐ نظر نہ آئیں تو آپؐ حاضر نہیں ہوں گے! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جب سرکار دو عالم ﷺ تشریف لاتے ہیں تو کیا کسی نے آج تک آپؐ کو آتے ہوئے دیکھا ہے کیونکہ حاضر تبھی ہوں گے جب تمام کے تمام اجتماع والے آپ ﷺ کو دیکھا پائیں اور آپؐ کی ذات گرامی ہر ایک شخص کو کھلم کھلا سامنے نظر آئے!

(۲) جب ہر آدمی آپؐ کو کھلم کھلا سامنے دیکھے گا اور نبی پاک ﷺ ہر ایک کو اپنی نظر مبارک سے دیکھیں گے تو ایسا آدمی صحابی کی تعریف میں آئے گا یا نہیں؟ کیونکہ جن حضرات نے ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کو کھلم کھلا بلا حجاب سامنے دیکھا وہی تو صحابہ کہلائے، پھر کیا آپ حضرات بھی صحابیت کے درجہ کو پہنچ گئے ہوتا کہ آپ کے مرتبہ اور مقام کا

بھی صحیح طور پر علم ہو جائے۔

(۳) کیا آپ علی الدوام حاضر رہتے ہیں یا کبھی کبھار! اگر آپ ہمیشہ حاضر رہتے ہیں تو میلاد شریف میں تشریف آوری کا کیا معنٰی ہوا؟ جب آپ کے علماء حضرات کہتے ہیں کہ کھڑے ہو جاؤ آپ ؐ کی سواری آ گئی، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ پہلے موجود نہیں تھے بلکہ اب تشریف لائے ہیں اگر پہلے تشریف فرما نہیں تھے اور اب آئے ہیں تو آپ کا یہ دعویٰ کہ آپ ؐ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں باطل ہو کے رہ گیا اور اگر پہلے سے موجود اور حاضر تھے تو آپ نے مجلس میلاد کے اختتام پر قیام کیوں کیا۔ آپ ؐ کی ذات گرامی آپ کے نزدیک پہلے سے موجود تھی یہ دورنگی چال کیوں چلتے ہو۔ خدارا انصاف سے کہو کہ آپ حضرات اس طرح رحمت دوعالم ﷺ سے مذاق نہیں کرتے! خدا کے بندے کچھ تو سوچا ہوتا کہ تمہارے اس نظریہ سے رحمت دوعالم ﷺ کی کس قدر توہین ہوتی ہے؟ اور پھر آپ نے اس بات پر غور کیا ہوتا کہ جب مجلس میلاد میں آنحضرت ﷺ حاضر ہیں تو اور کسی مقرر یا واعظ کو وعظ کہنے کی کیوں ضرورت پڑی! یہ لاؤڈ سپیکر لگا کر بلند آواز سے فلمی طرز پر نعت خوانی کرنا اور وعظ کی آڑ میں علمائے اہل سنت کو گالی گلوچ کرنا اور توحید و سنت کے متوالوں کو رحمت دوعالم ﷺ کی موجودگی میں تبرا کرنا یہ کس طرح جائز ہوا؟ کیا آپ ؐ کی موجودگی میں بلند آواز سے قوالی کی جاسکتی ہے یا تقریر کر کے اپنی شیخی بگھاری جاسکتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو فرمایئے کہ اس سارے کھیل سے تمہارے نامہ اعمال میں کن نیکیوں کا اضافہ ہوا اور آپ نے عقیدہ کو خود ہی ریت کے ڈھیر کی طرح پیوند زمین کر کے رکھ دیا۔

میرا دعویٰ ہے کہ حاضر و ناظر کی اصطلاح تمہاری اپنی وضع کردہ ہے قرآن و حدیث یا فقہ حنفی میں اس کا اطلاق کہیں بھی سرکار دوعالم ﷺ پر نہیں ہوا۔ لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق نبی پاک ﷺ کی ذات گرامی پر سارے قرآن مجید میں کہیں ایک جگہ کیا ہوا تو دکھلاؤ، چلو اگر قرآن میں نہیں دکھلاتے تو صحاح ستہ کی کسی صحیح حدیث میں ہی دکھلاؤ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے یا صحابہ کرام ؓ نے یا تابعین ؒ نے یا خلفاء میں سے کسی نے بھی حاضر و ناظر کا لفظ آپ ؐ پر بولا ہو تو دکھلا دیں میں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا، لفظ بالخصوص حاضر و ناظر کا دکھلا دیں ادھر ادھر کو چونکہ چنانچہ نہ کریں جو دعویٰ ہے

وہی دکھائیں مگر یقین جانئے آپ قیامت تک یہ الفاظ انشاءاللہ نہیں دکھا سکتے۔اب تک میں نے جو باتیں عرض کی ہیں آپ جب تک کہ ان کو صاف نہیں کریں بات آگے نہیں بڑھ سکے گی، برائے کرم ان پر غور فرما کر یا تو اپنے اس غلط دعویٰ سے باز آجائیں ورنہ میری ہر بات کا پوری سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے جواب عنایت فرمائیں۔

پیراں دتہ

واقعی آپ کی باتیں تو معقول ہیں میں پہلے تو یہی سمجھتا رہا کہ یہ دیوبندی محض ضد اور حسد کی بناء پر ہمارے علماء کرام کی بات کو نہیں مانتے مگر اب معلوم ہوا کہ آپ نہایت درمندی سے ان مسائل کا حل چاہتے ہیں اور ہمارا دعویٰ سمجھ کر جو اعتراضات آپ نے وارکئے ہیں وہ نہایت معقول ہیں۔مگر پھر بھی مجھے چند باتیں عرض کرنی ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جب آپ تشریف لاتے ہیں تو ضروری نہیں کہ ہر آنکھ کو نظر آئے کیونکہ آپ کو دیکھنے کے لئے آنکھ چاہیئے جب تمہارے پاس وہ آنکھ نہیں تو دیکھو گے کیسے؟

باقی رہا حاضر و ناظر کا اطلاق قرآن وحدیث میں فقہ حنفی میں ان لفظوں کے ساتھ، تو وہ مجھے بھی تسلیم ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اطلاق حضور ﷺ کی ذات گرامی پر کہیں نہیں ہوا۔قرآن مجید یا حدیث شریف میں اور آیتیں ایسی آئی ہیں جن کا معنٰی حاضر و ناظر ہو سکے گا مگر قرآن، حدیث یا اصحابؓ رسولؐ نے ان الفاظ کا اطلاق نہیں فرمایا! حاضر و ناظر کا لفظ ہمارے علمائے کرام نے نبی پاک ﷺ کے لئے خود ایجاد کیا ہے، میں نے قرآن وحدیث اور اپنے بزرگوں کی کتابوں کا لفظ بلفظ مطالعہ کر کے اس بات کو معلوم کرنے کی بہت کوشش کی کہ کہیں سے لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق سرکار دوعالم ﷺ پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں مل جائے گر مجھے تو مایوسی ہوئی نہ صرف مجھے مایوسی ہوئی بلکہ ہمارے علماء کرام بھی تلاش بسیار کے باوجود اپنی اس اصطلاح کا وجود کہیں سے حاصل نہ کر سکے! اس لئے میں نے کھلے دل سے اس کا اعتراف کرلیا! باقی رہا ہمارا دعویٰ کیا ہے اس کی میں پھر تھوڑی سی وضاحت کر دیتا ہوں اس پر دلائل بعد میں قائم کروں گا! ہمارا دعویٰ ہے کہ نبی اکرم ﷺ روضۂ انور میں موجود ہیں اور وہیں سے تمام کائنات کے اعمال وافعال کو مشاہدہ فرماتے

ہیں، آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے یا ہوگا اس کو اپنی صفت حاضر و ناظر کی وجہ سے جانتے پہچانتے ہیں، یہ ہے ہمارا دعویٰ اس پر آپ بات کیجئے، آپؐ کی سواری آگئی، کھڑے ہو جاؤ یہ سب جاہلوں کی باتیں ہیں، ہمارا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اللہ دتہ

معلوم ہوتا ہے کہ آپ پورے تحمل اور بردباری سے میری بات کو سنتے ہیں اور پھر اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے دل چاہتا ہے کہ آپ سے پورے شرح صدر کے ساتھ گفتگو کی جائے تاکہ بات کسی نتیجہ پر پہنچ سکے، آپ نے جن غلط باتوں کا اعتراف کیا ہے اس کی مجھے ازحد خوشی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید حق وصداقت کو سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

محترم! آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس وہ آنکھ نہیں جو آپؐ کی ذات کو دیکھ سکے! یہ بات آپ کا کوئی واعظ سٹیج پر کہے تو کوئی بات نہیں کیونکہ وہاں بات کا سمجھنا یا سمجھانا مقصود تو نہیں ہوتا وہاں تو نعرے بازی مقصود ہوتی ہے، یہاں پر نہایت سنجیدگی سے بات پر غور کرنا ہے اس لئے اس قسم کی واعظانہ بات یہاں تو نہیں چل سکے گی، کیونکہ جب آپ نے حاضر کی تعریف میں تسلیم کیا ہے کہ حاضر وہ ہوتا ہے جو کھلم کھلا بلاحجاب سامنے نظر آئے، تو آپ یہ نہیں فرما سکتے کہ تمہارے پاس دیکھنے کے لئے آنکھ نہیں ہے؟ وہاں آپ نے شرط نہیں لگائی تھی! اچھا دیوبندی کے پاس تو آپ کے بقول وہ آنکھ نہیں مگر آپ کے مجمع کے پاس تو دو آنکھیں ہوتی ہیں وہ سارا مجمع کلما کی طلاق کی قسم اٹھا کر یہ کہہ دے کہ ہم سب نے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھا ہے تو ہم مان جائیں گے، مگر یہ قسم کھا کر کون گھر اجاڑے اس لئے آپ واعظانہ بات چھوڑنے پر آپ کی تعریف کے معیار پر بھی پوری نہیں اترتی۔

اب میں آپ کے دعویٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں! آپ نے فرمایا ہے کہ حاضر و ناظر کا معنیٰ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آپؐ روضہ انور میں تشریف فرما ہیں اور وہیں سے سب کچھ مشاہدہ فرماتے ہیں، آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو ہوا اور جو ہوتا ہے یا جو کچھ ہوگا وہ سب آپ ﷺ صفت حاضر و ناظر کی وجہ سے جانتے ہیں۔

(۱) اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے تو آپ کو لفظ حاضر بالکل چھوڑنا ہوگا کیونکہ اب آپ نے آنحضرت ﷺ کا موجود ہونا صرف روضہ انور تک محدود کر دیا ہے اب آپ یہ نہیں فرماسکیں گے کہ

دم بدم پڑھو درُود

حضرت بھی ہیں یہاں موجود

عوام الناس کو جس مغالطہ میں آج تک آپ حضرات نے ڈالے رکھا اس سے آپ کو رجوع کرنا ہوگا کیونکہ جب آپؐ اس جگہ موجود ہی نہیں ہیں تو حاضر و ناظر کا عقیدہ کیسا اور لوگوں کو خواہ مخواہ کا دھوکہ کیسا! آپ کے اس دعوے سے معلوم ہوگیا کہ رحمت دو عالم ﷺ ہر جگہ موجود نہیں ہیں بلکہ روضہ انور میں موجود ہیں۔ چلو شکر ہے کہ آپ نے ہر جگہ حاضر ہونے کا لفظ تو ختم کر دیا۔ اب صرف روضہ انور کی بات رہ گئی کہ وہاں سے سارے عالم کو دیکھتے اور جانتے ہیں، اس دعویٰ کا رد میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے انشاء اللہ کروں گا جس سے آپ پر واضح ہوجائے گا کہ آپ کا یہ دعویٰ بھی باطل ہے اس سے پہلے کہ میں اس پر دلائل سے نقد و جرح کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقدمہ عرض کر دوں تا کہ بات کو سمجھانے میں آسانی ہوسکے۔

محترم! نبی اکرم ﷺ کی زندگی مبارک کے تین دور ہیں (۱) پیدائش سے قبل عطائے نبوت تک (۲) دور ثانی عطائے نبوت سے وفات شریفہ تک (۳) وفات شریفہ سے قیامت اور حشر و نشر و دخول جنت تک۔

میرا دعویٰ ہے کہ آنحضرت ﷺ ان تین مختلف ادوار میں ہر جگہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں قطعاً حاضر و ناظر نہیں تھے اس پر سینکڑوں آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے تین ادوار پر کچھ نہ کچھ دلائل عرض کیئے دیتا ہوں۔ دور اوّل جو آپ کی پیدائش سے قبل شروع ہوتا ہے حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی پیدائش مبارکہ تک تصور فرمالیجئے!

قرآن مجید نے متعدد مقامات پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ آپؐ وہاں موجود نہیں تھے جس سے آپؐ کے وجود مبارک کے حاضر ہونے یا روحانی طور پر وہاں موجود ہونیکی صراحتاً نفی موجود ہے۔ چنانچہ نمبروار آپ آیات قرآنیہ اوران کا ترجمہ سنتے جایئے، لطف یہ

ہے کہ ہر جگہ ترجمہ بھی آپ کے اعلٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہوگا تا کہ آپ کو مزید اطمینان ہو سکے۔

پیراں دتہ

میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے راہ حق دکھلانے کی زحمت گوارا فرمائی ہے اس لئے نہایت خندہ پیشانی سے آپ کے دلائل سنوں گا، مجھے ذرا کاغذ اور قلم نکال لینے دو پھر بسم اللہ کر کے شروع فرمادیں تا کہ میں لکھتا جاؤں

اللہ دتہ

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا

(پ ۲۸، سورۃ مجادلہ ص ۸۵۷ ترجمہ مولوی احمد رضا خاں مطبوعہ تاج کمپنی) ترجمہ؛ جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشیاں ہوں تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں!

شانِ نزول

یہود اور منافقین نبی اکرم ﷺ کے خلاف سرگوشیاں اور مشورے کیا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کے ان کو تنبیہ فرمائی کہ اے منافقین اور یہود! تم جو کچھ کرتے ہو یہ نہ سمجھنا کہ اس کا کسی کو علم نہیں ہے تم جب بھی اس قسم کی خفیہ میٹنگ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری ان باتوں کو جانتا ہے کیونکہ اگر تم تین ہوتے ہو تو وہ چوتھا ہے اور اگر تم چار ہوتے ہو تو وہ پانچواں ہوتا ہے اور اگر تم چھ ہوتے ہو تو وہ ساتواں ہوتا ہے۔

طرزِ استدلال

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت ﷺ بھی حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ فرماتے کہ اگر تم چار ہوتے تو میں اور میرا نبی پانچواں اور چھٹا ہوتے ہیں اور اگر تم پانچ ہوتے تو میں اور

میرا نبی چھٹا اور ساتواں ہوتے ہیں اور اگر تم چھ ہوتے تو میں اور میرا نبی ساتواں اور آٹھواں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا محض اپنا ذکر فرمانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ موجود نہیں ہوتے ورنہ ان کا ذکر بھی ضرور کیا جاتا۔

آیت۲:۔

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَیُّهُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ (آل عمران رکوع ۱۲)

ترجمہ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں۔

مفہوم آیت

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب حضرت مریمؑ کی پرورش میں مجاورین کے ہاں اختلاف ہوا کہ انہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے تو آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی، قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکل آیا تو حضرت مریم طاہرہ کو ان کی کفالت میں دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ اے محبوب آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے جب مریمؑ کی کفالت کے سلسلہ میں قلموں کے ذریعہ قرعہ اندازی ہو رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپؐ وہاں جسمانی یا روحانی طور پر حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کی نفی نہ فرماتے، اللہ تعالیٰ کا نفی فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تھے۔

آیت۳۔ وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ (پ۳ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ ان کے جھگڑنے کے وقت وہاں موجود نہ تھے، اگر آپؐ وہاں حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپؐ کے وہاں موجود ہونے کی نفی کیوں فرماتے؟ آپ کچھ تو سوچیں کہ یہ آیتیں کس طرح حاضر و ناظر کے باطل نظریہ کی بیخ کنی کر رہی ہیں

آیت۴۔ ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ وَمَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ اِذۡ اَجۡمَعُوۡۤا اَمۡرَ

هُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ (پ۱۲،سورہ یوسف رکوع ۵)

ترجمہ:۔ یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اورتم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤ چل رہے تھے۔

تفسیر آیت

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اس وقعہ کی طرف اشارہ ہے جب آپ کے بھائیوں نے آپ کو اپنے والد سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کی تدابیر کی تھیں تو اے محبوب ﷺ آپ وہاں موجودنہیں تھے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ قرآن مجید میں بیان نہ کیا جاتا، بلکہ سرکاردوعالم ﷺ تو وہاں موجود تھے اوراس کی وجہ سے معلوم ہوگیا کہ آپؐ وہاں موجودنہیں تھے اسی لیے مولوی احمد رضا خان صاحب کے ترجمہ میں ہے کہ تم ان کے پاس نہ تھے۔اس ترجمہ سے بھی یہی معلوم ہوا کہ آپؐ وہاں موجود نہ تھے۔ یہ ترجمہ کسی دیو بندی عالم کا تونہیں یہ تو آپ کے اعلیٰحضرت کا ہے اس لئے کچھ تو انصاف فرمائیں!اسی پر اکتفانہیں ہے بلکہ آیتوں کے انبار آپ کے سامنے پیش کروں گا آپ پوری دلجمعی سے انہیں نوٹ کرتے چلے جائیں۔

آیت:۔ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسىٰ الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ (پ۲۰ سورہ قصص ص۶۲۵)ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب:اورتم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کا حکم بھیجا اورتم اس وقت حاضر نہ تھے۔

اس آیت کریمہ کے ترجمہ میں تو آپ کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف ہی لفظ حاضر کی تردید کردی ہے، بتایئے اس سے بڑھ کر ہماری اور کیا صداقت ہوسکتی ہے، ترجمہ آپ کے عالم نے کیا ہے اور دعوی ہمارا ثابت ہوگیا۔ یہ پانچ آیتیں جو میں نے پیش کی ہیں ان سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ سرور کائنات ﷺ اپنی پیدائش سے قبل حاضر و ناظرنہیں تھے

اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو یہود کے مشوروں اور سازشوں کا علم ہوتا اور حضرت مریمؑ کی کفالت کے سلسلہ میں جو قرعہ اندازی ہوئی اس کی بھی خبر ہوتی، حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات زندگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات سے باخبر ہوتے۔

پیراں دتہ

میں نے آپ کے تمام دلائل کو بغور سنا ہے واقعی اعلٰحضرت کے ترجمہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ وہاں حاضر نہ تھے اس سے تو ہمارے عقیدہ پر پانی پھر گیا ہے، مگر میرے پاس یہ مقیاس حنفیت ہمارے مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کی ہے اس میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ان تمام آیتوں میں ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ وہاں ذاتی طور پر موجود نہیں تھے مگر عطائی طور پر وہاں حاضر تھے۔

اللہ دتہ

آپ نے ذاتی عطائی کی بحث جو اس مقام پر چھیڑ دی ہے اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہاں پر تو بحث اس بات کی ہے کہ اے پیغمبر آپؐ وہاں حاضر نہ تھے اس لئے آپؐ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا جھگڑا کیا تھا! یہ تمام واقعات میں نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتائے ہیں، جب حاضر کا معنٰی آپ نے یہ کیا ہے کہ کھلم کھلا بلا حجاب سامنے نظر آئے تو اس میں ذاتی اور عطائی کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

ان آیات میں تو موجود کی نفی ہے، عدم ضد ہے وجود کی۔ جب آپؐ وہاں تھے ہی نہیں تو آپ کا دعویٰ تو باطل ہوگیا۔ اگر مولوی محمد عمر صاحب کی اس تاویل باطل کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ تو لازم آئے گا کہ آپؐ نے بچشم خود ان واقعات کا مشاہدہ کیا ہے کیونکہ آپؐ وہاں ذاتی طور پر نہ سہی تو عطائی طور پر تو وہاں موجود تھے۔ اس سے لازم آیا کہ آپؐ کو بذریعہ وحی ان واقعات کا علم نہیں ہوا کہ آپؐ عطائی طور پر وہاں موجود تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے خود ان واقعات کا مشاہدہ فرمایا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم نے وحی کی ہے آپ کی طرف یہ درست نہیں ہوسکتا کیونکہ جب آپؐ کو وہاں موجود ہونے کی وجہ سے سب کچھ معلوم ہے تو پھر وحی الٰہی کی کیا ضرورت

ہے؟

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک آدمی کو کوئی افسر کہے میں نے آپ کو منگلا ڈیم کی تمام تفصیلات بتائی ہیں وہ کہے کہ صاحب آپ بتائیں یا نہ بتائیں میں وہاں موجود تھا مجھے وہاں موجود ہونے کی وجہ سے ان تمام تفاصیل کا علم ہے آپ نے اگر اب بتایا ہے تو اس سے میری معلومات میں اضافہ نہیں ہوا۔ جب یہ صاحب وہاں موجود ہونے کی وجہ سے وہاں کی تفصیلات سے واقف ہیں اگر چہ خود ذاتی طور پر نہ گئے ہوں بلکہ گورنمنٹ نے ہی بھیجے ہوں اب اگر کوئی افسران کو کہے کہ یہ تفصیل میں نے بتائی ہے، جیسے اس کا کوئی معنٰی نہیں بنتا۔ اسی طرح **ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک** کا کوئی معنی نہیں بنے گا۔ خدا کے بندے اس طرح تو قرآن مجید کی اکثر آیتوں سے ہاتھ دھونا پڑیں گے، اگر چھروی صاحب نے بلا سوچ سمجھے یہ بات اپنی کتاب میں گھسیڑ دی ہے تو کم از کم آپ تو اس سے اعراض کرتے۔ اچھروی صاحب کا آپ نے نام لے دیا ہے تو لگے ہاتھوں ان کی ایک گستاخی ہی ملاحظہ فرمالیں، انہوں نے اسی کتاب مقیاس حنفیت کے ص ۲۸۲ پر لکھا ہے کہ.........حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں......توبہ توبہ استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ ایسا گستاخ اور اسقدر گستاخی کہ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حضور ؐ حاضر و ناضر ہوتے ہیں۔ مگر مولوی صاحب نے کمال ڈھٹائی سے یہ بات بھی تحریر کر دی۔ ارے خدا کے بندے ان کاروباری اور پیشہ ور واعظوں کے پیچھے اپنے دین وایمان کا جنازہ نہ نکالو، انصاف سے سوچو کہ زوجین کے جفت کے وقت تو حاضر و ناضر مگر قرآن نے جس مقام پر **وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ** فرما کر حاضر و ناضر کی صاف نفی فرمائی ہے اسکی تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اقبال مرحومؒ نے ایسے ملاؤں کے متعلق ہی فرمایا تھا کہ

زمن برصوفی و ملاّ سلامے
کہ پیغامِ خدا گفتند مارا
ولے تاویل شان درحیرت انداخت
خداوَ جبرائیل و مصطفٰیؐ را

پیراں دتہ

آپ نے اچھروی صاحب کا حوالہ دے کر تو میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے ہیں، کیا اب بھی پاکستان میں ایسا لٹریچر موجود ہے جس سے شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کی تنقیص وتوہین کا پہلو نکلتا ہو، میں تو سمجھتا تھا کہ یہ کتاب اہل سنت کے مسلک کے لئے ایک دفاعی حصار ہے مگر اس کی یہ ناپاک عبارت دیکھ کر تو میرا دل بھی دھک سے بیٹھ گیا واقعی اس کی تمام باتیں اسی طرح لچر، غیر معتبر اور غیر مُستند ہی ہوں گی، اس لئے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی کتاب کو گھر میں نہ خود رکھوں گا اور نہ ہی اپنے احباب کو رکھنے دوں گا، آپ اپنے بقیہ دلائل شروع فرمایئے میری تسلی ہوتی جا رہی ہے، یہ ذاتی عطائی کی تاویل بھی لچر اور غیر معقول ہے۔

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُم. (الآیته)

اللہ دتہ

پانچ آیتیں جو میں نے پیش کی ہیں ان سے تو آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ قبل از پیدائش جو واقعات رونما ہوئے وہاں حاضر و ناظر نہ تھے بلکہ ان واقعات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی سرکار دوعالم ﷺ کو فرمائی ہے۔ اب آپ دوسری آیات سماعت فرمائیں جو نبوت عطا ہونے کے بعد کے زمانہ سے متعلق ہیں ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

آیت نمبر ۶:۔ سُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پ ۱۵ . سورہ اسراء)

ترجمہ:۔ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

طرزِ استدلال

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات ﷺ کے سفر معراج کا ذکر فرمایا ہے، پہلے آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے، معلوم ہوا کہ اگر آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں پہلے حاضر وناظر تھے تو پھر آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی، لے جایا اسے ہی جاتا ہے کہ جو پہلے موجود نہ ہو، سیر اُسے ہی کرائی جاتی ہے جو پہلے کسی مقام پر موجود نہ ہو، آپ نے کبھی سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کراچی سے پشاور تک کا سفر کیا یا کسی نے لاہور سے جدہ تک آپ کو سفر کرایا ہو؟ اگر نہیں سنا اور یقیناً نہیں سنا تو آپ فرمائیں گے کہ بھائی اللہ تعالیٰ تو سمیع وبصیر یا حاضر وناظر ہیں اسے سفر کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے، سفر تو وہ کرتے ہیں جو کسی دوسرے مقام پر موجود نہ ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ؐ بیت المقدس تک اسی لئے تشریف لے گئے کہ آپ ؐ وہاں پہلے سے موجود نہ تھے! پھر پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک سفر کیا، سدرۃ المنتہٰی تک بلکہ اس سے بھی آگے تشریف لے گئے، جبریل ؑ امین سدرہ پر رُک گئے۔ اس سارے سفر میں معلوم ہوا کہ جو حاضر وناظر ہوتا ہے وہ سفر نہیں کرتا اور جو سفر کرتا ہے وہ حاضر وناظر نہیں ہوتا، اگر حضور ﷺ کو حاضر وناظر مان لیا جائے تو معجزہ معراج کا انکار لازم آتا ہے، اس لئے یا معراج کو مانو اور یا حاضر وناظر کا عقیدہ چھوڑ دو۔

آیت نمبر ۷:۔ **وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.** (پ۴ سورۃ آل عمران)

ترجمہ از مولوی احمد رضا خان صاحب:۔ اور یاد کروائے محبوب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

تفسیر آیت

اس آیت کریمہ میں جنگ احد کا تذکرہ ہے جب نبی اکرم ﷺ گھر سے نکل کر میدان احد میں تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو جہاد کے لئے صف آراستہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس منظر کا اس آیت میں تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ تفسیر نعیمی آپ کے ایک عالم مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی ہے

وہ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضورؐ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال تین ہجری بروز یک شنبہ احد میں پہنچے۔(تفسیر نعیمی ص ۹۶)

اب سوال یہ ہے کہ آپؐ اگر ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر تو آپؐ گھر سے کیوں روانہ ہوئے؟ اور پھر احد کا سفر کیوں کیا؟ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی کا کیوں تذکرہ فرمایا؟ کیا حاضر و ناظر بھی سفر کرتے ہیں اور کیا ایک آن میں سارے جہان کا سفر کر کے واپس آنے والے بھی جمعہ کے بعد روانہ ہو کر پندرہ شوال بروز یک شنبہ کو احد پہنچے، یہ آنا اور جانا ہرگز ہر مقام اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے والے کی شان نہیں ہے، اگر آنحضرت ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں تو پھر آپؐ کا سفر احد کرنا غلط ہوا (معاذ اللہ) اور اگر آپؐ کا سفر احد کرنا درست ہے اور وہاں پر جہاد کرنا صحیح ہے تو پھر آپ کا عقیدہ حاضر و ناظر غلط ہے۔

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ آپ نے اسلام کی اس عظیم جنگ اور غزوہ کو تسلیم کرنا ہے یا اپنے فاسد عقیدہ کو اختیار کر کے اس کا انکار کرنا ہے۔

آیت نمبر ۸:۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورہ توبہ پ۱۰ ترجمہ مولوی احمد رضا خان) اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جیسا کہ کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت

اس آیت کریمہ میں واقعہ ہجرت کا ذکر ہے۔ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث و تاریخ میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر میں آپ کے سامنے اجمالاً اس کا ذکر کرتا ہوں تا کہ آیت کریمہ کا مطلب و مفہوم آپ پر واضح ہو سکے اور زیر بحث مسئلہ کے چند نمایاں پہلو آپ کے سامنے آسکیں۔

مکہ مکرمہ میں جب کفار کی دراز دستیوں اور مسلسل مظالم کے باوجود رحمت دو عالم ﷺ کا لایا ہوا

دین دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا یہ بات کفار کو سخت ناگوار گذری، چنانچہ انہوں نے (دارالندوہ) میں ایک اجلاس بلایا جس میں تمام رؤسائے مکہ کو دعوت دی، اس مجلس مشاورت میں مختلف تجاویز اور تدابیریں زیر بحث آئیں، مگر آخر میں یہ قرار پایا کہ آپؐ کی ذات گرامی کو تمام قبائل کے رؤساء مل کر قتل کر ڈالیں۔ یہ فیصلہ کر کے کفار نے آنحضرت ﷺ کے آستانہ عالیہ کا محاصرہ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کفار کے ارادہ کی اطلاع فرمادی اور ساتھ ہی ہجرت کا حکم فرمایا، ہجرت کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبّہ تشریف لے جائیں۔ سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت علیؓ کو بستر پر لٹا دیا اور کفار مکہ کی تمام امانتیں اُن کے سپرد فرمادیں تا کہ ہر ایک کی امانت اس کے سپرد کی جا سکے! اور آپ ﷺ **شاهت الوجوه** کا ورد فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہوگئے، غار ثور مکہ مکرمہ کے مضامات میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے وہاں پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے غار حرا میں پہنچایا، غار میں تین دن قیام فرمانے کے بعد آپؐ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، مدینہ طیبہ میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ رحمت دوعالم ﷺ ہمارے ہاں قیام فرماویں، مگر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس مقام پر میری سواری رک جائے گی میں وہیں قیام کروں گا، آپؐ کی سواری حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاں ٹھہری چنانچہ آپؐ وہیں قیام پذیر ہوئے۔

طرزِ استدلال

اس آیت اور واقعہ سے مندرجہ ذیل نکات معلوم ہوئے:۔

(۱) اگر آپؐ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر تھے تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت مدینہ کا حکم کیوں دیا؟

(۲) اگر آپ کا عقیدہ تھا کہ میں تو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہوں تو آپ نے ہجرت کا حکم سن کر ہجرت کیوں فرمائی، آپؐ نے کیوں نہ جناب باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو مدینہ طیبہ میں بھی حاضر و ناظر ہوں آپ مجھے ہجرت کا حکم کیوں دیتے ہیں یہ تو تحصیل حاصل ہے۔

(۳) جب آپ ہجرت کی رات ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر وناظر تھے تو آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر کیوں تشریف لے گئے کیونکہ آپؐ تو وہاں پہلے ہی موجود تھے۔

(۴) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کا سن کر فی الفور تیاری فرمالی اگر ان کا عقیدہ یہ ہوتا کہ سرکار دوعالم ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو آپ عرض کرتے کہ حضورؐ آپؐ کہاں تشریف لے جائیں گے آپؐ تو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر ہیں؟ ان کا ساتھ تشریف لے جانا ہی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کے تصور میں بھی یہ غلط عقیدہ ونظریہ نہیں تھا۔

(۵) کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب غار میں تھے تو مکہ مکرمہ میں تھے؟ اگر مکہ مکرمہ میں تھے اور آپ کے عقیدہ کے مطابق ہونا چاہیئے تھا تو حضرت ابوبکرؓ کے فرزند غار میں کھانا کیوں لے کر آتے تھے ان کو معلوم نہیں تھا کہ آپؐ کو کھانا کیوں نہ یہیں دے دیا جائے کیونکہ آپؐ تو ہر مقام پر حاضر وناظر ہیں۔

(٦) کیا غار میں قیام کرنے کے بعد آپؐ عازم سفر مدینہ ہوئے یا کہ نہیں اگر ہوئے تو کیا آپؐ نے سواری پر سفر کیا تھا یا پیدل؟ اگر سواری پر سفر کیا تھا تو کیا اس سے تمہارے غلط عقیدہ کی بیخ کنی ہوئی یا نہیں جبکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ آن واحد میں تمام جہان کی سیر کر لیتے ہیں۔

(۷) کیا اہل مدینہ کئی دن آپؐ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نہیں آتے رہے اور پھر شام کو مایوس ہو کر واپس نہیں لوٹتے رہے کہ چلو واپس چلیں آج تو رحمت دوعالم تشریف نہیں لائے کل پھر ہم استقبال کے لئے آئیں گے شاید کل ہی تشریف لے آئیں گے۔

(۸) کیا کسی بھی مدینہ والے نے ان کو نہیں کہا کہ روز روز کن کے انتظار میں جاتے ہو جن کا آپ حضرات کو انتظار ہے وہ تو مدینہ طیبہ میں پہلے سے حاضر وناظر ہیں؟ کیا ان سے یہ معلوم نہیں ہو گیا کہ اہل مدینہ بھی سرکار دوعالم ﷺ کو حاضر وناظر نہیں مانتے تھے؟

(۹) کیا سب مدینہ والوں میں ہر ایک کی خواہش نہیں تھی کہ حضور ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، مگر ان کی خواہش کے باوجود آپ ﷺ نے حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر میں قیام فرمایا، کیا آپؐ نے اہل مدینہ کو یہ فرما کر تسلی دی تھی کہ کوئی فکر نہ کرو ویسے تو میں ابوایوبؓ انصاری

کے ہاں قیام پذیر ہوں لیکن حقیقت میں ہر جگہ اور تمہارے ہر مکان میں حاضر و ناظر ہوں۔

فرمایئے! یہ نو نکات میں نے عرض کیے ہیں ان کا کوئی جواب آپ کے پاس ہے اگر ہے تو بیان کیجئے، اور اگر دلائل نہ ہونے کے باوجود آپ نے حاضر و ناظر کے عقیدہ کو اپنائے رکھا تو ہجرت کا مسئلہ ختم ہو جائے گا، یہ تمام آیت بے معنی ہو کر رہ جائے گی، خدا کے بندے اس ایک عقیدہ سے اس قدر اسلام کے اہم واقعات کا انکار تو آپ کو منظور ہے مگر غلط عقیدہ سے توبہ کیوں نہیں کر لیتے۔

پیراں دتہ

آپ کے پیش کردہ دلائل کو میں نے بغور سنا ہے اور ان پر سنجیدگی سے غور بھی کیا ہے، واقعی اگر آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تو واقعہ معراج، سفر اُحد اور واقعہ ہجرت کا بالکل انکار کرنا پڑتا ہے! مگر نا معلوم ہمارے علماء کرام ان آیتوں کو پڑھنے کے بعد پھر کیوں ایسی غلط باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود دین کی صحیح باتوں سے عوام کو روشناس کرانا نہیں ہے بلکہ مغالطے میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرنا ہے، خیر چھوڑیئے ان کی بات کو، میں نے تو آپ سے اب بات سمجھنی ہے آپ کی یہ باتیں سن کر مجھے آپ سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اپنے دل و دماغ میں راسخ شدہ تمام اشکالات آپ کے سامنے رکھ سکوں جو میرے ذہن میں بار بار ابھرتے ہیں، مجھے آپ کے ان تمام دلائل سے اتفاق ہے، مگر آیت معراج میں جو آپ نے استدلال قائم کیا ہے اس پر اشکال ہے کہ اگر آپ ہر جگہ ہونے کی وجہ سے سفر نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ بھی تو ہر جگہ موجود ہے اس نے رحمت دو عالم ﷺ کو کیوں بلایا جبکہ وہ یہاں بھی موجود ہے اور وہاں بھی، اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہونے کے باوجود حضور ﷺ کو بلا سکتا ہے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے سے آپؐ کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اللہ دتہ

ماشاءاللہ خوب! آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ نے اپنے اس اشکال کو برملا بیان کر دیا ورنہ

یہی اشکال شاید مدتوں آپ کو پریشان کیئے رکھتا، یہ اشکال صرف آپ کو ہی نہیں ہے بلکہ آپ کے علمائے کرام بھی اس کو بیان کر کے بہت موشگافیاں پیدا کرتے ہیں، حالانکہ یہ اشکال تارعنکبوت سے بھی کمزور ہے کیونکہ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ نے خود اس آیت کریمہ میں دے دیا ہے، آپ نے شاید غور نہیں فرمایا، اب ذرا غور سے اس آیت کریمہ کو ملاحظہ فرمائیے، ارشاد ہوتا ہے کہ

سبحٰن الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الّذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیٰتنا انّہ ھو السمیع البصیر (پ ۱۵)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے سفر مبارک کا جو مقصود بیان فرمایا وہ آیت کے اس حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا تاکہ دکھائیں ہم اس کو اپنی نشانیاں۔ یہ سفر اس لئے کرایا گیا تھا تاکہ آپؐ کو آیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرایا جائے جو آپ کو اس سے قبل حاصل نہیں تھا، مثلاً سب انبیا علیہم السلام کی امامت کرانا اور ساتوں آسمانوں کی سیر کرانا اور وہاں پر عجائبات قدرت کا مشاہدہ فرمانا، جنت، سدرۃ المنتہٰی اور بیت المعمور کا ملاحظہ فرمانا، ان کی تفصیلات احادیث کی معتبر کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں وہاں ملاحظہ کر لی جائیں۔ اب اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو سفر معراج کرایا ہی اس لئے گیا تھا کہ آپؐ نے جس چیز کو دیکھا نہیں ان کو دکھایا جائے۔ اب بتایئے اللہ تعالیٰ نے تو خود اس کی غرض وغایت بیان فرمادی، اب تو کوئی اشکال نہ رہا، اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا نا؟ کہ بعض لوگ اس قسم کا اعتراض کریں گے، چنانچہ ان کے اس اشکال کا حل اس میں بیان فرما دیا کہ میں نے اپنی نشانیاں آپؐ کو دکھانے کے لئے سفر کرایا تھا، اس لئے میں نے لفظ سُبحٰن سے اس کا آغاز کیا ہے، ورنہ خداوند عالم تو اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہے وہ تو اپنے محبوبؐ سے اس جگہ بھی کلام فرما سکتے تھے مگر اس سے وہ مقصود حاصل نہ ہوتا جس کے لئے معراج کرایا گیا۔ اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آپؐ کو معراج کے لئے کیوں سفر کرایا گیا؟

پیراں دتہ

واقعی میں نے تو اس پر غور ہی نہیں کیا تھا اس اشکال کا حل تو خود قرآن مجید میں موجود ہے اب میرا اشکال حل ہو گیا ہے آپ اپنے دلائل کا آغاز کیجئے ماشاء اللہ آپ تو دلائل کے انبار لگا رہے

ہیں۔

ہمارے واعظ حضرات تو دوراز کار قسم کی باتیں کرتے ہیں ان کی باتیں تو آپ پر کفر کے فتوے لگانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں انشاء اللہ اس موضوع پر بھی کسی فرصت میں گفتگو کریں گے، بسم اللہ کیجئے۔

اللہ تہ

اب تک میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی صرف آٹھ آیتیں پیش کی ہیں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی ذات گرامی پر حاضر وناظر کا اطلاق قرآن مجید کے بالکل خلاف ہے مجھے یہ بھی خوشی ہوئی ہے کہ آپ میری باتوں کو نہایت سنجیدگی اور متانت سے سن رہے ہیں۔ ورنہ آپ حضرات کے ہم مسلک ہمیشہ شور ہنگامہ کے عادی ہوتے ہیں وہ جس طرح حق بات کہنا پسند نہیں کرتے اس طرح حق بات کو سننا بھی پسند نہیں کرتے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سینہ کو حق کی قبولیت کے لئے کھول دے۔ آمین۔ اب مزید دلائل سماعت فرمایئے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثاً فَلَمَّانَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَه وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاکَ هٰذَا قَالَ نَبَّانِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ.

(پ ۲۸ سورۃ تحریم ترجمہ از مولوی احمد رضا خان)

اور جب نبیؐ نے اپنی ایک بی بی سے راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبیؐ پر ظاہر کر دیا۔

تفسیر آیت

مفسرین اس آیت کریمہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہؓ کے متعلق فیصلہ کر لیا کہ ان کے قریب نہیں جاؤں گا اور اس کا ذکر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کر دیا اور ساتھ فرما دیا کہ اس کا تذکرہ کسی کے پاس نہ کرنا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا

تذکرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا، آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہو گیا تو آپؐ نے حضرت حفصہؓ کو جتلا دیا، حضرت حفصہؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپؐ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ عائشہؓ سے کر دیا ہے، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے علم والے نے خبر دی ہے۔

(۱) اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہراتؓ بھی آپؐ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر نہیں سمجھتی تھیں، کیونکہ اگر وہ بھی آپؐ کو ہر جگہ حاضر وناظر تصور فرماتیں تو حضرت حفصہؓ، حضرت عائشہؓ کو نہ بتاتیں اور حضرت عائشہؓ ہی فرما دیتیں کہ میرے ساتھ خفیہ بات مت کرو کیونکہ آنحضرت حاضر وناظر ہیں۔

(۲) جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپؐ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے اس بات کا تذکرہ حضرت عائشہؓ سے کر دیا ہے تو آپؐ یہ نہ فرماتے کہ مجھے اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے بلکہ آپؐ کو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اے حفصہؓ جب تم عائشہؓ سے بتا رہی تھیں میں وہیں تو حاضر وناظر تھا، آپؐ کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں۔

آیت نمبر۱۰:۔وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ الْکٰفِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا

(پ۵ سورہ نساء رکوع ۱۱، ترجمہ از مولوی احمد رضا خان صاحب)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تم کو اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذاء دیں گے بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

تفسیر آیت

اس آیت کریمہ میں سفر کی نماز کا تذکرہ ہے کہ جب تم سفر میں جایا کرو تو ایک مقررہ مقدار پر نماز میں قصر کیا کرو! حنفیہ کے ہاں ۴۸ میل کا سفر کرو تو نماز میں چار رکعت فرض کی بجائے دو پڑھ لیا کرو۔

سرکار دوعالم ﷺ سفر پر بھی اگر تشریف لے جاتے تھے اور جب سفر شرعی مقدار کے مطابق ہوتا تھا تو آپ ﷺ نماز دوگانہ پڑھا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ سفر بھی فرماتے تھے اور سفر میں نماز قصر بھی کرتے تھے، جب قصر فرماتے تھے تو حاضر وناظر کس طرح رہ گئے؟ جو پیغمبر نماز میں قصر بھی کرے ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کس قدر غلط ہے کہ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

خدا کے بندے کچھ عقل وخرد سے کام لیا ہوتا جو آن واحد میں تمام کائنات کا سفر کرے ان پر قصر نماز کا مسئلہ صادق آ ہی نہیں سکتا۔ یا تو یہ کہو کہ آپؐ قصر نہیں فرماتے تھے تب تو مسئلہ اور ہی ہوجائے گا، اور اگر آنحضرت بھی سفر میں قصر فرماتے تھے تو آپ کے علم کلام کا بھانڈا تو چورا ہے میں پھوٹ گیا۔ اس دلیل کا آپ کے علمائے کرام کے پاس کوئی جواب ہے تو پیش کرو! ورنہ اپنے اس باطل عقیدہ سے دستبردار ہوجاؤ۔

آیت نمبر ۱۱:۔ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (پ۵ سورۃ نساء ترجمہ از مولوی احمد رضا خان صاحب)

اور اے محبوبؐ! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔

تفسیر آیت

اس آیت کریمہ میں اس وقت نماز کے پڑھنے کی ترکیب بیان فرمائی گئی ہے جو عین دوران جنگ میں آجائے اور سرکار دوعالم ﷺ بھی وہاں موجود ہوں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے کہ وہاں جماعت آپ کرائیں گے مگر اس کا طریقہ یوں ہوگا کہ لشکر کا ایک حصہ تو آپؐ کے ساتھ

جماعت میں شریک ہوجائے اور ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہے جب وہ لوگ جو آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک تھے ایک رکعت پڑھ لیں تو وہ چلے جائیں اور دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوجائیں تو پھر دوسرا گروہ آجائے جنہوں نے ابھی تک نماز ادا نہیں کی وہ آپؐ کے ساتھ نماز ادا کریں اس طرح آپ تو اپنے مقام پر ہی قائم رہیں گے مگر وہ لوگ آتے جاتے رہیں گے۔

طرزِ استدلال

معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ تو اپنے مقام پر ہی قیام فرما رہیں گے مگر مقتدی آتے جاتے رہیں گے! اب اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرلیا جائے کہ اے باری تعالیٰ آپ نے جو نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے دو گروہوں میں تقسیم کردیئے ہیں بھلا ان کی کیا ضرورت ہے، جب نبی پاک ﷺ دونوں گروہوں کے پاس گئے ہیں تو ان کو کیوں حکم نہیں دیتے کہ تم خواہ مخواہ پریشان مت ہونا جب نماز کا وقت آئے تو اپنے اپنے مقام پر میرے پیغمبر ﷺ کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کے کھڑے ہوجانا، ایک گروہ کا آنا اور پھر اس کا درمیان سے چلا جانا مناسب نہیں کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ تو ہر ایک آدمی کے پاس حاضر و ناظر ہیں!

سُبْحَانَ اللّٰہ ! اللہ تعالیٰ نے نماز کا درمیان میں چھوڑ کر چلے جانا تو گوارہ کیا، اور قبلہ سے منہ کا پھر جانا تو منظور کیا، نہیں نہیں بلکہ گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ میں شاہسواری کرنا تو برداشت کیا مگر پیغمبر علیہ السّلام کا ہر ایک کے پاس جا کر جماعت کرانا منظور نہ ہوا تاکہ چودہویں صدی کے مُلّا کو معلوم ہوجائے کہ جب جنگ جیسی عظیم ضرورت میں مولیٰ کریم کو اپنی نماز کی ترکیب میں ردو بدل تو منظور ہے مگر آنحضرت ﷺ کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر کرنا منظور نہیں ہے، اے صدیقؓ اگر نماز پڑھنی ہے تو میرے پیغمبرؐ کا جس مقام پر بسیرا ہے تمہیں بھی وہیں جانا ہوگا اور اے عمرؓ بن خطاب صفیں درہم برہم ہوجائیں اور نماز کی ہیئت تک بدل جائے یہ گوارا ہے مگر جانا وہیں پڑے گا جہاں میرے رسول علیہ السلام قیام پذیر ہیں، صحابہؓ وہیں پروانہ وار جارہے ہیں، سجدہ خدا حضورؐ کی امامت میں بجالاتے ہیں مگر کسی ایک نے نہ کہا کہ یار و خواہ مخواہ پریشانی نہ اٹھاؤ ہمارے آقا و مولیٰ تو ہر وقت ہر جگہ حاضر ہیں۔ خداوند قدوس تو حاضر و ناظر نہ بنائے، سرکار دو عالم ﷺ تو حاضر و ناظر نہ بنیں،

اور اصحابؓ رسولؐ تو آپ کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر نہ مانیں، مگر ملاں ہے کہ ہر روز یہ رٹ لگائے چلا جار ہا ہے۔ اب اگر ملا کی مانتے ہو تو اسلام کا سارا نقشہ ہی بگڑ جائے گا، اسے کہو کہ ملا جی تم اپنا حلوہ مانڈا کھاؤ، تم مسکینوں کا مال ہضم کرو، تم یتیموں کے کفن چراؤ، لیکن تم دین رسولؐ کا استہزاء نہ کرو! تمہارے ان خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنی اصلی صورت ہی کھو بیٹھے گا۔ جایئے کہیں سُدھاریئے کسی قبر سے زیتون چراؤ، سر کی مالش کر کے کہیں روٹیوں کا ٹوکرا اٹھانے کی کوشش کرو! تم ان مسائل سے کیا حاصل کرو گے! یا حسرتیٰ

آیت نمبر۱۲:۔ **اِذَاجَائَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُه وَاللّٰهُ يَشْهَدُاِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَکٰذِبُوْنَ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةٌ.** (پ۲۸، سورۃ منافقون، رکوع ۱)

ترجمہ:۔ جب آپؐ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ بے شک اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال اور سپر بنا رکھا ہے۔

تفسیر آیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزہ تبوک سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں عبداللہ ابی منافق نے کہا کہ ہمیں مدینہ واپس ہو جانے دو تو ہم نے عزت والے ان ذلیلوں کو (یعنی مسلمانوں کو) شہر سے باہر نکال دیں گے، حضرت زیدؓ کو اس کی یہ بات سن کر سخت صدمہ ہوا، تو انہوں نے یہ بات اپنے چچا سے کہہ ڈالی اور آپؐ کے چچا نے انحضرت ﷺ سے یہ بات عرض کر دی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبداللہ ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کی، اس کی یہ بات سن کر حضور ﷺ نے زید بن ارقم کو بلایا تو حضرت زید فرماتے ہیں کہ **فَکَذَّ بَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَدَّقَهُ فَاَصَا بَنِیْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِیْ مثله قط** . (بخاری شریف جلد۲ ص۷۲۷)

(ترجمہ) مجھے رسول اللہ ﷺ نے جھٹلا دیا اور عبداللہ بن ابی کو سچا قرار دے دیا، اس پر مجھے اس قدر پریشانی ہوئی اور غم لاحق ہوا جو زندگی بھر کبھی لاحق نہیں ہوا تھا............اس پر سورہ منافقون کی آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اے زید تم سچے ہو اور منافقین جھوٹے ہیں اور فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَدَّقَکَ یَازَیْدُ.

طرزِ استدلال

اگر نبی پاک ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو عبداللہ بن ابی کو فرما دیتے کہ تو غلط کہتا ہے میرا زیدؓ درست کہتا ہے کیونکہ جب تم وہ باتیں کر رہے تھے تو میں وہاں حاضر و ناظر تھا!

آپؐ کا یوں نہ فرمانا بلکہ اس کی تائید کرنا اور حضرت زیدؓ کی بات کو نہ تسلیم کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔

(۲) حضرت زیدؓ اگر آپؐ کے متعلق حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتے تو عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! آپؐ میری بات کو کیونکر تسلیم نہیں کرتے آپؐ تو خود وہاں حاضر و ناظر تھے آپؐ نے تو خود اس منافق کی باتوں کو سماعت فرمایا ہے، آپ کا اس طرح نہ عرض کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضرت زیدؓ بن ارقم بھی سرکار دو عالم ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے۔

(۳) اگر اصحابؓ، رسولؐ کو حاضر و ناظر سمجھتے تو وہ بھی عرض کرتے کہ یا رسول اللہ زیدؓ بن ارقم بہت پریشان ہیں آپؐ ان کو تسلی دے دیں کیونکہ آپؐ تو وہاں حاضر و ناظر تھے، مگر اصحابؓ رسولؐ بھی آپؐ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے۔

آیت نمبر ۱۳:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ وَلَاتَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا وَاسْتَغْفِرِاللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ (پ۵ سورہ نساء رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑا کرنے والا اور معافی مانگ اللہ سے

بے شک اللہ تعالیٰ معافی دینے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں۔

تفسیر وشانِ نزول

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے گھر بشیر نامی ایک منافق نے نقب لگا کر چوری کر لی، جس میں کچھ کھانے کا سامان میدہ وغیرہ اور کچھ ہتھیار بھی تھے، تفتیش سے معلوم ہوا کہ چوری کرنے والوں میں بشیر امتیازی حیثیت رکھتا ہے، حضرت رفاعہؓ نے اپنے بھتیجے حضرت قتادہؓ کو اپنا موکل بنا کر رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے تمام ماجرا آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرنے کے بعد درخواست کی کہ حضور ﷺ! اگر یہ لوگ ہمارا کھانے پینے کا سامان دیتے تو خیر! مگر ہمارے ہتھیار ضرور واپس دلا دیں۔ نبی اکرم نے توجہ فرمانے کا وعدہ فرما لیا۔ جب چور کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا لیں اس طرح آپ کو ہماری صداقت کا یقین ہو جائے گا اور ہم بری ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا لیں اور آپ ﷺ کی ذات گرامی نے ان کی قسمیں سن کر ان کو سچا قرار دے دیا اور حضرت قتادہؓ کی بات کو مسترد فرما دیا، اور ارشاد فرمایا کہ قتادہؓ تم نے ایک گھرانے پر بغیر گواہوں کے چوری کی تہمت لگائی ہے حالانکہ ان کو تو نیک اور مسلمان بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں یہ سن کر سخت پریشان ہوا اور واپس آ گیا اور میں نے کہا اے کاش میں اس واقعہ کو حضور ﷺ کے سامنے بیان ہی نہ کرتا تو بہتر تھا، اس پر آئتیں نازل ہوئیں۔ (ترمذی شریف جلد ۲)

وَعَلَّمَکَ ما لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمَ وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡماً

یہ آیت کریمہ بھی اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

طرز استدلال

اس واقعہ میں بھی حضرت قتادہؓ کی بات کو نبی اکرم ﷺ نے ردّ فرمایا، حالانکہ آپ ﷺ اگر ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے تو آپ ﷺ چور اور اس کے گروہ کو کہہ دیتے کہ تمہاری قسموں کا کیا فائدہ! جب تم نے

نقب لگائی تھی تو میں وہاں حاضر وناظر تھا!

آپ ﷺ کا یہ فرمانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ؐ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر نہیں تھے۔

(۲) اگر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر سمجھتے تو عرض کرتے کہ یارسول اللہ آپ ؐ میری بات کو مسترد کیوں فرماتے ہیں آپ ؐ تو خود حاضر وناظر تھے۔

مگر آپ بھی رحمت دو عالم ﷺ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر نہیں سمجھتے تھے۔

یہ پانچ آئتیں میں نے آپ کے سامنے تفصیل سے پیش کردی ہیں اور ان کی تفسیر بھی حدیث کی روشنی میں عرض کردی ہے، اگر آپ معمولی سی توجہ بھی فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حاضر وناظر کا عقیدہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید فرمائی ہے اور نہ ہی سرور کائنات ﷺ سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی اصحاب ؓ رسول ؐ کا یہ عقیدہ ونظریہ تھا، میں تو حیران ہوں کہ

سر خدا که عارف وزاہد بکس نہ گفت
در حیر تم که باده نشیں از کجا شنید

پیراں دتہ

آپ نے دلائل اس قدر قوی اور مضبوط پیش کئے ہیں کہ میں ورطہ حیرت میں ہوں کہ کیا کروں اور کس طرف جاؤں، اگر غوثِ پاک نے دستگیری فرمائی تو میں بھی آپ کے سامنے قرآن مجید کے دلائل سے ثابت کروں گا کہ مالک کل، ساقی کوثر، شب معراج کے دولہا حضور پُر نور ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ اپنے دلائل مکمل کرلیں پھر میں اپنے اکابر کی کتابوں سے اپنے دلائل پیش کروں گا مگر ان کو دلائل کی بجائے اگر اب اپنے اشکالات قرار دے دوں تو نہایت موزوں ہوگا۔ بھئی میں نے آج پہلی مرتبہ دیوبندیوں کے دلائل سنے ہیں ہم نے تو کبھی آپ کے جلسہ میں شریک ہونا بھی گوارا نہیں کیا تھا کیونکہ ہمارے علماء تو آپ کی تقریریں سننے سے روکتے ہیں اور آپ کی مجلس میں بیٹھنا حرام قرار دیتے ہیں، آپ کے ساتھ مصافحہ کرنا ناجائز قرار فرماتے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے یہ سبھی کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ وہ آپ حضرات کے علمی سیلاب

کے سامنے اپنے خس وخاشاک کو برقرار نہیں رکھ سکتے آپ نے تو عجیب باتیں سنائی ہیں، اور فرمایئے میں لکھتا چلا جاؤں گا اور بعد میں آپ سے سمجھنے کے لئے کچھ اپنے بزرگوں کی کتابوں سے دلائل عرض کروں گا مجھے آج یہ پہلی مرتبہ معلوم ہوا ہے کہ **علّمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیم** اس خاص واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ہمارے پاس تو علم غیب کے سلسلہ میں یہ مایہ ناز دلیل ہے مگر برا ہو حسد اور ضد کا وہ انسان کو کس طرح کتمان حق پر مجبور کرتی ہے۔

اللہ دتہ

اب بسم اللہ کیجئے میں پھر بغور سنوں گا اور ساتھ ہی دلائل بھی لکھتا چلا جاؤں گا:۔

آیت نمبر۱۴:۔ لَاتَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا. (پ۱۱ سورۃ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق بالکل جھوٹے ہیں، آپ اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں

تفسیر اور شان نزول

۹ھ میں منافقوں نے مشورہ کر کے ایک مسجد تعمیر کی جس کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور اس کو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے ایک اڈہ بنانا تھا، جب مسجد تعمیر ہوگئی تو منافقوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم نے ایک مسجد مسلمانوں کی آسانی کے لئے تعمیر کی ہے آپؐ وہاں تشریف لے چلیں اور اس مسجد کا افتتاح فرمائیں، آپؐ نے اس وفد کے ایک ممتاز فرد یخدع نافی منافق سے دریافت فرمایا کہ تمہارا مسجد کی تعمیر سے کیا مقصد ہے اس نے قسم اٹھا کر بیان کیا کہ **واللّٰہ مَا اردت الّا الحسنیٰ وھو کاذبٌ فصدقہٗ رسول اللّٰہ** ﷺ. (درمنثور جلد۲ ص۲۷۶) ترجمہ خدا کی قسم میرا ارادہ سوائے بھلائی کے اور کوئی نہیں ہے رسول اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمادی حالانکہ وہ منافق اپنے ارادہ میں جھوٹا تھا............ نبی اکرم ﷺ نے اسے سچا تصور فرما کر اس سے وعدہ فرمالیا کہ اب تو مجھے فرصت نہیں پھر کسی وقت آؤں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور

آنحضرت ﷺ کو منافقوں کے ناپاک عزائم سے مطلع فرماتے ہوئے اس مسجد میں تشریف لے جانے اور کھڑا ہونے سے منع فرمایا کہ **لاتقم فیه ابدًا.**

طرز استدلال

اگر حضور انور ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو آپؐ نے ان منافقوں کو کیوں نہ فرمایا کہ جب تم نے مسلمانوں کے خلاف ایک اڈہ قائم کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا تھا میں وہاں حاضر و ناظر تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو جب معلوم تھا کہ میرا محبوبؐ تو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے مجھے وحی نازل کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ خود ہی اس واقعہ کو دیکھتے اور جانتے ہیں، مولیٰ کریم نے وحی نازل کر کے تمہارے اس باطل عقیدہ حاضر و ناظر کی بیخ کنی کر دی۔

(۳) **لاتقم فیه** پر عمل تو تب ہی ہوسکتا ہے جب آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہوں اگر آپؐ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر تھے تو **لاتقم فیه ابدا** پر عمل کس طرح ہو سکے گا۔

آیت نمبر ۱۵:۔

وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ (پ۷ سورۃ انعام رکوع ۸)

ترجمہ:۔ اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو مزاح اڑاتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر آپؐ بھلا دیئے جائیں تو نہ بیٹھو یاد آنے کے بعد ظالموں میں۔

طرز استدلال

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کو غیر اسلامی مجالس میں جانے اور وہاں بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے، اب جو حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہی بتائیں کہ اس دور میں جو غیر اسلامی مجالس اور ثقافت کے نام پر غیر شرعی اجتماع اور دین اسلام سے مذاق کی محافل منعقد ہوتی ہیں ان میں بھی نبی علیہ السلام (معاذ اللہ) حاضر و ناظر ہوتے ہیں کیا تمہارے اس ملحدانہ اور غیر اسلامی عقیدہ سے نبی

اکرم ﷺ کی توہین نہیں ہوتی۔

ظالمو! اگر تمہیں اپنے عقیدہ کی تاریکی اور ظلمت کا خیال نہیں ہے تو کم از کم رحمت دو عالم ﷺ کے تقدس اور علم و مرتبت کا ہی خیال کیا ہوتا، سچ ہے

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

آیت نمبر۱۶:۔ **وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنتَ فِيْهِمْ** (پ۹ سورۃ الانفال رکوع ۴)

ترجمہ:۔اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے گا۔

طرز استدلال

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس مقام پر نبی اکرم ﷺ حاضر ہوں گے وہاں عذاب الٰہی نہیں آئے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ نبی اکرم آپ کے عقیدہ کے مطابق اگر ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں تو کیا ابوجہل اور ابولہب کو عذاب ہوگا! اگر ہوگا تو قرآن مجید کا ارشاد معاذ اللہ غلط ہوگا کیونکہ آپؐ کی موجودگی میں تو عذاب ہوگا نہیں، اور اگر نہیں ہوگا تو پھر کفار عذاب الٰہی سے بچ گئے۔اصل قصہ تو یہ تھا کہ تم نے کفار کو عذاب الٰہی سے بچانا تھا۔اس لئے اس کفریہ عقیدہ کا اختراع کیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس باطل عقیدے سے محفوظ فرمائے۔

(۲) اس وقت جو قتل وغارت اور زلزلے اور سیلاب آتے ہیں یہ سب عذاب الٰہی ہی تو ہیں، چنانچہ مستدرک حاکم میں موجود ہے کہ **وعذا بها فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل** اس دنیا میں خدا کا عذاب فتنوں اور زلزلوں اور قتل عام کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی جو زلزلے قتل اور فتن برپا ہورہے ہیں یہ سب آپؐ کے حاضر وناظر نہ ہونے کی وجہ سے ہیں، اگر آپؐ حاضر وناظر ہوتے تو یہ عذاب دنیا میں نہ آتے۔

فتدبر

آیت نمبر۱۷:۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (پ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۱۶)

ترجمہ:۔اوران میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولؐ سے منکر ہوئے اور فسق میں مر گئے۔

تفسیر نعیمی ص۲۹۰ میں ہے کہ اس آیت میں سید دو عالم ﷺ کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر۱:۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن وزیارت کے لئے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔

طرز استدلال

اگر آنحضرت ﷺ ہر وقت حاضر وناظر ہیں تو آیت کریمہ کے خلاف لازم آئے گا کیونکہ جب آپؐ کو کافر کی قبر پر کھڑے ہونے پر منع کیا گیا ہے تو دائمی اور مستقلاً قیام کس طرح درست ہوگا؟

آیت نمبر۱۸:۔

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ وَّمَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ

(پ ۱۱ رکوع نمبر ۱)

(ترجمہ مولوی احمد رضا خان صاحب) اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لئے تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو وہاں تم ان کا خیال چھوڑ دو وہ تو نرے پلید ہیں اوران کا ٹھکانہ جہنم ہے بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔

طرز استدلال

اگر آپؐ حاضر وناظر تھے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کس طرح درست ہوا کہ آپؐ جب پلٹ کر جائیں گے تو یہ منافق قسمیں کھا کر آپؐ کو اپنی صداقت کا یقین دلائیں گے۔

معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو منافقین کی تمام سازشوں کا بذریعہ وحی الٰہی علم ہوا، اگر حاضر وناظر ہوتے تو ان کے تمام افعال واعمال کو بچشم خود مشاہدہ فرماتے۔

آیت نمبر۱۹:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(الحجرات پ ۲۶)

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبیؐ کی آواز میں اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

طرز استدلال

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جس جگہ سرکار دو عالم ﷺ حاضر ہوں گے وہاں چلا کے بات کرنا ناجائز ہے یہ لاؤڈ سپیکر لگا کر سٹیج لگا کر گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانا اس آیت کریمہ کی روشنی میں ناجائز ہوا۔

فرمایئے! ہوش آیا اور عقل و خرد کے کچھ نہ کچھ ناخن اترے! اگر حضور نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں، تم اپنے ملاؤں سے کہو کہ گلا پھاڑ مار کہ تقریریں بند کرو! یہ سٹیج پر ہیر رانجھے کے قصیدے دریا برد کر دو! یہ داڑھی منڈے نعت خوان حضورؐ کی موجودگی میں کھڑے ہو کر گلا پھاڑ رہے ہیں ان کے منہ میں لگام دو! رحمت دو عالم ﷺ کی موجودگی میں اس شیر پنجاب کو، اس طوطئ زمان کو اس گلاب جامن کو بند کرو یہ کیا ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے، اگر باز نہیں آؤ گے تو تمہارے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے، تم سمجھتے رہو گے کہ ہم نے عشق رسولؐ کا حق ادا کر دیا ہے حالانکہ تمہاری اس رفع صوت نے تو تمہارے اعمال کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے! قیامت کے دن جب رسول پاک ﷺ کے سامنے گستاخوں کا گروہ آئے گا ان میں تمہیں شامل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرما دیں کہ میرے پیغمبرؐ کے حضور بلند آواز سے باتیں نہ کرنا، مگر تم نے عمر بھر اس کے خلاف عمل جاری رکھا ہے، یا تو حاضر و ناظر کا عقیدہ چھوڑ دو ورنہ ان سزاؤں کے لئے تیاری کر لو۔

آیت نمبر ۲۰:۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

(پ ۲۶ سورہ حجرات)

ترجمہ:۔اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر وطرز استدلال

ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ اس وقت گھر میں آرام فرما تھے، انہوں نے یا محمّد یا محمّد کہہ کر آوازیں لگانا شروع کر دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہیں صبر کرنا چاہئیے تھا اس طرح آوازیں لگا کر پیغمبر کو تکلیف نہیں دینی چاہئیے تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپؐ ہر وقت حاضر وناظر تھے تو تشریف لانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی فرمادیتے کہ میرا پیغمبرؐ تو حجرات سے باہر بھی حاضر وناظر ہے تم جو گفتگو کرنا چاہتے ہو کرتے چلے جاؤ تمہاری ساری باتیں ان کو معلوم ہو جائیں گی، یہ آنا جانا اور تشریف لانا سب باتیں تمہارے عقیدہ حاضر وناظر کے سراسر منافی ہیں۔اس میں بنیادی بات یہی ہے کہ باہر انتظار اسی کا کیا جاسکے گا جو باہر نہیں ہوگا اور جو باہر موجود نہیں ہوگا اندر مکان میں ہوگا اس کا ہر جگہ موجود ماننا درست نہیں، یہ مسئلہ تو اس طرح واضح ہے جس طرح آفتاب کی روشنی مگر دیدہ باید۔

آیت نمبر۲۱:۔ وَاِذَرَ اَوْتِجَارَةً اَوْلَھْوَا نْفَضُّوْا اِلَیھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا

(پ ۲۸ سورۃ جمعہ)

(ترجمہ مولوی احمد رضا خان) اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔

طرز استدلال

اکیلا چھوڑنا تو تبھی ہوسکتا ہے جبکہ پاس والے اس مقام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر چلے جائیں، جب دوسرے مقام پر جائیں گے تو پیغمبر علیہ السلام وہاں بھی موجود ہوگے اس لیے تَرَکُوْکَ کا مفہوم اگر حاضر وناظر ہیں تو بن ہی نہیں سکتا۔

’’تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے‘‘! یہ کسی دیو بندی نہیں آپ کے اعلٰحضرت مولوی احمد رضا خان کا ترجمہ ہے۔ صحابہؓ ایک تجارتی قافلہ کی طرف چلے گئے تھے۔ جب صحابہ چلے گئے تھے تو آپؐ کو کیسے چھوڑ گئے۔ آپؐ تو تمہارے عقیدے کے مطابق ہر جگہ موجود ہیں۔ اس لیے چھوڑ نے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر حاضر وناظر کا عقیدہ چلانا ہے تو قرآن مجید سے دست بستہ عرض کرو کہ آپ کے راستہ سے ہٹ جائے ورنہ یہ گاڑی نہیں چلنے دے گا، قرآن مجید کوئی ایسی کتاب تو ہے نہیں جس کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی من مرضی کر سکے، یا تو قرآن مجید کو راستے سے ہٹاؤ یا تم خود اس کے راستے سے ہٹ جاؤ اور کوئی دوسرا راستہ تجویز کو لو، اس کو درمیان میں خوامخواہ لاتے ہو۔ بتاؤ اس کتاب مقدس کی ان آیات کی کون سی تاویل کرو گے! اس وقت تک میں نے آپ کے سامنے مزید آٹھ آیتیں پیش کی ہیں۔ یہ سب ملا کر اکیس آیتیں ہوگئیں، ان کا ترجمہ بھی اکثر وہی کیا ہے جو آپ کے اعلٰحضرت نے کیا ہے تا کہ آپ کو یہ شبہ بھی نہ رہے کہ میں نے ترجمہ میں کوئی اپنی طرف سے کمی یا زیادتی کی ہے! اب اس قدر واضح اور ٹھوس دلائل کے بعد بھی اگر آپ اپنے اس غلط عقیدہ پر قائم ہیں تو آپ کے بارے میں افسوس کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حق سمجھنے کے لیے قلب سلیم عطا فرمائے، آپ کی آنکھیں حق کے لیے روشن کردے۔ میں نے یہاں تک جو دلائل عرض کیے ہیں قرآن مجید کی واضح اور کھلی ہوئی آیات بینات پر مبنی تھے اس کے بعد جو دلائل عرض کروں گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ احادیث صحیحہ پر مشتمل ہوں گے، اس سے قبل کہ میں اپنے وہ دلائل عرض کروں گا! اب آپ کو موقعہ دینا چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس عقیدہ حاضر وناظر کے اثبات کے لیے قرآن مجید کے جس قدر دلائل موجود ہیں وہ پیش کریں تا کہ میں ان کا جائزہ لے کر اُن کا صحیح مطلب اور صحیح مفہوم آپ پر واضح کرسکوں تا کہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ آج تک آپ کو کس طرح ظلمت اور تاریکی میں رکھا گیا ہے۔ **اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ.**

دورِ ثالث

میں نے آپ کے سامنے دور اوّل وثانی پر دلائل قائم کیئے آپؐ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں، اب تیسرا دور جو وفات شریف سے لے کر حشر ونشر تک ہے اس کے متعلق ایک روایت ملاحظہ ہو۔

عن سهيل بن سعد قال قال رسول الله ﷺ انی فرطكم على الحوض من مر على مشرب ومن شرب لما يظا ابدًا ليردن على اقوم اعرفهم ويعرفوننی ثم حيل بينی وبينهم فاقول انهم منی فيقال انک لا تدری ما احدثوا ابعدک فاقول سحقاً سحقًا لمن غير بعدی(متفق عليه)

قائلین حاضر وناظر کے لائل پر ایک نظر

پیراں دتہ

آپ نے جو ایکس آیتیں عقیدہ حاضر وناظر کی تردید میں پیش کی ہیں ان کو میں نے بہت ہی غور سے سنا ہے اور گھر جا کر بار بار ان پر غور کیا ہے، اپنے اکابر کی کتابوں سے ان کے جوابات تلاش کیئے ہیں مگر سچی بات ہے کہ مجھے ان کے جوابات میسر نہیں آسکے، میں اپنے علمائے کرام سے ملا ہوں ان سے بھی آپ کے دلائل کا جواب مانگا ہے مگر انہوں نے فرمایا ہے کہ دیوبندیوں، وہابیوں کی بات سننا نا جائز ہے ان کی مجلس میں بیٹھنا حرام ہے، ان کے بزرگوں کو کافر سمجھنا ضروری ہے، جو کوئی ان کی باتیں سن کر ان پر غور کرے گا وہ ان میں شامل ہو جائے گا، اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا، اب تو مجھے اپنے نکاح کا فکر ہو گیا ہے میرے تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ پھر ان کیا بنے گا، میرے گھر والے نذر و نیاز دے رہے ہیں، صوفی گیسودراز صاحب نے میرے لیے ایک مرتبہ درود لکھی ورد کیا ہے کہ اے مولیٰ مشکل کشاء اس پیراں دتہ کو دیو بندی ہونے سے بچا، اے بابا نو لکھ ہزاری، کردے مشکل حل تو ہماری۔ میری دادی اماں نے نذر مانی ہے کہ اے بابا مست جمال میں تیرے نام کا ایک مرغا ذبح کروں گی جس کی ابھی چھوٹی ہوگی، ابھی اذان نہیں دی ہوگی، جس کی یخنی سے دل و دماغ کے دریچے کُھل جائیں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ باتیں مجھے رام نہیں کرسکیں گی، اور نہ ہی ان کا کوئی داؤ مجھ پر چل سکے گا، میں نے تو دلائل سے مسئلہ کو سمجھنا ہے، آپ کے دلائل سُنے اور اب دلائل بیان کروں گا، اگر میرے دلائل کا جواب آپ سے نہ بن پڑا تو آپ کو پیر گیسودراز کے پاس لے چلوں گا ورنہ خود آپ

کے کسی بزرگ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا اور ہمشہ کی غلامی اختیار کرلوں گا۔اس وقت میرے پاس ہمارے بزرگ محقق اعظم حضرت علامہ مولنا مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی کتاب جاءالحق ہے انھوں نے اس میں عقیدہ حاضر وناظر کے اثبات میں جو پہلی دلیل بیان کی ہے وہ بعینہٖ جاءالحق سے بیان کرتا ہوں آپ غور سے سماعت فرمائیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

(ترجمہ از مفتی احمد یار صاحب) اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! بے شک بھیجا ہم نے تم کو حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب''

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر وناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاضر تھا، حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں، ورنہ سارے انبیا گواہ تھے یا اس لیے کہ قیامت میں تمام انبیا کی عینی گواہی دیں گے، یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی اسی طرح آپ ﷺ کا مُبشر ونذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر، حضور علیہ السلام نے دیکھ کر، اسی لیے معراج صرف حضورؐ کو ہوئی سراج منیر آفتاب ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود، آپؐ بھی ہر جگہ موجود ہیں، اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہے (بلفظہٖ جاءالحق ص۱۲۹)

اللّٰہ دتہ

آپ کی کہانی سن کر مجھے کوئی تعجب نہیں ہوا یہ لوگ حق کے متلاشی کو ہمیشہ پریشان کرتے ہیں، اس پر الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہیں اسے پیروں فقیروں کا دشمن قرار دیتے ہیں، اس کے ساتھ مصافحہ اور علیک سلیک ختم کرنے کا وعظ کہتے ہیں، اس کے خلاف منافرت کے بیج بوتے ہیں، مگر آپ کا خدا حامی وناصر ہوگا، انشاءاللہ العزیز اگر آپ نے خلوص سے تحقیق حق کی کوشش کو

جاری رکھا اور حق کو سمجھنے کے بعد اس کو قبول کرلیا تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گی

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بُجھایا نہ جائے گا

اب میں آپ کی پیش کردہ آیت کریمہ کی صحیح تفسیر عرض کروں گا اور ساتھ ہی آپ کے مفتی صاحب نے جو آیت کریمہ کے ترجمہ میں خیانت کی ہے وہ آپ پر عیاں کروں گا تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ قرآن مجید کا ترجمہ کرنے میں بھی خیانت کرتے ہیں، مثلاً یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کا ترجمہ کیا ہے کہ! اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی، میں پوچھتا ہوں کہ ''غیب کی خبریں بتانے والے'' کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اگر لفظ نبی کا ترجمہ ہے تو میں چیلنج کرتا ہوں کہ خلفائے راشدین سے لے کر ہندوستان کے مترجم شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ تک کسی نے اس کا ترجمہ غیب کی خبریں بتانے والے نبی کیا ہو تو منہ مانگا انعام حاصل کرلیں اور اگر نہیں دکھا سکتے تو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُ ھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ

بالفرض اگر ترجمہ لفظ نبی کا ہے تو اس کا ترجمہ کردیا کہ ''اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی'' اگر لفظ نبی جو ترجمہ میں موجود ہے یہ کس لفظ کا متبادل ہے یا ترجمہ سچ ہے۔ رب ناراض ہوتا ہے تو عقل و خرد بھی سلب کرلیتا ہے، دوسری خیانت یہ کی ہے کہ شاھدًا کا معنیٰ حاضر و ناظر کیا ہو تو دکھا دیا جائے، آخر اہلسنت کے کسی مفسر نے اس لفظ کا معنی حاضر و ناظر کیا ہو تو دکھایا جائے، آخر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ترجمہ موجود ہے اور شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ موجود ہے ان کے تراجم دیکھ لیے جائیں جن کی گرد راہ سے کئی مفتی احمد یار پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان کو اس معنی حاضر و ناظر نہیں سوجھا اور صاحب روح المعانی، صاحب کبیر، ابن کثیر، خازن ان کو اس کا معنی حاضر و ناظر نہیں مل سکا یہ نئے مفتی صاحب نے نا معلوم کس فیکٹری میں اس کا معنی حاضر ناظر وضع کرلیا۔ آپ یہیں سے انصاف فرمالیں کہ جب یہ لوگ معنوی اعتبار سے تحریف کرتے ہوئے نہیں شرماتے اور قرآن مجید کے معانی کو تبدیل کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے تو ان سے کسی اور مقام پر انصاف کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟ مفتی صاحب کی اس معنوی خیانت کے بعد میں اصل استدلال کی صحیح پوزیشن

عرض کرتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اس کا مطلب کیا تھا اور کیا بنا دیا گیا ہے! بخاری شریف اور ترمذی شریف میں آتا ہے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق اور تمام انبیاء علہیم السلام کو جمع فرمائیں گے، کافروں پر حجت تمام کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے اپنی امتوں کو تبلیغ کی تھی؟ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ آپ نے امت کو تبلیغ فرمائی تھی، حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے اللہ میں نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی، پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ تمہیں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی تو نوح علیہ السلام کی امت انکار کردے گی اور صاف کہہ دیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں! تو پھر اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ تمہارا کوئی گواہ ہے، حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میری گواہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت ہے۔

امت محمدیہ حضرت نوح علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دے گی تو وہ لوگ اعتراض کریں گے کہ یہ لوگ تو موقعہ پر موجود نہیں تھے، تو امت محمدیہ عرض کرے گی کہ ہم نے قرآن مجید پڑھا ہے اس میں لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ فرمائی تھی اور اسی طرح ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا، جب اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے فرمایا تھا کہ نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے تبلیغ فرمائی تھی تو ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے یقیناً تبلیغ فرمائی تھی، جب امت محمدیہ گواہی دے چکے گی تو سرکار دو عالم ﷺ اپنی امت کی گواہی کی صفائی اور تائید وتوثیق فرمائیں گے۔ گویا کہ آپؐ کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی! ملخصا! بخاری جلد۲ ص ۶۴۵۔ اس لیے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ گواہی حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح علیہم السلام اور دیگر انبیاء السلام کے حالات زندگی اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بذریعہ وحی بتائے تھے اور قرآن مجید میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

(۲)۔ مفتی صاحب نے جو تحریر کیا ہے کہ گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر تھا۔

اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں جو آپ کو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وما کنت من الشاھدین اور اس وقت تم حاضر نہ تھے، یہ ترجمہ آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب کا ہے اگر گواہ کے لیے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے تو اس مقام پر قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کے حاضر ہونے کی کیوں نفی فرمائی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مفتی صاحب کی اپنی ایجاد ہے انہیں قرآن مجید کی آیات ہی کا علم نہیں کہ ان کے اس ترجمہ یا ایجاد سے قرآن مجید کی کتنی آیات ختم ہو جائیں گی۔

(۳) اگر گواہ کے لیے موقع پر حاضر ہونا ضروری ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی کیا تاویل کرو گے جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تمام دروازے بند کر کے گناہ کی دعوت دی مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے صاف انکار فرما دیا اور دامن چھڑا کر دروازوں کی طرف دوڑے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام دروازے اپنے پیغمبر کے لیے کھول دیئے، جب آپ باہر تشریف لائے تو عزیز مصر دروازے پر موجود تھا، زلیخا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے جس نے تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کیا ہو، (معاذ اللہ) یا تو اسے دردناک عذاب دیا جائے اور یا اسے جیل بھیج دیا جائے، اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تو اس نے دعوت عصیاں دی تھی۔ میں دامن چھڑا کر چلا آیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے پاس اپنی صداقت کے لئے کوئی گواہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی شہادت اور گواہی ایک بچے سے دلوائی، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّمِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

(پ ۱۲ سورۃ یوسف)

ترجمہ:۔اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے اس کا کرتا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا اور اگر ہے اس کا کرتا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا۔

حضرت شاہ عبدلقادر صاحب محدث دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس عورت کا ناطے دار ایک

لڑکا دودھ پیتا بول اٹھا، اور حدیث میں آتا ہے کہ **لَمْ یَتَکَلَّمْ فِی الْمَھْدِ اَلَّا اَرْبَعَۃٌ وَذُکِرَ مِنْھَا شَاھِدُ یُوْسُفَ.** (حاشیہ جلالین)

اب مفتی صاحب ہی بتائیں کہ اگر گواہ کا موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے تو کیا یہ دودھ پینے والا بچہ اس کمرہ میں موجود تھا، اگر موجود نہیں تھا تو اس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے کیوں قبول فرمائی، اللہ تعالیٰ نے تو گواہی کو قبول کرلیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس گواہی کی بناء پر اپنا مقدمہ جیت لیا اور عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برات کا اعلان کردیا۔ مگر مفتی صاحب ہیں کہ مصر کی عورتوں کی طرح اس گواہی کا انکار کر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا بھی ان عورتوں سے کوئی روحانی ناطہ ہوگا، مبارک ہوا ے زنان مصر کے مفتی اعظم!

(۴) آپ جب التحیات پڑھتے ہیں تو اس کے آخر میں پڑھا جاتا ہے کہ **اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اَلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

فرمایئے! جب تم خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہو تو تم نے کبھی خدا کو دیکھا ہے یا جب سرکار دوعالم ﷺ نے رسالت کا اعلان فرمایا تھا تم لوگ وہاں موقعہ پر موجود تھے؟ اگر نہیں موجود تھے تو یہ گواہی کیسی؟ آپ کے نزدیک تو گواہی موقعہ پر حاضر ہوئے بغیر نہیں دی جاسکتی! اب حضور سرور کائنات ﷺ کی رسالت کا انکار کردو کیونکہ تم تو موقعہ پر موجود نہیں تھے۔

تکبیر کہتے وقت جب حضورؐ کی رسالت کی گواہی دیتے ہو وہ بھی چھوڑ دو کیونکہ تم وہاں کہاں تھے؟

کلمہ شہادت میں جو گواہی دیتے ہو وہ بھی چھوڑ دو؟

اچھا یہ بتایئے کہ تم نے جنت کو دیکھا ہے؟ سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ کیا ہے؟ عرش رب مجید کو ملاحظہ کیا ہے؟ بیت المعمور تو تم نے دیکھا ہی ہوگا؟ اگر نہیں دیکھا تو گواہی کیوں دیتے ہو؟ جہنم کا

مشاہدہ تو آپ لوگوں نے یقیناً کیا ہوگا بتائیے؟ اگر نہیں کیا تو اس کی گواہی کیونکہ دیتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ بیسیوں چیزیں ایسی ہیں جن کو تم نے دیکھا نہیں اور ان کی تخلیق کے وقت تم موقعہ پر موجود نہیں تھے مگر اس کے باوجود تم ان کی گواہی دیتے ہو! اگر تم قرآن مجید میں پڑھ کر بغیر حاضری اور بغیر دیکھنے کے ان تمام چیزوں کی گواہی دے سکتے ہو تو سرکار دوعالم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہو جانے پر گواہی دے سکتے ہیں ان کا موقعہ پر ہونا یا کسی مقام کا دیکھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

(۵) ایک عام فہم مثال ہے میں آپ کو سمجھاتا ہوں یہ بات جلدی آپ کی عقل میں آجائے گی! یہ بتائیے کہ اگر آپ سے کوئی صاحب پوچھیں کہ آپ کے والد صاحب کا کیا نام ہے تو آپ فرمائیں کہ ان کا نام پیر بخش ہے تو وہ پوچھیں کہ تم یقین سے کہتے ہو کہ آپ کے والد صاحب کا نام پیر بخش ہے آپ کہہ دیں ہاں مجھے سو فیصد یقین ہے تو وہ صاحب آپ سے سوال کردیں کہ آپ وہاں موقعہ پر موجود تھے؟ اگر نہیں تھے تو یہ گواہی کیسی؟ تو آپ فرمائیں گے کہ ہماری والدہ صاحبہ نے بتایا ہے اگر والدہ کے کہنے پر آپ کی گواہی درست ہو سکتی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے فرمانے اور بتانے پر رسول اکرم ﷺ کی گواہی امت کے بارہ میں کیوں درست نہیں ہے؟

اگر گواہ کے لئے موقعہ پر ہونا ضروری ہے تو اپنے حسب ونسب کی صداقت کی کوئی فکر کرو! میرے خیال میں اس قدر وضاحت کے بعد آپ کے دل میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا ہوگا اب آخر میں مفتی صاحب کا ایک حوالہ پیش کر کے بات کو ختم کردوں گا اور آپ کے دیگر دلائل پر بات کروں گا۔ انشاءاللہ

(۶) مفتی احمد یار خان صاحب جاءالحق کے صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ جب امت محمدیہ سے سوال ہوگا کہ تم تو وہاں موجود نہیں تھے............ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں............ اس سے معلوم ہوا کہ گواہی دینے کے لئے موقعہ پر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ گواہی سماعی بھی ہو سکتی ہے۔

(۷) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْ نُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (پ۲ رکوع نمبر۱)

(ترجمہ) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل کہ تم بتانے والے لوگوں پر اور رسول ہو تم پر بتانے والا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو گواہ کیا ہے، اگر شہید یا شاہد کا معنٰی حاضر و ناظر ہے تو کیا تمام امت محمدیہ بھی حاضر و ناظر ہے، فرمایئے؟ فتویٰ دیجئے!

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ شاہد کا معنٰی حاضر و ناظر کرنا یہ آپ حضرات کا اختراعی اور وضعی معنٰی ہے اسے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ حضرات نے غالبًا فیصلہ کر رکھا ہے کہ دلیل وہی پیش کرنی ہے جو حقیقت سے کوئی تعلق نہ رکھتی ہو، دیکھنا کبھی صداقت کا ساتھ نہ دینا ہمیشہ اسی بات کو کرنا جس میں ذرہ بھر بھی صداقت نہ ہو۔ انا للہ.......................

(۸) کیا سرکار دو عالم ﷺ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حاضر و ناظر ہوئے یا اس سے پہلے بھی تھے؟

(۹) اگر اس آیت کریمہ کے نزول سے پہلے بھی حاضر و ناظر تھے تو اس کی دلیل بیان کرو؟

(۱۰) اگر اس آیت کے نزول کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو کیا خیال ہے تمہارا کہ ۴۳ سال کے لگ بھگ آپؐ ہر جگہ حاضر نہیں رہے؟

پیراں دتہ

میں نے تو اپنے خیال میں یہ ایسا تیر چلایا تھا کہ جس کی زد سے آپ نہیں بچ سکتے تھے، مگر آپ نے دلائل قاہرہ سے اس آیت کا مفہوم اس قدر واضح کر دیا ہے کہ دہائی ہے غوث اعظم کی میرے ذہن سے تو آپ نے اشکالات کا ایک اچھا خاصا بوجھ اتار دیا ہے، میں حیران ہوں کہ ہمارے علمائے کرام بات کرتے وقت سوچتے کیوں نہیں ہیں! پہلے تو انہوں نے معنٰی ہی غلط کیے جو سلف صالحین سے منقول نہیں ہیں، معنی کے بعد اس کا مفہوم اس قدر متضاد بیان کیا ہے خدا کی پناہ...... خود ایک ایسا جال بچھا دیا جس سے نکلنا مشکل ہو گیا، اے پیروں کے پیر! اے دستگیر! اے ڈوبی نیا

پار لگانے والے آقا! مجھے فرمایئے میں کہاں جاؤں............؟ قرآن و حدیث دیکھتا ہوں تو وہ دیوبندی مسلک کی تائید کرتے ہیں اور اپنے مولویوں کی کتابیں دیکھتا ہوں تو وہ اپنی لن ترانیاں ہانکتے ہیں، ہائے میں کہاں جاؤں؟ لو بھیا! آپ کی پہلی بات تو سمجھ میں آ گئی اب میری دوسری دلیل سن لو.................اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ وَمَـا اَرْسَلْـنٰکَ اِلَّارَحْـمَةً لِّلْـعٰـلَمِیْنَ ....اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے حضور پُرنور ﷺ کو دونوں جہانوں کی رحمت قرار دیا ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ انّ رحـمة اللّٰـه قـريبٌ من المحسنين جب حضور ﷺ رب تعالیٰ کی رحمت خاصہ ہیں اور رب کی رحمت مومنین کے قریب ہے، تو معلوم ہوا کہ جہاں جہاں مومن ہوں گے وہیں آپؐ ہوں گے! چونکہ مومن بھی ہر جگہ موجود ہیں لہذا نبی پاک ﷺ بھی ہر جگہ ہر وقت موجود ہیں اور ویسے بھی رحم کرنے والے کا جس پر رحم کیا جائے اس کے قریب ہونا ضروری ہے کیونکہ جب تک قریب نہیں ہوگا تب تک رحم نہیں کر سکے گا۔

اللہ دتہ

اُف رے توبہ! آپ تو بوکھلا گئے یہ کیا غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا، گھبرایئے نہیں اس ربّ العٰلمین کو پکاریئے جسکے قبضہ قدرت میں رحمت و ہدایت کے خزانے ہیں، اُسی سے مانگیے انشاء اللہ وہ ہر وقت اپنے بندے کی فریاد کو سنتا ہے اس کی مشکل کشائی کرتا ہے! آپ نے جو آیت اس وقت اپنے استدلال میں پیش کی ہے اس کا مقصد ہرگز حاضر ناظر نہیں ہے، قرآن مجید میں لفظ رحمت کئی معنوں میں بولا گیا ہے، لیکن جہاں اس لفظ رحمت کا اطلاق انبیاء علیہم السلام پر ہوا ہے وہاں مراد نبوت لی گئی ہے۔

(۱) جیسے حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قَـالَ يٰقَوْمِ اَرَءَ يْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهٖ ۔(پارہ نمبر ۱۲ سورہ ھود۔رکوع نمبر ۳) (ترجمہ) کہا اے میری قوم کیا دیکھا تم نے اگر ہوں میں اوپر دلیل کے پروردگار اپنے سے اور دی اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت! (ترجمہ از شاہ عبد القادر صاحبؒ)

(۲) حضرت علامہ جلال الدین صاحب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے

ہیں کہ اٰتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً . نبوۃً (جلالین شریف ص۱۸۵)

(۳) وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم. (پ ا سورۃ بقرہ رکوع نمبر۱۳) (ترجمہ) اور اللہ خاص کرتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے جس کو چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل بڑے کا ہے۔

حضرت علامہ جلال الدین صاحب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جلالین ص۱۶ پر فرماتے ہیں اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رحمت سے مراد نبوت ہے۔

(۴) وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَاالْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا (پ۱۷ . سورۃ انبیاء)

(ترجمہ) اور اسمٰعیل کو اور ادریس کو اور ذاالکفل کو ہدایت دی وہ ہر ایک تھا صبر کرنے والوں سے اور داخل کیا ہم نے ان کو بیچ رحمت اپنی کے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وَاَدْخَلْنَا هُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا مِنَ النُّبُوَّةَ (جلالین ص۲۷۶) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے نام سے کہ ان پر لفظ رحمت کا اطلاق کیا ہے جس سے نبوت مراد لی گئی ہے۔

ان آیاتِ بیّنات سے معلوم ہوا کہ جہاں لفظ رحمت کا اطلاق انبیاء علیہم السلام پر ہوا ہے وہاں رحمت سے مراد نبوت لی گئی ہے، اسی طرح وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ............ میں بھی رحمت سے مراد نبوت ہے، اسی کا معنٰی یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو دو جہاں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اب آپ ہی اندازہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں اور آپ گو دونوں جہانوں کے لئے نبی اور رسول قرار دے رہے ہیں اس سے آپ گا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا کس طرح ثابت ہوا آپ نے جو اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ کو ساتھ ملا کر اس آیت کا نتیجہ نکالنے کی ترکیب سوچی ہے وہ بھی اپنی جگہ ادھوری ہے کیونکہ دعویٰ تو آپ کا نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے ہر جگہ اور ہر ایک کے ساتھ حاضر وناظر ہونے کا ہے اور دلیل ایسی لائے ہو جو دعویٰ سے کلیتًا مطابقت نہیں رکھتی، اسے ہی

دلیل غیر تام کہتے ہیں، کم از کم دلائل بیان کرنے کی عقل تو کہیں سے سیکھی ہوتی، اگر اپنے پاس نہیں تھی تو کہیں سے ادھاری مانگ لیتے!

یہ دیکھئے آپ کے مولوی مفتی احمد یار صاحب جاء الحق میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں بلکہ روح میں فرماتے ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید وشقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ جاء الحق ص ۱۳۱ دعویٰ تو آپ کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید وشقی کے ساتھ رہتے ہیں مگر دلیل میں قریبٌ مّن المحسنین کو بیان کرتے ہو کہ حضور علیہ السلام محسنین کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ اشقیا کے قریب نہیں ہیں، دعویٰ عام ہے اور دلیل خاص ہے جو مناظرہ کی اصطلاح میں قطعاً نا قابل تسلیم ہیں، کم از کم دلیل جو لاؤ وہ دعویٰ کے مطابق تو ہونی چاہئے مگر تمہاری جانے بلاع

مُلّاں آں باشد کہ چُپ نہ شود

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ رحم تبھی آتا ہے جب رحم کرنے والا پاس ہو، یہ بات حقیقت سے اتنی ہی بعید ہے جس قدر آپ کا نظریہ حق وصداقت سے دور! خدا کے بندے یہ تو دن رات مشاہدے میں آنے والے واقعات کا آپ نے منہ چڑانے کی کوشش کی ہے! دیکھئے اسرائیل نے عربوں پر حملہ کیا تھا تو پاکستان کے مسلمان ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے تڑپ گئے، اپنے بھائیوں پر مظالم کی داستانیں سن کر ہزاروں نہیں کروڑوں مسلمان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ پڑا، عرب بھائیوں کی حمایت میں جو کچھ ہوسکا جمع کیا، کپڑے، کمبل، ادویات اور روپیہ جمع کر کے بھیجا تا کہ ان بھائیوں کے زخموں کا مداوا ہو سکے! بتائیے جب آپ کو مصری مسلمان کی تباہی پر پاکستان میں بیٹھے ہوئے رحم آرہا تھا تو آپ مصر میں حاضر وناظر تھے؟ اگر نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے تو آپ کے ضابطہ کے مطابق آپ کو کیوں رحم آیا، حالانکہ کسی کو رحم تو اس پر آتا ہے جس کے وہ پاس موجود ہوگا! یہ مظاہرے اور یہ محبت وعقیدت کے آنسو سب مصنوعی تھے۔ جو تم ان کے حق میں کر رہے تھے! بتائیے اب بولتے کیوں نہیں ہو! اب تمہیں سانپ سونگھ گیا ہے، اور سُنیے ہندوستان میں جونہی ہندو غنڈے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے ہیں تو پاکستان بھر کے مسلمان صدائے احتجاج بن

جاتے ہیں اور ہر طرف سے ہندو غنڈہ گردی کی مذمت کی جاتی ہے اور ہر ایک آدمی اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ان کا دکھ اپنا دُکھ اوران کی تکلیف اپنی تکلیف سمجھتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اسلام ایک ایسا رشتہ ہے کہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کو ہزاروں میل دور کوئی مصیبت یا رنج پہنچے گا تو ہر مسلمان اس کو اپنا دکھ اور درد محسوس کرے گا اور اپنے بھائیوں سے دور بیٹھا ہوا بھی رحم کھائے گا۔ ان روزمرہ کے واقعات سے معلوم ہوا کہ رحم کھانے والے کا جس پر رحم کھا رہا ہے اس کے پاس ہونا ضروری نہیں ہے! میں پوچھتا ہوں کہ جب نبی اکرم ﷺ کو حدیبیہ کے مقام پر یہ خبر پہنچی تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو کیا آپ دور بیٹھے ہوئے ہی حضرت عثمانؓ کی خبرِ شہادت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہو گئے تھے اور کیا آپؐ کا بار بار حضرت عثمانؓ کے بارہ میں رحم و کرم کا فرمانا ہی بیعتِ رضوان کا باعث نہیں ہوا؟ اگر رحم کرنے والے کا پاس ہونا ہی ضروری ہے تو اس واقعہ کی خبر کی کیا تاویل کرو گے۔ کیا جب چند قراء حضرات کو تبلیغ کا بہانہ بنا کر کفار لے گئے تھے اور راستہ میں لے جا کر شہید کر دیا تھا تو آپؐ کا دل رحمت و شفقت سے بھر نہیں گیا تھا۔ ایسے متعدد واقعات آپ کو احادیث میں مل جائیں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت فلاں افراد کے متعلق نہایت افسردہ خاطر ہو گئے ان پر رحمت و شفقت کا ظہار فرمایا گیا مگر آپؐ وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے!

ان تمام دلائل قاہرہ سے معلوم ہوا کہ رحمت للعلمین کے لفظ سے استدلال کر کے سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنا یہ خدا اور رسولؐ اور قرآن حکیم سے سراسر زیادتی اور اسلامی نظریات و خیالات سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ خداوند قدوس ہمیں ایسی مذموم اور غیر اسلامی حرکات سے محفوظ فرمائے۔

پیراں دتہ

رحمۃ للعالمین کے لفظ رحمت سے جو استدلال ہمارے بزرگوں نے کیا تھا میں تو سمجھتا تھا کہ یہ

مسئلہ حاضر و ناظر پر حرف آخر ثابت ہوگا، مگر آج معلوم ہوا ہے کہ رحمت سے مراد قرآن مجید نے نبوت لیا ہے۔ الحمد للہ اس مفہوم کے واضح ہو جانے پر ذہن کے تمام اشکالات جو اس استدلال سے پیدا ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے کافور ہو گئے۔ نا معلوم ہمارے واعظین یا مصنفین حضرات علم کے قریب نہیں بھٹکے یا جان بوجھ کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ پھر دعویٰ عام ہوتا ہے اور دلائل خاص لاتے ہیں حالانکہ دلائل دعویٰ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ کہاں دعویٰ تو یہ کر دیا تھا کہ انحضرت ﷺ ہر سعید اور شقی کے پاس موجود ہیں مگر جب دلیل کا وقت آیا تو دلیل پیش کی کہ انّ رحـمة الله قريبٌ من المحسنين .... اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے یعنی حضور اکرم ﷺ محسنین کے قریب ہیں۔ بھلا اس سے ہر جگہ اور ہر ایک کے پاس ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ جوں جوں گہری نگاہ سے میں آپ کی باتیں سن رہا ہوں مجھے اپنے نظریہ کے کمزور ہونے کا باور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خیر چھوڑوں گا میں بھی نہیں جب تک اپنے تمام مستدلات آپ کے سامنے نہ عرض کر دوں۔ لیجئے ہماری ایک اور دلیل سماعت فرمایئے جو حاضر ناظر کے مسئلہ پر برہان قاطع ہے

آیت نمبر۳:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوۡا فَرِيۡقًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ يَرُدُّوۡكُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ كٰفِرِيۡنَ وَكَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيۡكُمۡ رَسُوۡلُهٗ (پاره ۴ ، سورة آل عمران، ركوع ۱)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اگر تم کہا مانو بعض اہل کتاب کا تو پھر کر دیں گے وہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر اور تم کس طرح انکار کرتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے **وَفِيْكُمْ رَسُوْلُه** اور تم میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں، فرما کر آپ ؐ کا حاضر و ناظر ہونا بیان کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا عین قرآن کے منشاء کے مطابق ہے۔

اللہ دتہ

آپ نے پہلی دو آیتوں کا مفہوم جس طرح غلط سمجھا تھا اسی طرح اس آیت کریمہ کا مفہوم بھی غلط سمجھا ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا حقیقی مطلب آپ کے گوش گذار کروں تاکہ آپ پر آپ کے اس استدلال کی سطحیت واضح ہو جائے!

مدینہ منورہ میں انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج، زمانہ جاہلیت میں ان دونوں قبیلوں کی آپس میں سخت عداوت تھی، حتّٰی کہ بغاوت کی مشہور جنگ ان دونوں قبیلوں میں ایک سو بیس سال تک جاری رہی، سرکار دو عالم ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے ان سب کو اسلام کی مقدس لڑی میں پرو دیا، وہی لوگ جو ایک دوسرے کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے اب ایک دوسرے کی عزت واحترام اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے یہ سب کچھ سرکار دو عالم ﷺ کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔ یہود مدینہ کو ان دونوں کا اس طرح شیر وشکر ہو کر رہنا اور آپس میں محبت و پیار سے مل بیٹھنا پسند نہیں تھا، چنانچہ وہ اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح ان کی باہمی محبت والفت کو ختم کر دیا جائے۔ ایک مرتبہ انہوں نے موقعہ پا کر جنگ بغاوت کا ذکر کر دیا، اس پر ان دونوں قبیلوں میں قدرے گرمی پیدا ہوگئی قریب تھا کہ آپس میں جنگ چھڑ جاتی مگر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع مل گئی، آپؐ مہاجرین کو ساتھ لے کر موقع پر تشریف لے گئے، آپؐ نے جا کر اوس وخزرج کو سمجھایا اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر سمجھ گئے اور جنگ کے شعلے ختم ہو گئے............اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس آیت میں خطاب کر کے سمجھایا کہ اے مسلمانو! تم ان یہودیوں کے کہنے پر کیوں خون خرابے پر اتر آئے، یہ بے ایمان تو تمہیں اسلام سے دور کرنا چاہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کے رسولؐ تم میں موجود ہیں تو ان کی موجودگی میں تم آپس میں کیوں لڑائی پر آمادہ ہوئے، مطلب یہ ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ آپ کے ہادی اور رہنما آپ کے پاس ہیں تم سب ان کی اطاعت کرو، تمہیں یہود کی بات نہیں ماننا چاہیئے۔ یہ مفہوم ہے فِيكُمْ رَسُولُهُ کا مگر یار لوگوں نے اس کو حاضر وناظر کی بُرہانِ قاطع بنا دیا۔ انا للہ..................

اس آیت کریمہ کا صحیح شانِ نزول اور پس منظر بیان کرنے کے بعد ایک انصاف پسند کے

سامنے بات آجاتی ہے مگر دیدہ کورکو کیا سمجھایا جائے؟ اس لئے مزید وضاحت کے لئے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

(۲) اگر **فیکم رسولہ** سے مراد حاضر وناظر ہے تو نبی کریم ﷺ اس واقعہ کی اطلاع ملنے پر مہاجرین کو ساتھ لے کر موقعہ پر کیوں پہنچے، آپؐ تو وہاں پہلے سے حاضر وناظر تھے! صحابہ کرامؓ نے کیوں نہ عرض کی کہ یا رسول اللہ تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں ہے آپؐ وہاں موجود تو ہیں فیصلہ ہو جائے گا۔

(۳) **فیکم رسولہ** میں اصحابؓ رسولؐ کو خطاب ہے یہ تمام امت کو خطاب نہیں ہے۔

(۴) یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے اور سورۃ آل عمران مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے، آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پیدائش کے وقت سے حاضر وناظر ہیں، پھر فرمایئے دعویٰ کب سے ہے اور دلیل میں مدنی آیت پیش کی جارہی ہے یا وضاحت کرو کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں حاضر وناظر ہوئے تھے یا مدینہ منورہ میں؟

مکہ مکرمہ میں نبوت سے قبل بھی حاضر وناظر نہیں ہوئے تھے تو کیا پہلی زندگی بغیر حاضر وناظر کے گذر گئی؟ ارے خدا کے بندو کوئی تو عقل کی بات کرو، پہلے دعویٰ تو متعین کرو!

(۵) قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ (پ۷ انعام)

ترجمہ:۔ اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں ہماری کے پس منہ پھیر لے ان سے یہاں تک کہ بحث کریں بیچ بات کے سوا اس کے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کا استہزاء اور مذاق کرتے ہیں آپؐ ان کی مجلس میں بالکل نہ بیٹھیں، ایک طرف تو اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ السلام کو اسلام کا مذاق اڑانے والے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرماتے ہیں اور دوسری طرف و **فیکم رسولہ** سے آپؐ ہر جگہ حاضر وناظر بنا رہے ہیں، اس طرح تو قرآن مجید کی آیات میں تضاد واقع

ہوجاتا ہے،تمہاری اس روش سے تو قرآن مجید کی صداقت مجروح ہوجائے گی۔(اعاذ نااللہ تعالیٰ)

(۶)مسلم شریف میں ایک حدیث آتی ہے جس میں دجّال کے متعلق آپؐ نے ارشادفرمایا کہ **اِنْ یَخْرُجْ وَاَنَا فِیْکُمْ فَاَنَاحجِیْجُه دُوْنَکُمْ وَاِنْ یَخْرُجْ وَلَسْتُ فِیْکُمْ فَالَمَرْءَ حَجِیْجُ نَفْسِهٖ**. (مسلم شریف جلد۲ص ۴۰۱)

ترجمہ؛۔اگر دجال کا ظہور ہوگیا اور میں تم میں موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے جھگڑوں گا اور اگر میں تم میں موجود نہ ہوا تو ہرآدمی اپنے آپ جھگڑے گا۔

اگرآپ ﷺ حاضرو ناظر تھےاور **فیکم رسوله** کاارشادقرآنی آپ کے سامنے تھاتو آپ نے کیوں ارشادفرمایا کہ **اِنْ یَخْرُجُ وَاَنَا لَسْتُ فِیْکُم** اگر وہ نکل آیااور میں تم میں موجود نہ ہوا.........کیا**فیکم رسوله** کا مطلب جوآپ نے بیان کیا ہےاس حدیث کی روشنی میں ختم ہوکر نہیں رہ جاتا؟ **وفیکم رسوله**.......... **ولستُ فیکم** دونوں میں منافات ہے یا کہ نہیں؟

(۷)سرکاردوعالم ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ دوگروہ جہنم میں جائیں گے،ایک گروہ وہ ہوگا جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی طرح ہنٹر ہوں گے اور دوسرا گروہ باریک لباس پہننے والی عورتوں کا ہوگا لیکن **لَمْ اَرَهُمَا** نہیں دیکھا ہے میں نے ان دونوں کو۔(مسلم شریف جلد۲ ص۳۸۲)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر **فیکم رسوله** میں تمام امت کوخطاب ہےاور آنحضرت ﷺ ہر سعیداور شقی کے پاس رہتے ہیں تو آپؐ نے کیوں فرمایا کہ میں نے ان دونوں کو دیکھانہیں ہے!اس سے ثابت ہوا کہ سرکاردوعالم ﷺ ہرجگہ اور ہروقت حاضرو ناظر نہیں ہیں۔

(۸)رحمت دوعالم ﷺ نے ایک خطبے میں ارشادفرمایا کہ **لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذا**. (مشکوۃ ص۲۳۰ ترمذی جلدص ۱۰۸)

ترجمہ:۔ہوسکتا ہے کہ آئندہ سال میں تمہیں نہ دیکھوں!

اگر **فیکم رسوله** کا وہی مطلب ہے جوآپ حضرات بیان کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے کہ یارسول اللہ آپؐ تو ہروقت اور ہر مقام پر حاضرو ناظر ہوتے ہیں اس

لئے نہ دیکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ بھی حاضر و ناظر کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

(۹) قیامت کے دن حوض کوثر پر جب بعض لوگ جائیں گے تو فرشتے آپؐ سے عرض کریں گے۔ اَنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَااَحْدَ ثُوْا بَعْدَکَ۔ (بخاری ج۲ص۹۶۵، مسلم ج۲ص۲۸۴)

ترجمہ:۔ بے شک آپ نہیں جانتے جو کچھ انہوں نے آپؐ کے بعد دین میں نئے مسائل پیدا کر لئے تھے۔

اگر آپ **فیکم رسولہ** کا مصداق ہوتے تو ان کے احداث فی الدین کا آپ کو علم ہونا چاہئیے، مگر اس حدیث پاک سے عقیدہ حاضر و ناظر کی نفی ہوگئی۔

(۱۰) اگر **فیکم رسولہ** کا وہی مطلب ہے جو آپ بیان کرتے ہیں تو آپ کی علالت کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلے پر کیوں کھڑے ہوئے جبکہ اس آیت کریمہ کی رو سے نبی اکرم ﷺ بھی موجود تھے۔ **تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ** بینو اوتوجرو.

پیراں دتہ

میں نے **فیکم رسولہ** سے جو استدلال کیا تھا، اس کا مطلب آپ نے جس خوش اسلوبی سے میرے ذہن نشین کرایا ہے اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں، دل تو چاہتا ہے کہ میں اپنے علمائے کرام کے دامن کو پکڑ کر انہیں جھنجھوڑوں اور ان سے پوچھوں کہ اس قدر واضح اور بے غبار آیات کے مفہوم کے بعد آپ حضرات کیوں ہمیں غلط راستے پر ڈال رہے ہیں۔ مگر میں راہ حق کا متلاشی ہوں اس لئے اس طرح وقت ضائع کرنا کوئی سودمند نہیں ہوگا، میں اسقدر وقت آپ کے پاس لگا کر کیوں نہ اپنے دوسرے اشکالات بھی رفع کرلوں! ہمارے علمائے کرام مسئلہ حاضر و ناظر کے اثبات کے لئے ایک اور آیت کریمہ پیش کرتے ہیں، میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ اس سلسلہ میں حجت قطعی ہوگی کیونکہ میں اپنے پہلے دلائل کا حشر دیکھ چکا ہوں، مگر اپنے اطمینانِ قلب کے لئے اسے بھی بیان کیے دیتا ہوں تا کہ اس کا صحیح مطلب سامنے آسکے۔

آیت:۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(پارہ نمبر ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۲)

ترجمہ:۔ وہ لوگ بہانے کریں گے تمہارے سامنے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، اے محمد ﷺ ان سے کہہ دینا مت بہانے بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو اللہ تعالیٰ تمہارے احوال بتا چکا ہے اور ابھی دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل اور اس کا رسولؐ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہاوۃ کی طرف، سو وہ بتائے گا تم کو جو کچھ تم کر رہے تھے۔

اس آیت کریمہ میں وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھے گا اور اس کا رسولؐ) سے ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم ﷺ تمام امت کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپؐ جب تمام امت کے اعمال کا مشاہدہ کریں گے تو اس کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر و ناظر ہوئے۔

اللہ دتہ

آپ نے اس آیت کریمہ کے اس حصہ سے کہ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه (اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھے گا اور اس کا رسولؐ) جو استدلال کیا ہے یہ بھی آپ کا اس آیت کریمہ کے اصل مفہوم کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے! یہ آپ کا قصور نہیں ہے بلکہ آپ کے علمائے کرام نے آپ کو سمجھایا ہی یہی ہے، خیر کوئی بات نہیں میں آپ کو اس آیت کریمہ کا صحیح پس منظر اور حقیقی مفہوم عرض کر دیتا ہوں تا کہ آپ پر حقیقت حال واضح ہو سکے!

غزوہ تبوک جو رومیوں کی مسلح افواج سے گرمیوں کے موسم میں عین فصل کی کٹائی کے دنوں میں پیش آیا تھا، کچھ منافقین نے جھوٹے بہانے بنا کر نبی اکرم ﷺ سے اس میں شریک نہ ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی، آپؐ نے ان کے بہانوں کو درست تصور فرما کر انہیں اجازت دے دی، اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى

یَتبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْ اوَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معاف کردیا کیوں رخصت دی آپؐ نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہوجائے آپؐ پر سچ کہنے والے اور جان لیتے آپؐ جھوٹوں کو۔

یعنی اے پیغمبر ﷺ اگر آپ ان کو اجازت نہ دیتے تو ان لوگوں کا نفاق اور دجل آپؐ پر خود بخود عیاں ہوجانا تھا کیونکہ انہوں نے کسی صورت میں بھی شرکت نہیں کرنی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہرحال معاف کردیا ہے، دوسرا منافقین کا ایک ایسا گروہ تھا جنہوں نے سرکار دوعالم ﷺ سے کوئی اجازت نہیں لی تھی اور نہ ہی وہ اس غزوہ میں شریک ہوئے ان کو یقین تھا کہ مسلمانوں کو رومیوں کے مقابلہ میں شکست ہوجائے گی اور ان کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے گا، اس لئے شرکت کا کیا فائدہ؟ مسلمانوں کا لشکر سرکار دوعالم ﷺ کی قیادت میں جب وہاں پہنچا تو عیسائی اس لشکرِ جرار کو دیکھ کر ہی مرعوب ہوگئے، لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی، جب آپؐ واپس تشریف لارہے تھے تو منافقین کو اس کا علم ہوا تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ بہت پریشان ہوئے، منافقین نے اپنی جان بچانے اور اپنے کو معذور ثابت کرنے کے لئے جھوٹے بہانے اور ناپاک حیلے تراشنے شروع کردیئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ان کے جعلی عذر پیش کرنے اور حیلہ سازیوں سے مطلع فرمایا کہ اے نبی (ﷺ) جب آپؐ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے جائیں گے تو یہ لوگ غلط عذر اور بہانے پیش کریں گے آپؐ ان سے فرمادیں کہ تمہارے ان جھوٹے بہانوں سے کچھ نہیں بنے گا اب تو تمہارا نفاق اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کردیا ہے، اب پچھلی باتوں کو چھوڑو تمہارا آئندہ طرزِ عمل دیکھا جائے گا۔ اب تمہاے طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو معلوم ہوجائے گا کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کس طرح سلوک کرتے ہو اور ان کے ساتھ تمہاری روش دوستانہ ہے یا منافقانہ؟

یہ ہے حقیقت جو آپ کے سامنے میں نے تفصیل سے واضح کی ہے، آئندہ طرزِ عمل تمہارا کیا ہوگا اس کو ہم دیکھیں گے!

یہ ایک ایسا محاورہ ہے جو اردو اور عربی میں یکساں طور پر بولا جاتا ہے اور ہمارے روزمرہ

محاورات میں شامل ہے۔ اُستاد کے سامنے شاگرد عذر کرتا ہے کہ آج ہمارے ہاں مہمان آ گئے تھے اس لئے میں سبق یاد نہ کر سکا، یا آج میرے ابا جی بیمار تھے اس لئے میں سوالات حل نہ کر سکا۔ اس پر استاد کہتا ہے کہ اچھا پچھلی بات چھوڑو میں آئندہ دیکھوں گا کہ تم کیا کرتے ہو!

اس سے معلوم ہوا کہ استاد کا ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر و ناظر ہی ثابت کرے گا جسے اپنی زبان کے محاورات کا بھی علم نہ ہوگا۔

اس آیت میں بھی منافقین کا ظاہری طرزِ عمل مراد ہے کہ تمہیں دیکھا جائے گا کہ اب تمہارا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

(۲) اس آیت کریمہ میں خطاب منافقین کو ہے، جو حضرات نبی اکرم ﷺ کو ہر ایک پاس حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور ان کا استدلال یہ آیت کریمہ ہے تو وہ خود ہی غور کریں کہ کیا وہ بھی اس زمرے میں شامل ہیں جن کو اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے۔

(۳) اگر **وسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ** سے مراد حاضر و ناظر ہے تو اسی مضمون کی ایک آیت مقدسہ اور ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کے ساتھ مومنون کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ **وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ** (پ۱۱ سورۃ توبہ) ترجمہ:۔ اور آپ ؐ ان سے فرما دیجئے عمل کیے جاؤ پھر دیکھ لے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اس کا رسول ؐ اور مومن............ اب بتایئے جناب! اگر رویت سے مراد حاضر و ناظر ہے تو اس آیت کی وجہ سے تو تمام مومن بھی حاضر و ناظر ہو گئے، کیا تم سب مومنین کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو؟

اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم اپنے کو مومن سمجھتے ہو اور کیا تم بھی اپنے آپ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہو؟

اگر تم بھی حاضر و ناظر ہو تو کیا نبی اکرم ﷺ کی اس صفت میں تم بھی شامل ہو گئے ہو یا نہیں؟ اس طرح بے تکی ہانکنے سے بھلا بتایئے تم اسلام کی اور رسول اکرم ﷺ کی کون سی خدمت کر رہے ہو!

پیراں دِتہ

واقعی اگر لفظ یریٰ ہی سے استدلال ہے تو اس سے تو مومنوں کو بھی حاضر و ناظر ماننا پڑے گا اور

اگر یہ صفت ہر مومن میں تسلیم کر لی جائے تو اس طرح یہ حضور ﷺ کی صفت خاصہ تو نہ رہے گی! میں حیران ہوں یہی ہے وہ علم جس کے زور پر علمائے کرام دیو بند کی تکفیر کی جاتی ہے، دلائل تو اپنے پاس کمزور ہیں اور فتوے ان لوگوں پر جن کا دلائل سے دامن بھرا پڑا ہے!

لیجئے میں اپنے ترکش کا آخری تیر بھی چلائے دیتا ہوں وہ بھی آپ مجھے سمجھا دیں تا کہ اس کی وجہ سے بھی کوئی خلش نہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ **اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْل** (ترجمہ) اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ (ترجمہ) کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا!

ان آیتوں میں اَلَمْ تَرَ کہنا دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ ان کے پاس موجود تھے ورنہ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا، کہنے کا کیا معنٰی بنے گا۔

اللہ دتہ

جس طرح آپ کے دیگر استدلال بودے اور بے وزن ہیں اس طرح اس استدلال میں بھی کوئی جان نہیں ہے! خدا بندے یہ ہر زبان کے محاورے ہوتے ہیں جو روزمرہ استعمال میں آتے ہیں جیسے اردو زبان میں آجکل بولا جاتا ہے، مثلاً کوئی مقرر تقریر کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اے مسلمانو! تم نے نہیں دیکھا کہ محمد بن قاسم نے سندھ میں ہندو سامراج کے کس طرح بل کس نکال دیئے تھے! یا تم نے نہیں دیکھا کہ ۱۹۶۵ء میں ہماری بہادر افواج نے پنڈت سامراج کے کس طرح پرخچے اڑا دیئے تھے۔ یہ محاورے جس طرح اردو زبان میں روزمرہ استعمال کیے جاتے ہیں اسی طرح عربی زبان کا الم تر بھی ان ہی محاوروں کا معنی ہے، جس طرح آپکے یہ کہنے سے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ۶۵ء میں ہماری بہادر افواج نے کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے تھے، اس سے آپ کا ہر سپاہی کے پاس اور ہر محاذ پر موجود ہونا لازم نہیں ہوتا اسی طرح **الم تر** کہنے سے آنحضرت ﷺ کا ہر مقام اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا۔

اصحٰبِ فیل اور قوم عاد پر عذاب کے وقت اگر آنحضرت ﷺ حاضر و ناظر تھے تو **مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّ بَھُمۡ وَاَنۡتَ فِیۡھِمۡ** آپ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا، اگر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر آپ کا اعتقاد ہے تو حاضر و ناظر کا عقیدہ غلط ہوگا اور اگر حاضر و ناظر کی تمہاری رٹ درست ہے تو اس آیت کا انکار لازم آئے گا، اگر **الم تر** کے معنی وہی ہیں جو آپ حضرات مراد لیتے ہیں تو اس طرح تو آیات قرآنی میں تضاد واقع ہو جائے گا، جو محال ہے!

(۲) اگر **الم تر** کہنے سے حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے کلمہ کا اطلاق تو کفار پر بھی کیا ہے، کیا تمہارے نزدیک کفار بھی حاضر و ناظر ہیں، مثلاً ارشاد فرمایا گیا ہے **اَلَمۡ یَرَوۡ کَمۡ اَھۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِھِمۡ مِنۡ قَرۡنٍ** (پارہ نمبر ۷ سورۃ انعام)

ترجمہ:۔ کیا ان لوگوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل کتنے زمانے ہلاک کر دیے ہیں۔

اگر اس آیت میں آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے تو اس سے تو کفار کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا، کیا آپ حضرات کفار کو بھی حاضر و ناظر مانتے ہیں؟

(۳) اگر **الم تر** سے مراد حاضر ناظر ہے تو تمام انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا لازم آئے گا کیونکہ قرآن مجید کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

اَلَمۡ تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا. (پ ۲۹، سورۃ نوح)

ترجمہ:۔ اے انسانو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو **اَلَمۡ تَرَوۡ** کے جملہ سے خطاب فرمایا ہے! کیا اس آیت کی وجہ سے تمام انسانوں کو حاضر و ناظر مان لیا جائے! ماننا تو چاہئیے کیونکہ تمہاری ڈکشنری کا تو یہی تقاضا ہے! امید ہے میری ان گذارشات کو آپ نے بگوش ہوش سماعت فرمایا ہوگا، میں دعا کرتا ہوں کہ مولا کریم آپ کو ضد اور عناد سے پاک ہو کر مسئلہ حق سمجھنے کی توفیق عنایت فرمائے، آپ کے جس قدر اشکالات تھے ان کا جواب میں نے عرض کر دیا ہے، اب میں احادیث صحیحہ بھی پیش کرتا ہوں جو اس کے بطلان پر صریح دلالت کرتی ہیں۔

پیراں دِتہ

الحمدللہ آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں جس قدر دلائل پیش کیے ہیں وہ اپنے موضوع پر برہان قاطع ہیں مگر میرے پیش کردہ دلائل کے جو جوابات دیئے ہیں انہوں نے تو میرے دل و دماغ کو روشن کر دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے آیات قرآنی سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اسی طرح احادیث صحیحہ سے بھی اس مسئلہ پر دلائل پیش کریں، میں انشاء اللہ ہمہ تن گوش ہو کر سنوں گا، بسم اللہ کیجئے!

اللہ دتہ

مسئلہ حاضر و ناظر پر الحمد اللہ میں نے اکیس آئتیں پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ثابت کرنا قرآن مجید کی صریح آیات کے خلاف ہے، اب آپ کے سامنے احادیث صحیحہ پیش کرتا ہوں تاکہ سچ سچ اور باطل باطل آپ کو نظر آسکے۔

حدیث نمبرا:۔سرکار دو عالم ﷺ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے آپؐ سے سوال کیا کہ اگر آپؐ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے تو مسجد اقصیٰ کی تفاصیل بیان فرمایئے اس پر آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **فکربت کربة ماکربت مثله قط.**

(بخاری شریف جلدا، مسلم شریف ج اص ۹۶)

ترجمہ:۔ میں ان کے سوال سے پریشان ہو گیا اور ایسی شدید پریشانی میں کبھی مبتلا نہیں ہوا تھا۔

طرزِ استدلال

اگر آپ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ فرما دیتے کہ میں تو حاضر و ناظر ہوں میں تو ذرے ذرے کی خبر رکھتا ہوں جو پوچھو گے بیان کر دوں گا۔ مگر آپؐ کا پریشان ہو جانا اور یہ ارشاد فرمانا کہ اس طرح میں کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپؐ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں تھے!

حدیث نمبر۲:۔**عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت خرجنا مع رسول ﷺ فی**

بعض اسفار حتّٰی اذا کنّا بالبیداء وبذات الجیش انقطع عقدٌلی فاقام رسول ﷺ واقام الناس معه (الخ) قالت فبعثنا البعیر الذین کنت علیه فاذالعقد تحته.

(بخاری شریف ج۳ص۶۶۳)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے، واپسی پر ایک جگہ میرا ہار گم ہوگیا تو امام الانبیاء جناب رسول ﷺ ہار کی تلاش کرنے رک گئے اور آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ کرامؓ بھی اس کی تلاش میں مصروف ہوگئے،مگر پوری توجہ کرنے کے بعد بھی وہ ہار نہ مل سکا (تھک ہار کر) جب کوچ کرنے کا اعلان کیا تو وہ اونٹ جس پر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سوار تھیں اس کو اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

طرزِ استدلال

اگر سرکار دو عالم حاضر ناظر تھے تو خود تلاش کرنے اور صحابہ کرامؓ سے تلاش کرانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ خود ہی ارشاد فرما دیتے کہ تلاشی مت کرو، کیونکہ ہار تو اونٹ کے نیچے موجود ہے، آپ کا تلاش کرنا اور صحابہ کرامؓ سے تلاش کرانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر مقام اور ہر وقت حاضر و ناظر نہیں تھے۔

حدیث نمبر۳:۔حضرت زینب بنت جحش پر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی جب شادی ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو دعوت ولیمہ مدعو کیا جب ولیمہ سے فراغت ہوئی تو آپؐ نے چاہا کہ یہ حضرات اب چلے جائیں مگر کوئی بھی مجلس سے نہ اٹھا تو آپؐ خود اٹھ کر باہر چلے گئے تاکہ اس طرح سے لوگ اٹھ کر باہر چلے جائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **حتّٰی بلغ باب حجرة عائشه ثمّ ظنّ انّهم قدخرجوا فرجع ورجعت معه فاذاهم جلوس مکانهم فرجع فرجعت الثانیة حتی بلغ حجرة عائشة فرجع فرجعت فاذاهم قدقاموا.** (مسلم شریف ج۱ص۴۶۱)

ترجمہ:۔یہاں تک کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرے کے دروازے تک پہنچ گئے، پھر آپؐ نے

گمان کیا کہ اب چلے گئے ہوں گے، آپ واپس تشریف لائے اور میں بھی ساتھ آ گیا مگر لوگ ابھی تک اپنے مقام پر بیٹھے تھے، آپؐ پھر واپس تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حجرہ عائشہؓ تک پہنچ گئے میں بھی ساتھ ہی واپس آ گیا پھر وہاں سے واپس آئے تو دیکھا کہ لوگ اٹھ چکے ہیں۔

طرز استدلال

اگر سرکار دو عالم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک آنا جانا کیسا اور بار بار واپس ہونا کیسا اور پھر ان کو یہ گمان کر کے کہ شاید چلے گئے ہوں گے واپس تشریف لانا کیسا کیونکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق تو آپؐ حاضر و ناظر ہیں آپؐ حضرت انسؓ کو فرما دیتے کہ ابھی ادھر بیٹھو کہ جب وہ چلے جائیں گے تو پھر چلیں گے کیونکہ میں تو ان کو حاضر و ناظر ہونے کی وجہ سے دیکھ رہا ہوں (معاذ اللہ) مگر یہ نہ کہنا اور واپس بار بار لوٹنا ہی حاضر و ناظر کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث نمبر۴:۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں نو صحابہ کرامؓ کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا، راستہ میں مقام ہدہ پر انکو قبیلہ بنولحیان نے گھیر کر شہید کر دیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو جب شہید کرنے لگے تو انہوں نے شہادت کے وقت یہ دعا فرمائی کہ اللّٰھمّ اخبر عنّا نبیّک. (بخاری ج ۲ ص ۵۶۸) اے اللہ خبر فرما دیجئے ہمارے نبیؐ کو۔

طرز استدلال

اس سے معلوم ہوا کہ اگر صحابہ کرامؓ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں تو یہ دعا نہ کرتے بلکہ وہ براہ راست عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کو دیکھیں کہ کس طرح ہمارے ساتھ سلوک کر رہے ہیں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

حدیث نمبر۵:۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَمَّا فُتِحَتْ خَیْبَرَ اُھْدِیَت لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ شَاۃ. فِیْھَا سُمٌّ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۰)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے وقت ایک بکری کا

گوشت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں زہر تھا۔

طرزِ استدلال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر وقت اور ہر مقام پر حاضر و ناظر نہیں ہیں کیونکہ آپؐ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو صحابہ کرامؓ کو کھانے سے منع فرما دیتے کہ اس کو نہ کھانا کیونکہ میں نے اس یہودیہ عورت کو اس میں زہر ملاتے دیکھا ہے، آپؐ کا یہ ارشاد نہ فرمانا اور صحابہ کرامؓ کو کھانے سے نہ روکنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپؐ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ ابوداؤ شریف میں آتا ہے کہ **وتوفی اصحابه الّذین اکلوا من الشاته**۔ (ابوداؤد شریف ج۲ ص۲۴۶)

ترجمہ:۔ اس گوشت کو کھانے کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ وفات پا گئے جن میں بشیر بن براء بھی شامل تھے۔

پیراں دتہ

میں نے آپ کی پیش کردہ احادیث سن لی ہیں مگر آپ ان احادیث کا کیا کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، صرف آپ کے پاس ہی حدیثیں موجود نہیں ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے بھی اپنے عقیدے کے اثبات کے لئے احادیث کے انبار لگا دیئے ہیں، چنانچہ میں چند احادیث نمبر وار آپ کے سامنے پیش کرتا چلا جاؤں گا آپ ان کا بھی جواب عنایت فرمائیں۔

بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ جب قبر میں فرشتے سوال کرتے ہیں تو میت سے یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ **مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَ الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُئُومِنُ فَیَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّه عَبْدُه وَرَسُوْلُه** .... **هٰذَا** کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ ہر قبر میں ہر میت کے پاس موجود ہوتے ہیں اسی لئے تو لفظ ھٰذا کے ساتھ سوال کیا گیا۔

اللہ دتہ

یہ استدلال آپ کے دوسرے مستدلات کی طرح حقائق سے بالکل بعید ہے! آپ نے غالباً

یہ تہیہ کرلیا ہے کہ ہمیشہ ایسی بات کہنی ہے جو علم کی بجائے جہالت سے تعلق رکھتی ہے، عربی زبان کی عام بول چال یا اس کے معروف محاوروں سے بھی آپ حضرات غلط استدلال کرتے ہیں۔ نہیں معلوم یہ جان بوجھ کر کیا جاتا ہے یا ویسے ہی آپ کی عربی زبان سے بے خبری کا نتیجہ ہے! میں کئی مثالیں آپ کے سامنے بیان کرکے یہ واضح کرتا ہوں کہ عربی زبان میں ھٰذا کا لفظ بولا گیا ہے مگر جس کے لئے بولا گیا ہے وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ مثال کے طور پر جب ابوسفیان ایمان نہیں لائے تھے تو ہرقل بادشاہ کے پاس سرکار دوعالم ﷺ کی شکایت لے کر گئے تھے، ہرقل نے دورانِ گفتگو کہا کہ **اَیُّکُمْ اقرب نسباً بھٰذا لرّجل** (بخاری ج ا مسلم شریف ج ۲) تم میں سے اس شخص کا زیادہ قریبی کون ہے! ایک دفعہ پھر اس نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ **اِنِّیْ سَائِلٌ ھٰذالرّجُلِ** (بخاری) ہرقل نے دو دفعہ لفظ ھٰذا کا اطلاق نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر کیا حالانکہ نہ ہرقل آپ کو اپنے پاس حاضر وناظر سمجھتا تھا اور نہ ہی ابوسفیان آپ کو حاضر وناظر تصور فرماتے تھے! اگر ھٰذا کا اطلاق حاضر وناظر پر ہی ہوتا ہے تو بتایئے ہرقل کافر کا یہ ہی عقیدہ تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

(۲) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جس وقت نبی اکرم ﷺ کی خبر نبوت سنی تو اپنے بھائی کو تحقیق حال کے لئے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا کہ جاکر حضورؐ کے حالات معلوم کرکے آؤ تاکہ صحیح صورت حال معلوم ہوسکے اور آپ نے اپنے بھائی کو جاتے وقت یہ ارشاد فرمایا تھا کہ **اِرْکَبْ اِلیٰ ھٰذا الْوَادِیْ فَاعْلَمْ لِیْ عَلمَ ھٰذَا الرَجُلُ.** (بخاری ج ا ص ۵۴۴) اب آپ ہی فرمایئے کہ قبیلہ عفار مکہ مکرمہ سے جب بہت فاصلے پر تھا اس کے باوجود حضرت ابوذرؓ نے اسے ھٰذا الوادی سے کیوں تعبیر فرمایا کیا وہ مکہ مکرمہ کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھتے تھے؟

اگر ھٰذا کا اطلاق حاضر وناظر پر ہی ہوتا ہے تو حضرت ابوذرؓ نے اس وقت ھٰذا بول کر پھر بھائی کو تحقیق حال کے لئے کیوں روانہ فرمایا جبکہ سرکار دوعالم ﷺ وہیں حاضر وناظر تھے۔

(۳) حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک پانی کے چشمہ پر بسیرا تھا ہم ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے، لوگ جب چشمہ پر پانی کے لئے آیا کرتے تھے تو ہم ان سے سوال

کیا کرتے تھے کہ **مَالَلنَّاسِ ولھٰذا الرَّجُل** (بخاری ج۲ص۶۱۵) اہل عرب کا اور اس شخص کا کیا رویہ ہے؟ یہاں بھی ھٰذا الرجل سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ چشمہ پر قطعاً حاضر وناظر نہ تھے۔

(۴) ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک اعرابی کی شکل میں حضور نبی مکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر چند سوالات کیے، آپؐ نے جوابات عنایت فرمائے تو جبرئیل امین واپس تشریف لے گئے، صحابہ کرامؓ کو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اسے واپس لاؤ، جب صحابہ کرام تلاش میں نکلے تو **فلم یروشیئًا فقال ھٰذا جبرئیل** ، مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔ تو آپؐ نے فرمایا یہ تو جبرئیل تھے! (بخاری شریف ج۲ص۷۰۴)

اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیے کہ جبرئیل علیہ السلام وہاں موجود نہ تھے بلکہ غائب تھے اور واپس تشریف لے جا چکے تھے مگر آپ اس کی غیر حاضری کو بھی لفظ ھٰذا سے تعبیر فرما رہے ہیں، کیا جبرائیل علیہ السلام بھی اس وقت حاضر وناظر تھے؟

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ لفظ ھٰذا کے مشار الیہ کے لئے قریب ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض اوقات لفظ ھٰذا کا اطلاق دور کے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کی علم کلام کو تسلیم کر لیا جائے تو ان احادیث کا کیا بناؤ گے؟ مگر آپ کو تو اپنی گاڑی چلانا مقصود ہے خواہ اسلام کے تمام اصول وقواعد ہی غلط ہو کے رہ جائیں۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ)

اس پر اور کا بھی بیسیوں دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں مگر مختصر طور پر چند باتیں عرض کر دی ہیں۔ آخر میں آپ کے اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحت کا ایک فتویٰ بھی آپ کو سنائے دیتا ہوں جو اسی حدیث سے متعلق ہیں۔ امید ہے اسے تو دوسرے دلائل پر مقدم سمجھیں گے کیونکہ آپ کے اعلیٰ حضرت موت کے وقت یہ وصیت کر گئے تھے کہ میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف)

وہ اپنے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ نمبر ۵۷ پر لکھتے ہیں کہ **ماتقول فی ھٰذا الرجل** ان کے بارے میں کیا کہتا ہے، اب نا معلوم کہ سرکارؐ خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا

جاتاہے،شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی!

اب تو آپ کے دماغ کے دریچے روشن ہوگئے ہوں گے،آپ کے اعلیٰ حضرت نے تو آپکے مذہب اورعقیدے کا رہا سہا بھی وقار ختم کردیا۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی،آپ کوکس دھرم نے یہ بتادیا ہے کہ حضور ﷺ قبر میں تشریف لاتے ہیں اور ہر قبر میں موجود ہوتے ہیں، خدا کے بندے قرآن وحدیث کو اگر تسلیم نہیں کرنا تھا تو تمہاری مرضی ہے مگر اپنے اعلیٰ حضرت کی بات کو ہی مان لینا تھا!

شریعت نے تو اس بات کا فیصلہ نہیں کیا مگر شاباش آپ کے اورصد آفرین آپ کے علمائے کرام کے انہوں نے ان رازوں کو بھی افشاء کردیا جن کا شریعت نے کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تھا۔

(۵) ایک مرد سرکار دو عالم ﷺ کے دور میں مسجد نبوی کی خدمت کیا کرتا تھا۔ایک رات کو اس خادم مسجد کی وفات ہوگئی،صحابہ کرامؓ نے اسے رات کو ہی دفن کردیا اور آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر نہ کی۔ کچھ عرصہ گذر گیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ خادم مسجد کہاں ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ وہ تو وفات پا گیاہے اور ہم نے اس کو دفن کردیا تھا،تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَفَلَا کُنْتُمْ اذنتمونی بہٖ دلونیْ علیٰ قبرہٖ۔(بخاری شریف جلد اص ۶۵)

تم نے مجھے اس کے جنازہ کی اطلاع کیوں نہیں دی چلو مجھے اس کی قبر بتلاؤ! چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو اس کی قبر بتلائی اور وہاں جاکر اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

اب خدارا آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ اگر سرکار دو عالم ﷺ ہر قبر میں موجود ہوتے ہیں تو آپؐ نے اس کی قبر کا کیوں پوچھا اور صحابہ کرامؓ نے کیوں نہ عرض کردیا کہ حضورؐ آپ تو خود قبر میں حاضر وناظر تھے بھلا آپؐ کو بتلانے کی کیا ضرورت تھی،کسی صحابی نے یوں عرض نہ کیا بلکہ اس کی قبر بتلائی گئی اور آپؐ تشریف لے گئے،اس سے معلوم ہوا کہ حاضر وناظر کا مسئلہ قطعاً اسلامی نہیں ہے بلکہ ایجاد بندہ ہے۔

(۶) حضرت یزیدؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ چند صحابہؓ کی معیت میں باہر نکلے تو آپؐ نے ایک تازہ قبر دیکھی! صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ تو انہوں

نے جواب دیا مَولَاۃ نبی فلان فعرفھا رسول اللہﷺ (نسائی وابن ماجہ) یہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے، صحابہ کرامؓ کے بتلانے پر آپؐ نے اس کو پہچان لیا اور اس کی قبر پر کھڑے ہوکر دعائے جنازہ پڑھی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ روزہ سے تھے اور آرام فرمارہے تھے اس لئے ہم نے آپؐ کو تکلیف دینا مناسب نہ خیال کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ لَایَمُوْتُ فِیْکُمْ مَیِّتُ مَادُمْتُ بینْ اَظْھَرَ کُمْ اِلَّا اٰذَنْتُمُوْنِیْ بِہٖ . جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے کیونکہ میری دعا باعث رحمت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سرکار دوعالم ﷺ ہر قبر میں حاضر وناظر ہوتے تو صحابہ کرامؓ سے اس بی بی کی قبر کے بارہ میں سوال نہ فرماتے بلکہ صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمادیتے کہ میں نے تو اس بی بی کو قبر میں دیکھا ہے میں وہاں موجود تھا۔

اور صحابہ کرامؓ آپؐ کے سوال پر عرض کرتے کہ یارسول اللہ آپؐ تو قبر میں حاضر وناظر تھے پھر آپؐ سوال کیوں فرماتے ہیں۔ مگر نہ تو آنخضرت ﷺ نے ہی فرمایا کہ میں قبر میں موجود تھا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے آپؐ کو ہر جگہ اور ہر قبر میں موجود سمجھا۔ مگر آپ ہیں کہ اس باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ان احادیث کا سہارا تلاش کرتے ہیں، خدا کے بندے صاف طور پر کیوں اس عقیدہ سے انکار نہیں کردیتے۔

(۷) اگر سرکار دوعالم ﷺ کو ہر جگہ اور ہر قبر میں حاضر وناظر تسلیم کرلیا جائے تو پھر کفار کو عذاب قبر نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مَاکَانَ اللّٰہُ بِیعَذِّ بَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ اے محبوب جس جگہ آپؐ موجود ہوں گے، اللہ تعالیٰ وہاں عذاب نہیں دے گا۔

اگر آپؐ ہر قبر میں موجود ہیں تو پھر اس آیت کی روشنی میں ابولہب، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ کو عذاب نہیں ہوگا۔ یا تو حاضر وناظر کا عقیدہ غلط مان لیا جائے یا پھر دشمنانِ رسولؐ پر عذاب الٰہی کا انکار کردیا جائے۔ کیا فیصلہ ہے تمہارا؟

(۸) کیا آپؐ ہمیشہ ہر قبر میں ہر وقت موجود رہتے ہیں یا کبھی کبھار اور تھوڑے وقت کے لئے؟ اگر آپؐ ہر وقت ہر قبر میں موجود رہتے ہیں تو پھر مستحق عذاب کو عذاب قبر کس طرح ہوگا جن کا

تذکرہ اکثر احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

اور اگر کبھی کبھار تشریف لاتے ہیں تو تمہارا یہ عقیدہ کہ آپؐ ہر شقی وسعید کے پاس ہوتے ہیں (جاء الحق) تو باطل ہو کر رہ جائے گا۔

اس قدر تفصیل سے آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ علمائے دیوبند کا مسلک کس طرح نکھرا ہوا ہے کتاب وسنت پر پورا اترنے والا ہے، اگر آپ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو آپ کو بیسیوں آئیتوں اور احادیث صحیحہ سے ہاتھ دھونا پڑیں گے، خدا کی پناہ!

پیراں دتہ

آپ نے جس تفصیل سے ھٰذا کا اطلاق اور اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھایا ہے میں اس کے لئے آپ کا ممنون ہوں جب اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرما دیا ہے کہ ان تین صورتوں میں شریعت نے کسی ایک کو واضح طور پر متعین نہیں فرمایا تو ہمیں پھر کیا حق پہنچتا ہے کہ شریعت کے عام احکام کو اپنی طرف سے مقید کریں۔ میں تو آپ کے دلائل جوں جوں سنتا جاتا ہوں مجھ پر حق واضح ہوتا چلا جارہا ہے۔ مجھے کچھ اور اشکالات بھی پیش کرنے ہیں، مگر ان اشکالات کو پیش کرنے سے قبل احادیث کی روشنی میں آپ کے دلائل مزید سننا چاہتا ہوں بسم اللہ فرمائیے۔

اللہ دتہ

میں آپ کی وسعت نظری اور حق پسندی کا دل کی گہرائیوں سے معترف ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو مزید حق سمجھنے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے! میں آپ کے ہر اشکال کا انشاء اللہ العزیز پوری دلجمعی اور تحمل و بردباری سے جواب دوں گا، آپ مطمئن رہیے اور اپنے اشکالات و اعتراضات کو جمع فرما کر میرے سامنے پیش فرما دیجئے تا کہ آپ کو پھر بعد میں کوئی حسرت باقی نہ رہے! پہلے پانچ حدیثیں میں آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں جن سے حضور نبی اکرم ﷺ کے ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔ اب میں پانچ حدیثیں اور عرض کرتا ہوں جن سے اس عقیدہ باطل کی پوری پوری بیخ کنی ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

حدیث نمبر:۔ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ انس ابْنِ مَالِک کَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزِعَ

فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَساً لِأَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوْبٌ فَرَكِبَهُ وَقَالَ مَارَاءَ يْنَا مِنْ فَزَعٍ. (بخاری شریف جلد نمبرا)

ترجمہ:۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں دشمن کی وجہ سے کچھ خوف و ہراس پیدا ہوا تو آپؐ نے ابی طلحہؓ سے گھوڑا مانگا اور اس پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے تو واپس آ کر فرمایا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے!

طرزِ استدلال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ بذاب خود دشمن کو دیکھنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے۔ اگر آپؐ ہر جگہ اور ہر مقام پر حاضر و ناظر ہوتے تو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر کیوں تشریف لے جاتے بلکہ اہل مدینہ سے وہیں فرما دیتے کہ فکر نہ کرو میں سب کچھ یہیں سے دیکھ رہا ہوں باہر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس حدیث سے عقیدہ حاضر و ناظر کی تردید ہوگئی۔

حدیث نمبر ۷:۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اَرَدَانْ يَخْرُجُ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فَاَقْرع بيننا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ. (بخاری ج ۱ ص ۴۰۳)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تھے تو آپؐ عورتوں کے سلسلہ میں قرعہ ڈالا کرتے تھے جس کا قرعے میں نام آتا تھا اسے ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک غزوے میں قرعہ ڈالا تو میرا نام نکل آیا، میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر کیا!

طرزِ استدلال

اگر آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر غزوات میں تشریف لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر ہی صحابہ کرامؓ کی قیادت فرماتے۔ بدر، اُحد، احزاب، خیبر، غزوہ نبی مصطلق اور دیگر غزوات میں

تشریف لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ ....اس حدیث سے آپ کے ہر جگہ حاضر وناظر کے عقیدہ کی تردید ہوگئی۔

حدیث نمبر۸:۔ جنگ احزاب میں جب شدید آندھی اور بارش کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں افراتفری پیدا ہوگئی تو صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ **اخذ تناریحُ شدیدة وقرّ فقال رسول اللّٰه ﷺ الا رجل یاتینی بجبر القوم جعل اللّٰه عزّوجلّ معی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فسکتنا فَلِمَ یجبه مِنَّا اَحَدٌ ثُمَّ قَالَ الْاَرُجُلٌ یاتینی بجبر القوم جعله اللّٰه عزّوجلّ معی یوم القیٰمَةِ فسکتنا فلم یجبهُ منّا اَحَدٌ ثمّ قال الا رجل یاتینا بجبر القوم جعله اللّٰه عزّوجلّ معی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فسکتنا فلم یجبه منّا احدٌ فَقَالَ ثُمَ یَا ابَاحُذَیفَةَ فَئاتِنَا بجبر القوم.** (مسلم شریف ج۲ص۱۰۷)

ترجمہ:۔ہم شدید آندھی اور سردی کا شکار ہوگئے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو قوم کی خبر مجھے لا کر دے اسے قیامت میں اللہ تعالیٰ میری رفاقت عنایت فرمائیں گے، ہم خاموش رہے اور کسی نے ہم میں سے کوئی جواب نہ دیا، پھر آپؐ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو قوم کی خبر لا کر مجھے دے قیامت میں اسے اللہ تعالیٰ میری رفاقت نصیب فرمائیں گے! ہم پھر خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا، اس پر آپ نے فرمایا کہ اے ابا حذیفہ اُٹھ اور ہمیں قوم کی خبر لا کر دے۔

طرز استدلال

اگر سرکار دو عالم ﷺ ہر مقام پر اور ہر وقت حاضر وناظر ہوتے تو صحابہ کرامؓ کو یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ کوئی ہمیں قوم کے حالات کی اطلاع لا کر دے، جب آپؐ سب کچھ دیکھ رہے تھے تو بار بار ارشاد فرمانے کی کیا ضرورت؟ پھر بالخصوص حضرت ابا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ اور قوم کی خبر لے کر آؤ، چنانچہ آپ خود تشریف لے گئے اور واپس آ کر تمام حالات سے مطلع کیا۔اس حدیث سے عقیدہ حاضر وناظر کی پوری پوری نفی ہوگئی۔

حدیث نمبر۹:۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں امام الانبیاء سید دو عالم

ﷺ نے ۹ صحابہ کرامؓ کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ فرمایا، راستہ میں مقام ھدہ پر قبیلہ بنولحیان نے ان کو گھیر کر شہید کر دیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین شہید کرنے لگے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ. (بخاری ج ۲ ص ۵۶۸)

طرزِ استدلال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتے ورنہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ براہ راست امام الانبیا ﷺ کو خطاب کر کے اپنے حالات عرض کرتے۔

حدیث نمبر ۱۰:۔ عَنْ حَنْطَبٍؓ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ ابْنِ مَالِک یَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَاجِعًا وَبَدَ الَہٗ اُحدٌ قَالَ ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ. (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت حنطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام الانبیاء ﷺ کی معیت میں خیبر کی طرف گیا تھا تاکہ آپؐ کی خدمت کروں، جب حضور نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے اور آپؐ کی نظر اُحد پہاڑ پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ پہاڑ ہے جس سے ہم بھی محبت کرتے ہیں اور یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔

طرزِ استدلال

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے خیبر کا سفر فرمایا............ جو حاضر و ناظر ہوتا ہے وہ سفر نہیں کرتا اور جو سفر کرتا ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہوتا۔

(۲) آپؐ سفر سے واپس تشریف لائے تو احد پہاڑ سامنے نظر آیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہاڑ سے ہم محبت کرتے ہیں، اگر آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے تو واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اُحد کے ظاہر ہونے کا کیا معنیٰ ہے؟ اس وقت تک کل دس احادیث میں نے اپنے دعویٰ

کے ثبوت میں آپ کے سامنے پیش کی ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح آپ پر عیاں ہو گیا ہوگا کہ حضور سید دو عالم ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ قطعاً حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

پیراں دتہ

ہمارے علمائے کرام نے جہاں اور مسئلہ حاضر و ناظر کے اثبات کے لئے دلائل بیان فرمائے ہیں وہیں انہوں نے ایک اور زبردست دلیل بیان کی ہے جو اپنے دعویٰ کے لئے برہانِ قاطع کا درجہ رکھتی ہے! نماز میں جب تشہد پڑھی جاتی ہے تو اس میں حضور سید دو عالم ﷺ کو خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے مثلاً اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ سلامتی ہو آپؐ پر اے نبی!............اس سے معلوم ہوا کہ سید دو عالم ﷺ ہر آدمی کے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں، اسی لئے تو ہر نمازی آپؐ کو خطاب کر کے سلام عرض کرتا ہے۔

چونکہ نمازیں تمام ممالک میں پڑھی جاتی ہیں اور ہر ملک کا نمازی آپؐ کو جملہ خطابیہ سے سلام عرض کرتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ سید دو عالم ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

اللہ دتہ

آپ کے علمائے کرام نے یہ قسم اٹھا رکھی ہے کہ ہمیشہ اس قِسم کی باتیں کرنا ہیں جن سے عوام کو مغالطہ میں ڈال کر اپنا اُلو سیدھا کیا جاسکے! ورنہ ان باتوں کا ان کے موقف یا دعویٰ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ کلمات تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ پاک ﷺ کو معراج کی رات خود ارشاد فرمائے تھے، گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا خطاب اپنے نبی پاک ﷺ کو ہے، تمام نمازی اس حکایت کی نقل کرتے ہیں، ایسی مثالیں قرآن مجید میں متعدد آپ کو مل جائیں گی جن میں کسی کو خطاب اللہ تعالیٰ نے یا کسی دوسرے نے کیا ہے مگر ہم اس کو اسی طرح دہراتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو توحیدِ خداوندی کی تبلیغ فرمائی مگر اس نے نہایت گستاخی سے آپ کو جواب دیا تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ....میں گمان کرتا ہوں کہ اے فرعون تو تباہ کر دیا جائے گا............اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کو اَظُنُّکَ کے خطاب سے یاد کیا تھا

مگر آج تک تمام قاری، محدّث، مفسر اور علمائے کرام لفظ خطاب کو ہی برقرار رکھے ہوئے، کیا کسی نے آج تک اس لفظ خطاب سے فرعون کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو آپ ہمت کریں کیونکہ آپ نے تو ہر غلط بات کرنے کا اور غلط استدلال کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، خدا کے بندے کچھ تو سوچا ہوتا کہ تم قرآن وحدیث سے کس طرح مذاق کر رہے ہو۔

(۲) حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب عزیز مصر کی بیوی نے تہمت لگائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے سے گواہی دلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا تو عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہاوَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِکِ اِنَّکِ کُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِیْنَ...........معافی طلب کر تو اپنے گناہ کی یقیناً تو خطا کار ہے۔

اس میں لـذنبک. انک ان دونوں جملوں میں خطاب ہے کیا اس دور میں جوان خطابیہ جملوں کی تلاوت کرتے ہیں انہوں نے کبھی اس سے زلیخا کو حاضر و ناظر سمجھا ہے؟ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ایسے مقام موجود ہیں جہاں کسی نے اپنے مخاطب کو ضمیر صیغہ حاضر سے خطاب کیا تھا مگر ہم بھی آج تک اس کو اسی طرح پڑھتے ہیں اس سے کبھی ایسے مخاطب کے حاضر و ناظر کا تصور تک بھی پیدا نہیں ہوا، اس قسم کی لن ترانیاں آپ کو ہی سوجھتی ہیں، اہل علم بے چارے اس جہالت کی کہاں خبر رکھتے ہیں۔

(۳) آپ کے والد صاحب کراچی رہتے ہیں مگر آپ جب بھی ان کو خط لکھتے ہیں تو اس میں تحریر کرتے ہیں کہ قبلہ والد صاحب السلام علیکم

آپ کی خیریت خداوند قدوس سے نیک خواہ ہوں!

آپ کی خیریت کا ہر وقت طالب ہوں!

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ اپنے والد صاحب کو ضمیر حاضر سے خطاب کرتے ہیں تو کیا تمہارے والد صاحب وہاں تمہارے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں؟ یا جب السلام علیکم کہتے ہو تو تمہارے والد صاحب وہاں موجود ہوتے ہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ماننا پڑے گا کہ بعض اوقات خطاب میں صیغہ حاضر ہوتا ہے مگر اس سے مراد غائب ہوتا ہے، مثلاً قرآن میں اللہ تبارک و

تعالیٰ نے موجودہ نبی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ **ظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ..... ورفعنا فوقکم الطّور**......حالانکہ بادلوں کا سایہ موجودہ بنی اسرائیل پر نہیں کیا تھا بلکہ جو پہلے گزر چکے تھے ان پر کیا گیا تھا، اسی طرح کوہ طور موجودہ بنی اسرائیل کے سروں پر نہیں اٹھایا گیا تھا بلکہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخیاں کرنے والے پہلے بنی اسرائیل ہیں۔آپ نے دیکھا کہ جو بنی اسرائیل گزر چکے ہیں ان کو بھی ضمیر خطاب سے مخاطب کیا گیا، گویا کہ گزرے ہوئے لوگوں کو ضمیر خطاب سے مخاطب کرنا یہ قرآن کا اندازِ بیان ہے، اگر اس سے ان بنی اسرائیل کا حاضر وناظر ہونا ثابت نہیں ہوسکتا تو پھر کسی طرح السلام علیکم کے لفظ سے حاضر وناظر کا استدلال درست نہیں ہے،

(۴) شاہ روم کو جب حضور نبی اکرم ﷺ نے خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تھی تو اسے تحریر فرمایا تھا کہ **اَدْعُوْکَ بدعایة الاسلام** (بخاری) میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

آپؐ نے جو شہنشاہِ روم کو غائبانہ طور پر ضمیر خطاب سے مخاطب فرمایا تو اس سے شاہ روم کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہوسکتا ہے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ماننا پڑے گا کہ السلام علیک کے جملہ سے آپ حضرات کا استدلال کرنا بھی اسی طرح ناقص ہے جس طرح آپ کے دیگر دلائل ناقص ہیں۔

(۵) آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ امام الانبیاء سید دوعالم ﷺ شَاهِداً کی آیت سے حاضر وناظر ہوگئے تھے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ آپؐ کا معراج پر تشریف لے جانا اور وہاں ان اعزازات سے بہرہ ور ہونا کس طرح درست ہوگا جبکہ آپؐ پہلے سے حاضر وناظر تھے۔

(۶) آپ کے اعلیٰحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب اپنی کتاب حدائق بخشش میں تمام دیوبندیوں کو خطاب کر کے کہتے ہیں

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدِ پا پھر تجھ کو کیا
بیٹھے اُٹھتے مدد کے واسطے

یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

ان اشعار میں تمام دیو بندیوں اور نجدیوں کو خطاب کیا ہے تجھ کو کیا؟ کا جملہ صاف صراحت کر رہا ہے، اب آپ ہی بتائیں کہ تمہارے اعلیٰحضرت کے نزدیک تمام دیو بندی حاضر و ناظر ہیں؟

سچ ہے جب عقل و خرد ہی انسان کی سلب ہو جائے تو وہ بے چارہ کوئی عقل کی بات کر ہی نہیں سکتا، اس کے تمام دلائل سراب کی مانند ہوں گے، اس قدر وضاحت کے بعد امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِی یہ وہ جملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات اپنے محبوب پاک کو خود خطاب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ ہم تو اس کی حکایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پیراں دتہ

میں تو سمجھتا تھا کہ یہ جملہ ہمارا بے نظیر سہارا ثابت ہوگا اور اس سے ہمارا موضوع آپ کے سامنے نکھر کے آجائے گا مگر آپ نے جو مطالب اس کے بیان کئے ہیں اس سے تو ہمارا تمام کا تمام گمان غلط ہو کے رہ گیا! واقعی اگر خطابیہ جملے سے ہی حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے اس طرح تو کئی ایک غیر مسلموں کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو جائے گا جو ہمارا قطعاً مسلک نہیں ہے، اللہ کی پناہ! اب میں آپ کا وقت ضائع کئے بغیر آپ کے مزید دلائل احادیث کی روشنی میں سماعت کرنا چاہتا ہوں پھر اگر کوئی شبہ میرے سامنے آیا یا کوئی دلیل ذہن میں آئی تو پھر عرض کروں گا، اب آپ بسم اللہ فرمایئے!

اللہ دتہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کو ضد اور حسد سے بالکل پاک ہو کر میری معروضات سننے کی توفیق عطا فرمائی، اگر آپ اسی خلوص سے میرے دلائل اور اشکالات کے جوابات سن کر ان پر توجہ فرمائیں گے تو ضرور آپ کے لئے حق واضح ہو جائے گا اور آپ انشاء اللہ حق و صداقت کو قبول کر کے اہل سنت کے صحیح فرد بن جائیں گے۔ **وما ذالک علی اللّٰہ بعزیز.**

یہ جوآپ نے فرمایاہے کہ اس طرح تو غیر مسلموں کا حاضروناظر ہونا ثابت ہو جائے گا جو ہمارا قطعاً مسلک نہیں ہے یہ آپ کا اپنی کتابوں سے بے خبری اور لاعلمی کا نتیجہ ہے، آپ کے اعلٰحضرت ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے اعلٰحضرت اور دیگر علماء کے نزدیک ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو جانا صرف امام الانبیاء حضور سید دو عالم ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ صفت تو ایک کافر کرشن میں بھی موجود تھی جیسا کہ میں نے آپ کی کتاب کا حوالہ آپ کو سنایا ہے! یہ لیجئے دوسری کتاب آپ کی نجم الرحمٰن ہے اس میں لکھا ہے کہ ولی کامل وہ ہوتا ہے جو عورت کی شرمگاہ میں نطفہ ٹھہرنے کی جگہ پر نظر رکھے۔

فرمایئے یہ گستاخانہ نظریات آپ کے بھی ہیں؟ بینوا وتوجروا۔

خیر چھوڑیئے ان باتوں کو یہ تو ہمارے اکابر علمائے دیوبند کی شرافت ہے کہ تمہاری کتابوں میں جواہانتِ رسولؐ اور الیاء اللہ کی گستاخیوں کے انبار موجود ہیں ان کو عوام میں پیش نہیں کرتے ورنہ تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے۔

میں آپ کے سامنے اب تک دس حدیثیں پیش کر چکا ہوں، اب نمبروار اور احادیث پیش کرتا ہوں جن سے امام الانبیاء سید دو عالم ﷺ کے حاضروناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱:۔ **عن عائشة واعد رسول اللّٰه ﷺ جبرائيل عليه السّلام فى ساعة ياتيه فيها فجاء ت تلک السّاعة ولم ياته و فى يده عصاً فالقاها من يَدَهِ وقال مايخلف اللّٰه وَعْدَهُ ولارسله ثمّ التُفتِ فاذ اجرو كلب تحْتِ سَرِيْرٍ فَقَالَ يَا عائشة متٰى دخل هٰذا الكلب هٰهنا فقالت واللّٰه مادريت فامر به فاخرج فجاء جبريل عليه السلام فقال رسول اللّٰه ﷺ واعد تنى فجلست لک فلم تائت فقال منعنى الكلب الذى كان فى بيتک انا لاندخل بيتاً فيه كلبٌ ولا صورة.** (مسلم شریف ج۲ص۱۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ

سے ملاقات کا وعدہ فرمایا مگر وقت مقررہ پر حضرت جبرئیل تشریف نہیں لائے تو آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں عصا مبارک تھا اسے رکھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول وعدہ خلافی نہیں کرتے۔اس اثناء میں آپ نے اپنی چارپائی کے نیچے نظر ڈالی تو ایک کتے کا بچہ وہاں موجود پایا فرمایا کہ اے عائشہؓ یہ کتا یہاں کب داخل ہوا۔حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضور خدا کی قسم مجھے تو اس کا علم نہیں ہے۔پھر آپ نے حکم دیا تو اس کتے کے بچے کو نکال دیا گیا! پھر جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ نے میرے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تھا مگر آئے کیوں نہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں اس کتے کی وجہ سے رکا رہا۔ کیونکہ ہم ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے۔جس میں کتا یا تصویر ہو!

طرز استدلال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر ناظر نہیں تھے ورنہ آپ کو اس کلب کا چارپائی کے نیچے ہونا معلوم ہو جاتا اور آپ جبرائیل علیہ السلام کا انتظار بھی نہ فرماتے۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہوتا کہ وہ رکے ہوئے ہیں اور اس وجہ سے نہیں حاضر ہوتے۔

حدیث نمبر۱۲:۔ **عَنْ سهل بن سعدٍؓ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيّاً فِي الْبَيْتِ فَقَالَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكَ قَالَتْ كَانَ بَيْنِه وَبَيْنِيْ شَئِي فَغَاضبني فَخَرج وَلَمْ يَقُلْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاِنْسَانٍ انظر اين هو فجاء فقال يارسول اللّٰه هو في المسجد راقدٌ فجاء رسول اللّٰه ﷺ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدسقَطَ ردائه عن شقه واصابه ترابٌ فَجَعَلَ رسول اللّٰه ﷺ يَمَسَّحُه عنه ويقول قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَاتُرَابٍ.** (بخاری ج۱ص۶۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔مگر حضرت علیؓ کو وہاں موجود نہ پایا۔آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا چچا کا بیٹا کہاں ہے حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو گیا تو وہ مجھ سے ناراض ہو کر کہیں باہر چلے گئے۔میرے ہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں فرمایا۔رسول اللہ ﷺ

نے ایک آدمی سے فرمایا جادیکھو وہ کہاں ہے پھر وہ دیکھ کر واپس آیا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں پھر وہاں تشریف لے گئے نبی اکرم ﷺ تو وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے اتری ہوئی تھی اور مٹی جسم پر پڑی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ ان کے جسم سے مٹی صاف فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اباتراٹھ۔ اے اباتراب اٹھ۔

طرز استدلال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر ناظر نہیں ورنہ آپ حضرت علیؓ کی تلاش کے لئے آدمی کو روانہ نہ فرماتے۔ اور نہ ہی خود مسجد میں تشریف لے جاتے آپ کا آدمی کو بھیجنا اور پھر خود مسجد میں تشریف لے جانا یہ آپ کے ہر مقام اور ہر وقت حاضر ناظر ہونے کی نفی کرتا ہے۔

حدیث نمبر۱۳:۔ عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه انّ رسول اللّٰه ﷺ استعمل رجلاً علیٰ خيبر فَجَآءَ بِتَمَرٍ جَنِيْبٍ فقال رسول اللّٰه ﷺ كلّ تمرٍ خيبر هٰكذا قال لاو اللّٰه يارسول اللّٰه۔ (بخاری ج۲ص ۶۰۹)

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا۔ وہ واپس آیا تو کھجوروں کی ایک بہترین قسم ساتھ لایا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں اس قسم کی ہوتی ہیں۔ عرض کیا کہ حضور نہیں خدا کی قسم تمام کھجوریں ایسی نہیں ہوتیں۔

طرز استدلال

اگر آپ خیبر میں حاضر ناظر ہوتے تو اس سے یہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ اور وہ عامل یہ کیوں فرماتے کہ نہیں یارسول اللہ بلکہ انہیں تو یہ عرض کرنا چاہئیے تھا کہ یارسول اللہ آپ تو خود خیبر میں حاضر ناظر ہیں مجھ سے کیوں سوال فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر۱۴:۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ نظر نہ آئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ من احس الفتیٰ الدّوسی. (ابوداؤد ج۱ص ۲۹۵) کسی نے اس دوسی نوجوان (یعنی

ابی ہریرہ) کو دیکھا ہے۔

طرزاستدلال

اگر آنحضرت ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر ناظر تھے تو آپ نے خود کیوں نہ حضرت ابی ہریرہؓ کو دیکھ لیا۔

بلکہ لوگوں سے دریافت فرمایا کہ اس نوجوان دوسی کو کسی نے دیکھا ہے۔ یہ حدیث عقیدہ حاضر ناظر کی واضح تردید ہے۔

حدیث نمبر۱۵:۔ حضرت کعب رضی اللہ جب غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے تو آپ نے اس لشکر جرار کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا۔

قال کعبٌ فمارجلٌ یرید ان یتغیّب اِلّاظنّ انّه سیخفٰی له مالم ینزل فیه وحی اللّٰه. (بخاری ج۲ص۶۳۴)

حضرت کعب فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اس لشکر سے غائب ہو کر چھپنا چاہتا تو جب تک بذریعہ وحی آنحضرت ﷺ کو خبر نہ کی جاتی آپ کو معلوم نہ ہو سکتا۔

طرزِ استدلال

اگر آنحضرت ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے تو آپ کی نظر سے کوئی غائب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس میں وحی کے ذریعہ اطلاع کی کیا ضرورت؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ سرکار دوعالم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں تھے!

حدیث نمبر۱۶:۔ وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ یُرِیْرُ غُزْوَۃً اَلَّا وَرّٰی بِغَیْرِھَا حتّٰی کَانَتْ تِلْکَ الغُزْوَۃ غَزَاھَا رُسُوْلُ اللّٰه ﷺ فِیْ حرٍّ شدِیْدِ وَاسْتَقْبَلَ سَفراً بَعِیْدًا. (بخاری ج۲ص۶۳۴)

آنحضرت ﷺ ہر غزوہ کی خبر کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ مگر اس غزوہ (تبوک) کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ یہ سفر آپؐ نے سخت گرمی میں کیا اور مسافت بھی بعید تھی۔

طرزِ استدلال

کیا حاضر وناظر کے لئے بھی کوئی سفر دور کا ہوتا ہے۔ یہ سفر کرنا اور مسافت کا دور ہونا سب عقیدہ حاضر وناظر کی نفی پر دلالت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر۱۷:۔ سرکار دوعالم ﷺ نے خروج دجال کے متعلق ارشاد فرمایا **ان یخرج وانافیکم فاناحجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فالمرحجیج نفسه.** (مسلم شریف ج۲ص۴۰۱)

اگر دجال میری موجودگی میں ظاہر ہوگیا تو میں خود تمہاری طرف سے اس سے جھگڑوں گا اور اگر میری عدم موجودگی میں آیا تو ہر شخص اپنا ذمہ دار ہوگا۔

طرزِ استدلال

اگر آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے تو یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ اگر میری عدم موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر آدمی اپنا ذمہ دار ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں۔

حدیث نمبر۱۸:۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ **لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِی هٰذا.** (مشکوٰۃ ص۲۳۰) شاید میں اس سال کے بعد تمہیں نہ دیکھ سکوں۔

طرزاستدلال

اگر آنحضرت ﷺ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے تو آئندہ سال نہ دیکھنے کی نفی کا کیا معنی ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر وناظر نہیں۔

حدیث نمبر۱۹:۔ ایک مرتبہ سرکار دوعالم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ باہر نکلے تو آپ نے ایک تازہ قبر دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ قبر کس کی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا۔ کہ **مولاۃ بنی فلان فعرفها رسول الله** ﷺ۔ یہ فلاں قبیلہ کی لونڈی ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ پھر آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ رسول اللہ آپ آرام فرمارہے تھے۔ اس لئے ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا

تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔ لَایَمُوْتُ فِیْکُمْ مَیِّتٌ مَادُمْتُ بَیْنَ اَظْھرِکُمْ اَلَا اٰذَنتمونی به۔نسائی شریف ج اص ۲۲۰۔

جب تک میں تم میں موجود ہوں کوئی میت مجھے بلا اطلاع دفن نہ کیا کرو۔

طرزِ استدلال

اگر آپ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو اس قبر کے متعلق کیوں دریافت فرماتے۔ اور پھر یہ اصول کیوں بیان فرماتے کہ آئندہ بلا اطلاع کسی کو دفن نہ کرنا۔ جب آپ قبر میں بھی ہوتے ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو اس حدیث کا کیا معنی ہوا؟

حدیث نمبر۲۰:۔ لَمّارَجَعَ النبّی مِنَ الْخَنْدٰق وَوُضِعَ السَّلَاح وَاغْتَسل اَتَاہُ جبرائیل فقالَ وضعت السلاح واللّٰہ مَاوضعِناہُ اخرج الیھم فقال الی این قَالَ ھٰھُنا وَاشَار اِلٰی بَنِی قَرُیظَة فخرجَ النبّی ﷺ.

(بخاری) جب سرکار دوعالم ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپؐ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ ہم فرشتوں نے ابھی تک نہیں اتارے۔ ادھر ان کی طرف چلئے۔ آپ نے فرمایا۔ کدھر؟ انہوں نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر! چنانچہ آپ لشکر کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

طرز استدلال

اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو جبرئیل امین آپؐ کو بنی قریظہ کی طرف تشریف لے جانے کو نہ کہتے کہ آپ تو (تمہارے عقیدہ) کے مطابق پہلے سے وہاں موجود تھے۔ آپؐ کا تشریف لے جانا اور جبرئیل امین کا عرض کرنا اس بات کو بین ثبوت ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تھے اور نہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آپ کے متعلق یہ عقیدہ تھا۔

ان دس احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا ایک باطل اور فاسد عقیدہ ہے اس عقیدہ کے اثبات سے جس طرح قرآن کریم کی متعدد آیات کا انکار

لازم آتا ہے۔اسی طرح احادیث کے ایک دفتر کا انکار کرنا پڑے گا۔اب تک میں نے قرآن مجید کی اکیس ۲۱ آیات اور بیس احادیث سے آپ کے سامنے ثابت کیا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں بلکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے قطعاً خلاف ہے اب آئندہ آپ کے ذہن میں جو اشکالات باقی ہوں ان کے جوابات عرض کروں گا۔انشاءاللہ۔حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

پیراں دتہ

آپ نے جن دس احادیث کا گلدستہ پیش کیا ہے اس سے میرا دل ودماغ روشن ہو گیا ہے۔ہو بھی کیوں نہ آخر یہ تمام کی تمام احادیث سرکار دو عالم ﷺ کے ارشادات عالیہ ہیں۔ان سے انکار کوئی حضور ﷺ کی غلامی کا دم بھرنے والا کب کرسکتا ہے؟ الحمدللہ میرا جو پہلے عقیدہ تھا وہ قرآن مجید کی آیات ہی سے آدھا تو تبدیل ہو گیا تھا۔مگر احادیث صحیحہ نے تو اور بھی زنگ اتار دیا۔اب صرف چند اشکالات ہیں جن کو ہمارے علماء نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے وہ سمجھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے جس طرح آپ نے مجھے پہلے راہ حق وصواب دکھانے کی کوشش کی ہے اسی تحمل اور بردباری سے میری اب بھی رہنمائی فرمائیں گے۔مسلم شریف میں آتا ہے کہ انَّ اللّٰہَ زَوّی لِیَ الْاَرْض حَتّٰی رَاَیت مَشا رقَھَاوَ مَغَارِ بِھَا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھ لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رحمت دو عالم ﷺ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

اللہ دتہ

آپ نے جس فراخ حوصلگی سے اپنے عقیدہ کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔مجھے اس سے ازحد مسرت ہے۔میری قلبی آرزو اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا اہل حق کا ساتھی بنائے۔ آمین۔

آپ نے اس وقت جو حدیث بیان کی ہے یہ بھی عقیدہ حاضر و ناظر کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ دعویٰ تو آپ کے علماء کرام کا یہ ہے کہ آپ ہر شقی اور ہر سعید کے پاس موجود ہیں مگر دلیل میں حدیث ایسی پیش کرتے ہیں جس سے زمین کا سمٹ جانا تو معلوم ہوا مگر آپ کا ہر جگہ اور

ہر وقت حاضر و ناظر ہونا ثابت نہ ہوا کیونکہ زمین کے سمٹنے سے یہ تو ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب کے اطراف آپ کے سامنے کر دیئے مگر یہ نہیں ہوا کہ مشرق و مغرب کے اطراف میں آپ خود موجود ہو گئے۔

(۲) دعویٰ تو آپ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا ہے مگر دلیل میں ایسی حدیث لائے۔ جس سے مشرق و مغرب کا دکھانا بیان کیا گیا ہے مگر شمال و جنوب تو پھر بھی رہ گئے۔ بتایئے تمہارا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہو گیا۔

(۳) اس حدیث میں آپ کے ایک معجزہ کا ذکر ہے جو معراج کی رات یا کسی اور وقت آپ کو عطا کیا گیا۔ اس سے ہر وقت اور ہر جگہ کا استدلال درست نہیں ہے۔

(۴) جب آپ اس حدیث کی وجہ سے ہر جگہ موجود ہو گئے تھے تو آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں کیوں ارشاد فرمایا کہ لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا ....شاید میں تمہیں اگلے سال نہ دیکھ سکوں۔

(۵) کسی چیز کو خاص وقت میں دیکھ لینا اور بات ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ایک الگ مسئلہ ہے اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۶) اگر مشارق و مغارب پر آپ کی ہر وقت نظر تھی تو کفار نے جب بیت المقدس کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ پریشان کیوں ہوتے۔ اس طرح اور جس قدر میں نے دلائل حاضر ناظر بیان کئے ہیں ان سب کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ تا کہ بات اور مبرہن ہو سکے۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف آپ کے علمائے کرام کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ اس حدیث کو آپ کے دعویٰ سے اتنا تعلق بھی نہیں جتنا ایک کھجور پر سفیدی کا اس کی گھٹلی سے تعلق ہوتا ہے۔

(۷) آپؐ اپنی میلاد کی مجلسوں میں تو اکثر تشریف لے جاتے ہوں گے اور آپ نے وہاں دیکھا ہوگا کہ نعت خوان جب نعت خوانی کرتے ہیں تو یہ نعت بھی پڑتے ہیں۔

کدی ساڈے ول پھیرا پا کملی والے
غریباں دی قسمت جگا کملی والے

میں پوچھتا ہوں کہ اگر سرکار دو عالم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے ہیں تو یہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کبھی ہماری طرف بھی یا رسول اللہؐ تشریف لایئے! جب آپ ہر جگہ موجود ہیں تو اب میلا د شریف میں کیوں درخواستیں پیش کرتے ہو! یہ تو اپنے عقیدے کی خود مٹی پلید کرتے ہو! یہ کبھی کبھی کی درخواست بھی خوب رہی۔ سننے والوں کو بھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے سوال ہی کر لیں کہ اے بھلے مانس جب ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ تو ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں تو آپ یہ کیوں کہتے ہیں۔ کہ کدی ساڈے ول پھیرا پا کملی والے۔ یہ ہمارے عقیدے کے خلاف کیوں کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک میں اس قدر بدمست کر دیا کہ اب صحیح اور غلط کی تمیز بھی نہیں کر پاتے۔

میلا د شریف ختم ہوا اور مولوی صاحب نے ساری تقریر میں یہ ثابت کیا کہ حضور ﷺ اس مجلس میں حاضر ناظر ہیں جو کوئی آپ کو حاضر ناظر نہیں مانتا وہ گستاخ رسولؐ ہے اس سے رشتہ ناطہ حرام ہے ان سے ملنا جلنا قطعاً ناروا ہے مگر جب تقریر کر کے تھک گئے تو خود ہی فرمانے لگے۔ اے سنیو! اٹھ کے دست بستہ کھڑے ہو جاؤ۔ حضورؐ کی سواری آ گئی۔ وہ دیکھو۔

آ گیا وہ تاج والا عرش کی معراج والا
دو جہاں کے راج والا یا نبی سلام علیک

اب آپ ہی بتایئے کہ جب آنحضرت ہر جگہ حاضر ناظر ہیں تو اب کہاں سے آ گئے پوچھئے نا ذرا مولوی صاحب سے۔ ارے مولوی جی پہلے تو تقریر جھاڑی ہے کہ حضورؐ یہاں موجود ہیں۔ اب کہتے ہو کہ آ گئے۔ بتایئے تمہاری دونوں باتوں سے کون سچی ہے فرمانے لگے ارے چپ ہو جا یہ مقامِ عشق ہے۔ یہاں بولنا جائز نہیں ہے اور پھر پڑھنے لگے۔

یارسول اللہ جان کر کافی سہارا
لے لیا ہے در تمہارا
اب تو آ جاؤ خدا را
یا نبی سلام علیک

پہلے کہا کہ آ گیا اور اب کہتے ہیں کہ اب تو آ جاؤ خدارا......اگر آ گئے تھے تو اب پھر آ جاؤ کی درخواست کیوں ہے؟ تمہاری دونوں باتوں میں سے کون سی سچی بات ہے اس نے کہا کہ ابھی تو دو متضاد باتیں سنی ہیں آ گے اور سنیے یارسول اللہ

جان کنی کے وقت آنا کلمہ طیب پڑھانا

پہلے آ گیا۔ پھر آ جاؤ۔ اور اب جان کنی کے وقت آنا بھلا ان تین باتوں سے کونسی درست ہوئی ہے۔ اس نے کہا ابھی اور سن لو پھر فیصلہ کر لینا ہماری تو ہر بات پہلی بات کے خلاف ہوتی ہے۔ پھر بولے

اے صبا مدینے جانا میرا ماجرا سنانا

پڑھتا ہے تیرا دیوانہ یا نبی سلام علیک

اب اپنی بات صبا کے حوالے کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نہ آتے ہیں اور نہ ہی آ سکتے ہیں اور نہ ہی جان کنی کے وقت آنا ہوا اس لئے ہوا کا سہارا لیا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ اگر حاضر ناظر ہیں تو سواری کیسے آ گئی۔ یہ آ گیا۔ اور آ جاؤ اور جان کنی کے وقت آنا اور اے صبا مدینے جانا یہ تمام باتیں کیسے درست ہوئیں اگر یہ باتیں اور سلام درست ہے تو تمہارا عقیدہ حاضر ناظر غلط ہے اور اگر حاضر ناظر کا عقیدہ درست ہے تو آپ کا یہ سلام پڑھنا اور میلاد میں قیام کرنا غلط ہے۔

پیراں دتہ

آپ نے قرآن کے جن دلائل قطعیہ سے عقیدہ حاضر ناظر کی حقیقت واضح کی ہے اس سے میرے عقیدہ میں جلا پیدا ہو گئی تھی! مگر ہمارے علمائے کرام کے پیدا کردہ اشکالات و اعتراضات کے جوابات مرحمت فرما کر تو آپ نے میرا دل و دماغ روشن کر دیا ہے۔ جزاک اللّٰہ اخیراً مجھے حیرانگی ہے کہ جب کرشن کنہیا جیسا کافر ہمارے علمائے کرام کے نظریہ کے مطابق ایک وقت میں کئی سو جگہ ہو سکتا ہے تو پھر اس میں انبیاء و اولیاء کی کیا خصوصیت رہی؟

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمارے علمائے کرام کفار کو بھی متعدد مقامات میں موجود ہونا تسلیم

کرتے ہیں۔اس طرح تو مسئلہ حاضر وناظر کی وقعت ہی ختم ہو کے رہ گئی، کس قدر مقام افسوس ہے کہ دعوے تو عشق رسالت کے کئے جاتے ہیں مگر در پردہ سرکار دوعالم ﷺ کے اوصاف حمیدہ کو بے وقعت کیا جاتا ہے۔**یاللعجب**

مجھے تو آپ کے دلائل سن کر یہی سمجھ آئی ہے کہ میرا موقف بالکل غلط تھا اور میرے دلائل نہایت ہی بے وزن اور ناقابل اعتبار تھے اس لئے میں اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ بدعا ہوں کہ اے مولائے کریم مجھے معاف فرمادے۔ میں اس باطل عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ وہی عقائد اختیار کروں گا جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے ارشادات عالیہ کے مطابق ہوں گے۔

اللہ اکبر! کس قدر واضح ہے علمائے دیوبند کا عقیدہ اور کس قدر قرآن وحدیث کے قریب ہے ان کا نظریہ! میں تو آج تک بھولے سے ان کی گستاخی کرتا رہا اور ان کے متعلق خواہ مخواہ اپنے مولویوں کی اقتدا میں کفر کے فتوے لگاتا رہا، اے اللہ مجھے معاف فرمادے، واقعی اگر حاضر وناظر کا عقیدہ رکھا جائے تو رحمت دوعالم ﷺ کے متعلق معراج کا انکار لازم آتا ہے، ہجرت رسول ﷺ کا مسئلہ غلط ٹھہرتا ہے، سفر کی نمازوں کا مسئلہ نادرست ہوگا، میلاد شریف میں آنا اور پھر کسی کو نظر نہ آنا یہ ایسی عام فہم باتیں ہیں کہ ان سے کوئی کور باطن ہی صرف نظر کرسکتا ہے! اگر آپ تشریف لے آتے ہیں تو روضہ انور کی کیا کیفیت رہ جاتی ہے؟ اس کے متعلق حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنے والے قیامت تک کچھ بتانے سے قاصر ہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ ایک عقیدہ حاضر وناظر کو اختیار کرنے سے قرآن مجید کی بیسیوں آیات اور سینکڑوں احادیث سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

اس لئے میں اپنے ہمنوا علماء سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں سے دوستوں اور اعزا سے گذارش کروں گا کہ وہ ٹھنڈے دل سے ان دلائل کا تجزیہ کر کے صحیح مسلک اہل سنت اختیار کریں تاکہ قیامت میں امام الانبیاء حضور سید دوعالم ﷺ کے دامن رحمت میں جگہ مل سکے۔ میں آخر میں اللہ دتہ صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت تحمل وبردباری سے مجھے مسلک حقہ سے روشناس کرایا اور مجھے راہ حق اور جادہ مستقیم کی راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں

جزائے خیری عطا فرمائے اور قیامت کے دن رفاقتِ ابرار اور شفاعتِ رحمت دوعالم ﷺ سے سرفراز فرمائے۔

اللہ دتہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو قرآن وحدیث کے دلائل سے متاثر ہو کر راہ مستقیم قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔ یہ محض اسی کا فضل وکرم ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو ایمان کی روشنی سے منور فرماتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن و حدیث کی اتباع میں ہی چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے نہایت تحمل اور بردباری سے میرے دلائل کو سماعت فرمایا اور مجھے خواہ مخواہ کی ہٹ دھرمی اور عناد کا سامنا نہیں کرنا پڑا، ورنہ اکثر اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر اوچھے ہتھیاروں پر اتر آتے ہیں اور میں نہ مانوں کی ضد میں اکثر حق سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قلب سلیم اور حق کو قبول کرنے والی فطرت صحیحہ ہر ایک کو نصیب فرمائے۔

امین یارب العالمین

....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے عقلاً تین دور بنتے ہیں۔

دورِ اوّل:۔ عالم ارواح سے پیدائش تک۔

دورِ ثانی:۔ پیدائش سے نبوت عطا ہونے تک۔

دورِ ثالث:۔ وفاتِ شریفہ سے لے کر قیامت تک۔

دور اول وثانی کے متعلق کتاب وسنت کے براہین مفصل پیش کر دیئے ہیں، اب دور ثالث کے متعلق ایک روایت ملاحظہ ہو۔ آپؐ کی صفت حاضر وناظر نہیں ہے۔

(۱) قیامت کے دن حوضِ کوثر پر جب بعض لوگ جائیں گے تو فرشتے عرض کریں گے۔
انک لاتدری ما احد ثوا بعدک

....

(۱) عَنْ سهل بْنِ سَعْدَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَی الْحَوْضِ مَنْ مَدّعَلَیَّ مَشْرِبَ وَمِنْ شَرِبَ لَمْ يَظَاءَ اَبْداً ليردن عَلَیَّ اَقْوَام اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِیْ ثُم يمَالَ بَيْنِیْ وَبَينُهُمْ فَاَقُوْل اِنَّهُمْ مِنِّیْ فَيُقَالُ اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَااَحَدَ ثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سَحقاً سحقاً لِمَنْ غَيَّرَبِعْدِیْ. مُتَّفَقٌ عَلَيهِ

ترجمہ:۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا میں حوضِ کوثر پر موجود ہوں گا جو میرے پاس سے گذرے گا پانی پیئے گا جو پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچانوں گا اور مجھ کو پہچان لیں گی، پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی، میں کہوں گا یہ لوگ میرے ہیں جواب میں بتایا جائے گا آپ کو معلوم نہیں انھوں نے آپ کے بعد دین میں نئے نئے مسائل پیدا کئے میں کہوں گا وہ لوگ دور ہوں مجھ سے، خدا کی رحمت سے دور جنھوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۷)

شبہ:۔ اس حدیث کے ایک ٹکڑا سے شاید آپ استدلال کریں کہ حضورؐ حاضر وناظر ہیں کیونکہ

حضورعلیہ السلام نے فرمایا کہ **اعرفھم یعرفوننی** یہ جملہ آپ تب ہی فرما سکتے ہیں کہ آپ کی صفت حاضر و ناظر مانی جائے ورنہ اس کا معنٰی درست نہیں ہوسکتا۔

جواب:۔ اس حدیث کے ٹکڑا پر جو شبہ آپ نے وارد کیا ہے میں نے اس کو بخوبی سمجھ لیا ہے اس کا جواب ہم دوسری روایت سے پیش کرتے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ اس روز ہم پہچان لیں گے فرمایا ہاں تمہارے لئے ایک علامت ہوگی جو کسی امت کے لئے نہ ہوگی،تم میرے پاس اس حال میں آؤ گے کہ تمہاری پیشانی اور ہاتھ پاؤں وضو کے سبب سے چمکتے ہوں گے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضورعلیہ السلام یہ جملہ اس لئے فرمائیں گے بظاہر ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے جو کہ علامت ہے خصوصی امتِ محمدیہ کی، یہاں سے یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ آپؐ حاضر و ناظر ہیں اس وجہ سے ان کو پہچانتے ہوں گے۔

خلاصہ:۔ اس روایت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضورعلیہ السلام اس دورِ ثالث میں حاضر و ناظر نہیں ہیں ہم نے آپ کے سامنے آپؐ کی نبوت کے عقلاً تین دور بتائے تھے اور دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ آپؐ ان ادوارِ ثلاثہ میں حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّاوَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَه

....

سیّدنا
امیر مُعاویہ
رضی اللہ عنہ

محمد ضیاء القاسمی

مکتبہ قاسمیہ
غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم امابعد فاعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم.

بِسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

عن عبدالرحمٰن بن عمير المزنی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ لِمُعَاوِيَة اَللّٰهُمّ عَلِّمِهُ الكِتابَ وَالْحِسَابَ وَقِهَ الْعَذَابَ

(كنز العمال ج۷، البدايه والنهايه)

(ترجمہ) سرکاردوعالم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے کتاب اور حساب کا علم سکھادے اوراسے عذاب سے محفوظ فرما!

حضرات گرامی! آج میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک حدیث پڑھی ہے جس میں سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا فرمائی ہے اوراس دعائے نبوت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی معمولی انسان نہیں تھے، بلکہ ان کے لئے زبان نبوت سے بہت سی خوبیاں اورمحاسن کا ثبوت ملتا ہے

یوں تو اصحاب رسولؐ سے دشمنی اوران کے خلاف زبان درازی اب عام ہو چکی ہے اور ہر نتھو خیرا اصحاب رسولؐ پر زبان طعن دراز کر رہا ہے، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ان اعدائے اسلام کی زبان درازیوں کا خاص طور پر نشانہ بن چکی ہے۔اس لئے اب علماء کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ اصحاب رسولؐ کا دفاع کریں اوران صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب بالخصوص آپ حضرات کے سامنے پیش کریں۔جن پر سب وشتم اور مطاعن کا بازار ذرا زیادہ ہی گرم ہے!

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب کو چار درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جس کی تقسیم اس طرح ہوسکتی ہے کہ

☆ حضرت معاویہؓ کا مقام سرکاردوعالم ﷺ کی نظر میں کیا تھا؟

☆ حضرت معاویہؓ کا مقام اصحاب رسولؐ کی نظر میں کیا تھا؟

☆ حضرت معاویہؓ کا مقام حضرت علیؓ کی نظر میں کیا تھا؟

☆ حضرت معاویہؓ کا مقام سلف صالحین کی نظر میں کیا تھا؟

چنانچہ میں آپ حضرات کے سامنے اسی ترتیب سے دلائل عرض کروں گا۔ انشاءاللہ سب سے پہلے مجھے ان دلائل کو آپ حضرات کے سامنے عرض کرنا ہے کہ سرکاردوعالم ﷺ کی نظر میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا مقام تھا؟ چنانچہ البدایہ والنہایہ اور کنز العمال میں ایک روایت ہے جو میں نے ابتدا میں آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ قَالَ لِمُعَاوِیَۃ اَللّٰھُمّ عَلّمِہُ الکتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہ الْعَذَابَ

اس حدیث کے مطابق سرکاردوعالم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے تین چیزوں کی دعا فرمائی ہے۔

اے اللہ معاویہؓ کو کتاب اللہ کا علم عطا فرما!

اے اللہ معاویہؓ کو حساب کا علم عطا فرما!

اے اللہ معاویہؓ کو عذاب سے محفوظ فرما!

تعلیم کتاب

اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اللہ کا خصوص علم عطا کرنے کی دعا ہے! کتاب اللہ کے علم کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہیں صرف کتاب اللہ کے ظاہری الفاظ کا معنی میسر آجائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کتاب اللہ ان کی زندگی کا علمی اور عملی حصہ بن جائے!

سرکاردوعالم ﷺ کی اس دعا ہی کا نتیجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں قرآن وسنت کی حکمرانی اور بالادستی کو قائم فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین بھی اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ کا دورِ حکومت مکمل قرآن و سنت کے نظام کے مطابق چلتا رہا ہے۔

یہ بات حضرت معاویہؓ کے فضائل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے

لئے زبان نبوت نے عالم کتاب اللہ ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ **وَقَالَ الَّذِی عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِنَ الۡکِتَابِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ**

اور کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا! میں لاؤں گا (تخت بلقیس) پلک جھپکنے سے پہلے۔اس آیت کریمہ سے عالم کتاب ربانی کے عالی مرتبہ اور صاحب کمال ہونے کا زندہ ثبوت ملتا ہے۔

تعلیم حساب

دوسری دعا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو زبان رسالت سے جو ملی ہے وہ تعلیم حساب کتاب کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ معاویہؓ کو صرف کتاب اللہ کا علم ہی عطا نہ فرما بلکہ اسے عملی شکل میں نافذ کرنے کی توفیق بھی عطا فرما دے یعنی سربراہ مملکت کی حیثیت سے جو حساب و کتاب کی ذمہ داری ان پر عائد ہوا سے بھی انہیں بدرجہ اتم عطا فرما تا کہ اس ذمہ داری سے بھی عہدہ برآ ہوسکیں!

تعلیم حساب میں آپ کی حکمرانی کی طرف اشارہ تھا! کیونکہ پورے نظام میں حساب کا ایک باقاعدہ نظم ہوتا ہے۔ وہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک حساب و کتاب کی تمام تعلیم سے آدمی آراستہ نہ ہو۔اس لئے زبان نبوت سے نکلی ہوئی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی امارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ **ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ.**

حفاظت عذاب

تیسری دعا سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق **وَقِـهِ الۡعَذَابَ** کی فرمائی۔اس سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خطائے اجتہادی سرزد ہوجائے یا نسیان وخطا ہوجائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا۔کس قدر شفقت و محبت ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کہ پیغمبر ﷺ نے بطور خاص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان دعاؤں سے نوازا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو

علم کتاب

علم حساب

حفاظت عذاب کی نعمتیں دعائے نبوت کی وجہ سے حاصل تھیں۔ کسی متعصب زبان دراز کی وجہ سے ان انعامات سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کومحروم نہیں کیا جا سکتا!

نبوت کی دوسری دعا

اَللّٰھُمّ عَلّمِہُ الکِتَابَ وَمَکّنْ لَہُ فی البِلَادِ وَقِہ الْعَذَابَ

اے اللہ (معاویہؓ) کوعلم کتاب عطا فرما اور شہروں کی حکومت عطا فرما اور عذاب سے محفوظ فرما!

اس دعائے نبوت میں سرکار دوعالم ﷺ حضرت معاویہؓ کو ایک اور دعا دیتے ہیں کہ اے اللہ (معاویہؓ) کوشہروں کی حکومت عطا فرما! اس دعائے نبوت سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت ان کی اپنی جدوجہد اور ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ عطیہ الٰہی اور انعام خداوندی تھا! عطائے خدا کو آمریت اور ملوکیت کے عنوان سے تعبیر کرنا یہ اس آدمی کا کام ہوسکتا ہے جو خود آمر اور ملوکیت پسند اور شاہ پرست ہو!

نبوت کی تیسری دعا

اَللّٰھُمّ عَلّمِہُ مُعَاوِیَۃَ الْحِسَابَ وَقِہ الْعَذَابَ

(تاریخ کبیر، بخاریؒ)

اے اللہ معاویہؓ کو حساب سکھا دے اور عذاب سے محفوظ فرما!

نبوت کی چوتھی دعا

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم ﷺ کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ

یَامُعَاوِیَۃُ اِنْ وَلّیتُ اَمراً فاتّقِ اللّٰہ واِعْدِلُ.

(البدایہ، النہایہ)

اے معاویہؓ اگر تجھے حکومت مل گئی تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔

اس ارشاد رسول میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تلقین رسالت دراصل دعائے رسالت ہی ہے اور انہیں تقویٰ اور عدل کی نصیحت دراصل تقویٰ اور عدل کی خصوصیات سے انہیں بہرہ ور فرمانے کی طرف اشارہ ملتا ہے! اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور عدل وانصاف کا زریں دور تھا!

نبوّت کی پانچویں دعا

عَنِ النَبِی ﷺ اِنّمَا قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیاً مَھْدِیَا وَاھدِبِہٖ. (ترمذی شریف)

سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے فرمایا کہ اے اللہ (معاویہؓ) کو ہادی، مہدی، اور ذریعہ ہدایت بنا

ان تین دعاؤں میں تو سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے ان انعامات کی دعا فرمادی کہ دریا کوزے میں بھردیا۔

خطیب کہتا ہے

ہادی............لوگوں کو ہدایت کی رہنمائی کرنے والا

لوگوں کو سچائی کی رہنمائی کرنے والا

لوگوں کو صداقت ونجات کی رہنمائی کرنے والا

لوگوں کو اسلام کی رہنمائی کرنے والا

لوگوں کو دین قیم کی رہنمائی کرنے والا

مہدی ....خود ہدایت یافتہ

قرآن کا........................ہدایت یافتہ

رسول کا ....ہدایت یافتہ

دین کا ....ہدایت یافتہ

حکمۃ کا ....ہدایت یافتہ

اور

وَاهدِ بِہٖ........................اس کا معنی ہوگا

ذریعہ ہدایت.................دوسرے لفظوں میں

.........................مشعلِ راہ........................

اس کو دیکھ کر	قرآن کی طرف آئیں
معاویہؓ کو دیکھ کر	دین کی طرف آئیں
معاویہؓ کو دیکھ کر	توحید کی طرف آئیں
معاویہؓ کو دیکھ کر	رسالت کی طرف آئیں
معاویہؓ کو دیکھ کر	صداقت کی طرف آئیں
معاویہؓ کو دیکھ کر	عظمت اسلام کی طرف آئیں

حضرت معاویہؓ کو بشارت

يَبۡعَثُ اللّٰه تَعَالىٰ مُعَاوِيَةَ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ وَعَلَيۡهِ رِدَاءٌ مِنۡ نور الاِيۡمَانِ.

(کنز العمال ج۶)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (حضرت) معاویہؓ کو اٹھائیں گے تو ان پر ایمان کی چادر ہوگی!

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپیشل نور ایمان کی چادر پہنائی جائے گی تا کہ ان کے ایمان پر اور ان کی عظمت پر تنقید کرنے والے دیکھ لیں کہ حضرت معاویہؓ کس شان سے جنت کی طرف جارہے ہیں۔

خطیب کہتا ہے

ایمان کی چادر	حفظان کی چادر ہوگی
ایمان کی چادر	ایمان معاویہؓ کا عنوان جلی ہوگا
ایمان کی چادر	عظمت معاویہؓ کا نشان مولیٰ ہوگا
ایمان کی چادر	رحمت رحمان کی چادر ہوگی

ایمان کی چادر غفران کی چادر ہوگی

سبحان اللہ

اللہ کسی پر تطہیر کی چادر اور کسی پر تقدیر کی چادر

حضرت امیر معاویہؓ کو جنت کی الاٹ منٹ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم ﷺ نے کو جنت کی بشارت زبان نبوت سے عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ **اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِی یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوا** (بخاری ج ۱)

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہوگی!

اس ارشاد رسولؐ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے عبادہ بن صامت کے گھر کھانا تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے وہیں پر استراحت فرمائی۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا آپ کا سر مبارک کھجلانے لگ گئیں اور آپ پر نیند غالب آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نیند سے بیدار ہو گئے اور مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ام حرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا کہ اے ام حرامؓ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادے سے سوار ہیں۔

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ آپ نے ام حرام کے لئے دعا فرمائی اور پھر سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ پھر مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، تو آپ نے پھر اسی خواب کا اعادہ فرمایا............ حضرت ام حرامؓ نے پھر شرکت کے لئے دعا کی درخواست کی............ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو پہلی جماعت کے ساتھ شریک ہوگی۔

تاریخ کی گواہی

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ سب سے پہلا بحری لشکر جس نے قبرص کو فتح کیا۔ اس کی

قیادت حضرت امیر معاویہؓ نے فرمائی۔ چنانچہ علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ

وَكَانَ اَمِيْرُ ذَالِكَ الْجَيْشِ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ فِيْ خِلَافَةِ عَثْمَانَ وَمَعَه اَبُوْ ذَرٍ و اَبُو الدَوراءِ وَغَيْرُ هُمَامِنَ الصَحَابَهِ (اسد الغابة ۵)

اس لشکر کے امیر معاویہؓ تھے خلافت عثمانی میں اور آپ کے ساتھ ابوذرؓ، ابوالدرداؓ اور ان کے علاوہ صحابہ بھی تھے۔ اسی لشکر میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ جو واپسی پر ایک خچر پر سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور وہیں انتقال فرما گئیں (بخاری ج۱)

اس حدیث رسولؐ سے معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ جنتی ہیں اور دنیا کی کوئی تنقید اور تردید آپ کے اس اعزاز الٰہی اور جنتی ہونے کی الاٹ منٹ کو ان سے نہیں چھین سکتی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرات گرامی! آپ حضرات کے سامنے اس وقت تک میں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ان فضائل ومناقب کا تذکرہ کیا ہے جو خود زبانِ رسالت نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ان احادیث اور ارشادات رسولؐ سے آپ کی عظمت ورفعت کا وہ حسین پہلو سامنے آیا ہے جو تمام دنیا کے لئے قابل رشک ہے۔ اب میں آپ حضرات کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ان فضائل ومناقب کو پیش کروں گا جو اصحاب رسولؐ کی نظروں میں آپ کو حاصل تھے۔ گویا کہ آپ کو نہ صرف زبان نبوت سے فضائل کا انعام ملا ہے، بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ چانچہ حضرت ابوالدرداء اہل شام سے فرمایا کرتے تھے کہ

پہلی فضیلت

مَارَاَيْتُ اَحَدً اَشْبَهَ صَلٰوةً بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ مِنْ اِمَا مِكُمْ هٰذَا. يَعْنِي مُعَاوِيَه. (منهاج السنه ج۳)

میں نے تمہارے اس امام یعنی معاویہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو!

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کی نماز سرکاردوعالم ﷺ کی نماز کا نمونہ تھی! آپ کا قیام آپ کا رکوع آپ کے سجدے آپ کا خشوع وخضوع تمام کا تمام سرکاردوعالم ﷺ کی نماز کے مطابق سنت نبویؐ کی مکمل تصویر تھی........... گویا کہ آپ کی عبادت عبادت نبویؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق تھی................. یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا!

حضرت معاویہؓ کو بُرا نہ کہو

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو حمص کی گورنری سے معزول کر کے حضرت معاویہؓ کو ان کی جگہ گورنر بنایا تو بعض لوگوں نے حضرت عمیرؓ کے سامنے حضرت امیر معاویہؓ پر تنقید کی تو حضرت عمیرؓ نے ان معترضین کو دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ

لَا تَذْكُرُوْا مُعَاوِيَةَ اِلَّا بِخَيرٍ فَاِنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ اَللّٰهُمَّ اهْدِبِهِ (ترمذی ج ۲)

معاویہؓ کی بات کرنی ہو تو بھلائی سے کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ معاویہؓ کو ذریعہ ہدایت بنا۔!

حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف تنقید کرنے والو؟

حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف تقریر کرنے والو

حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف تحریر لکھنے والو

کیا تمہیں حضرت عمیرؓ کا ارشاد گرامی معلوم نہیں ہے۔ اگر نہیں معلوم تو کان کھول کر سن لو کہ حضرت امیر معاویہؓ کی تنقیص وتوہین سے تمہارا اپنا ایمان برباد ہو جائے گا۔ ایک صحابی رسول کو زبان طعن کا نشانہ بنانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ اس سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے اور مصطفےٰ ﷺ بھی ناراض ہوتا ہے۔

دوسری فضیلت

قَالَ اِبْنُ عَبَاسٍ مَارَايتُ رَجُلاً اَخْلَقَ بالْمُلكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ. (البدایہ والنھیایہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ سے زیادہ حکومت کے

لائق کوئی نہیں دیکھا!

تیسری فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ مَارَاَیۡتُ اَحَداً اَسۡوَدَ مِنۡ مُعَاوِیَةَ قَالَ جِبِلّةُ بِنۡ سِحَیۡمُ قُلۡتُ وَلَاعُمَرُ وَکَانَ عُمَرُ خَیۡراً مِنۡه. (البدایه والنهایه)

حضرت عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے بارعب کوئی نہیں دیکھا!

راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ کیا فاروق اعظمؓ سے بھی زیادہ؟

انہوں نے کہا کہ نہیں حضرت عمر تو ان سے بہترین تھے!

چوتھی فضیلت

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَوادۡرَکۡتُمۡ مُعَاوِیَةَ لَقُلۡتُمۡ هٰذَا الۡمَهۡدِیُ. (حاشية العواصم)

اگر تم معاویہؓ کا زمانہ پالیتے تو تم انہیں مہدی کہتے۔

حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی نظر میں

حضرات گرامی! جس طرح معاویہؓ دیگر صحابہ کرام میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کا احترام اور اسلام دوستی کا جذبہ ہمیشہ پیش نظر رہا۔ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہؓ رضی اللہ عنہ کی سیاسی کشمکش تاریخ کا ایک مشہور عنوان ہے۔ مگر ان تمام اختلافات کے باوجود حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کی دینی عظمت اور اسلامی ہمدردیوں کے معترف تھے! اور اپنے اختلافات کو صرف محدود مسائل پر مبنی سمجھتے تھے! چنانچہ نہج البلاغہ کا شیعہ مصنف بھی حضرت علیؓ کی طرف ایک خطبہ منسوب کرتا ہے جس سے ان کے باہمی تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ ودَعوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلاَنَسْتَزِيْدُ هُمْ فِي الْاِيمَانِ بِا اللّٰه وَالتَصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهِ وَلَايَسْتَزِيْدُوْ نَنَا اِلَّا سِرٌ وَاحِدٌ اِلَّا مَااخْتَلَفنَا فِيْهَ مِنْ دَمِ عَثْمَانَ وَنحْنُ مِنْه بَراءٌ.

(نہج البلاغۃ ج۲ص ۱۱۸)

اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک ہے۔ ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی دعوتِ اسلام بھی ایک، نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق رسول میں ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں۔ پس ہمارا اور ان کا معاملہ ایک ہے صرف خون کے بارہ میں ہمارا اختلاف ہے اور ہم اس سے (یعنی خون عثمانؓ) سے بری ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی قیصر رُوم کو دھمکی

سیدنا امیر معاویہؓ بھی حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے اختلافات کو محدود مسائل پر مبنی سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب قیصر روم نے ان دونوں کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر مِلت اسلامیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کو تجدید آمیز خط لکھ کر شدید دھمکی دی۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ

وَاللّٰه لَئِن لَّمْ تَنْتَهِ وَتَرْجِعُ اِلىٰ بِلَادِکَ يَالَعُينُ لَاَصْلُحَنّ اَنَا وَابْنُ عَمِّيْ عَلَيْکَ وَلَاُخرِجَنَّکَ مِنْ جَمِيْعِ بِلَادِکَ وَلَاُضِيْقَنَّ عَلَيکَ الْاَرْضَ بِمَارَجبتْ.

(البدایہ والنہایہ ج ۸/۱۱۹)

اے ملعون! خدا کی قسم اگر تو باز نہ آیا اور اپنے علاقہ کو واپس نہ گیا تو میں اور میرا چچازاد بھائی علیؓ آپس میں تیرے خلاف صلح کرلیں گے! اور تجھے تیرے شہروں سے نکال دیں گے! اور زمین کو باوجود اس کی وسعت کے تجھ پر تنگ کر دیں گے!

حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کی تعریف کراتے تھے

حضرت علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مجالس میں حضرت علی

رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحاسن بیان کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ضرار الصدائی سے فرمایا کہ

یَاضِرَارُ صِفُ لِیُ علیًا قَالَ اَعُفِنِیُ یَااَمِیُرَ المُئومِنِیُنَ قَالَ لَتَصِفَنَّهُ قَالَ اَمَّا اِذُ لَابُدَّ مِنُ وَصفِهٖ فَکَانَ وَاللّٰہ بَعِیُدُ المُدَیٰ. شَدِیُدُ القوٰی. یَقُوُلُ فَصُلاً وَیَحُکُمُ عَدُلاً یَتفَجَّرَالُعِلُمُ مِنُ جَوَ انِبِهٖ وَتَنُطِق الحِکُمَةُ مِنُ نَوَاحِیهٖ فَبَکَی معاوِیَةُ قَالَ وَحِمَ اللّٰہ اَبَاالحَسُنِ کانَ وَاللّٰہِ کَذَالِکَ. (استیعاب ج۳)

(ترجمہ) اے ضرار مجھ سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کر۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین میں معذرت چاہتا ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے باصرار فرمایا کہ تم ضرور ان کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا اگر بہر حال ان کے اوصاف بیان کرنے ہیں تو سنئے؟ واللہ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے فیصلہ کن بات کہتے تھے اور عدل وانصاف سے فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے گردوپیش علم کا چشمہ پھوٹا پڑتا تھا اور ان کے اطراف وجوانب دانائی کا دریا رواں تھا۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ رونے لگے اور فرمایا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجالس میں حضرت علیؓ کے اوصاف ومحاسن بیان کرتے تھے۔ اسی سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو موضوع روایات کا بہانہ لے کر یہ ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے کہ (معاذ اللہ) حضرت معاویہؓ منبر پر حضرت علیؓ کی برائی بیان کیا کرتے تھے حضرت معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود اس اختلاف کے آپس میں ایمان وایقان اور باہمی احترام وعقیدت کا جذبہ رکھتے تھے۔

حضرت معاویہؓ سلف صالحین کی نظر میں

حضرات گرامی! میں نے اب تک آپ کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے ان روشن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جس پر نبوت اور اصحاب نبی اور حضرت علی مرتضیٰ کی تصدیق کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اب میں آپ کے سامنے ان دلائل کا تذکرہ کروں گا جس میں سلف صالحین رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پر مہر تصدیق ثبت

فرمائی ہے!

حضرت اعمشؒ کی نظر میں

حضرت اعمشؒ کے سامنے لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عدل کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا!

فَکَیْفَ لَوْ اَدْرَکْتُمْ مُعَاوِیَةَ. قَالُوْا فِیْ حِلْمِهٖ قَالَ لَا وَاللّٰه بَلْ فِیْ عَدْلِه.

(العواصم مِنْ القواصم حاشیه ۲۰۵)

اگر تم (معاویہؓ) کو دیکھتے تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ آپ ان کے حوصلے کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ فرمایا نہیں، خدا کی قسم وہ عدل کے بارے میں بھی بڑھ کر تھے!

امام اوزاعی کا ارشاد گرامی

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ **اَدْرَکْتُ خِلَافَةَ مُعَاوِیَةَ وَجَمَاعَةَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ لَمْ یَنْتَزِ عُوْا یَداً مِنْ طَاعَةٍ وَلَافَارَ قُوْا جَمَاعَة.**

(استیعاب)

میں نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ پایا ہے۔ اصحاب رسولؐ کی جماعت ان کی اطاعت و فرمابرداری سے انحراف نہیں کرتی تھی اور نہ ہی صحابہ کرام جماعت سے جدا ہوتے تھے!

اصحاب رسولؐ کسی ایسے امیر یا ایسے حکم کی اطاعت نہیں کرتے تھے! جس کا نظام غیر اسلامی اور احکامات خلاف سنت ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اصحاب رسولؐ کے دلوں میں حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی عظمت تھی۔

حضرت یونس بن میسرہ کا ارشاد

حضرت یونس بن میسرہ ایک جلیل القدر تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہؓ کو دمشق کے بازار میں دیکھا کہ **عَلَیْهِ قَمِیْصٌ مَرْقُوْعُ الْجَیْبِ وَهُوَیَسِیْرفِیْ اَسْوَاقِ دَمِشْق (البدایه والنهایه ج۸)**

آپ نے جو قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس کے گریبان کو پیوند لگے ہوئے تھے اور آپ اس حال میں دمشق کے بازاروں میں چل پھر رہے تھے! اسی طرح امام محمد کتاب الزہد میں روایت فرماتے ہیں کہ ابواحمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے دمشق میں منبر پر حضرت معاویہؓ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے! اور آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے!

(یخطُبُ النَّاسُ وَعَلَیۡهِ ثَوۡبٌ مَرۡقُوۡعٌ)

(العواصم مِن القواصم)

حضرت لیث بن سعد کا ارشاد

حضرت لیث بن سعد حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ مَارَاَیۡتُ اَحَداً بَعۡدَ عُثۡمَانَ اَقۡضیٰ بِحقٍ مِنۡ صَاحِبِ هٰذَ البَابِ یَعۡنِیۡ مُعَاوِیَةَ (البدایه والنهایه ج۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے حضرت معاویہؓ سے زیادہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔

حضرت معاویہؓ افضل یا عمر بن عبدالعزیز

حضرات گرامی! اب میں آخر میں آپ حضرات کے سامنے عبداللہ بن مبارک کا ایک قول فیصل عرض کر کے اپنے بیان کو ختم کردوں گا جس سے آپ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور رفعت اور واضح ہو جائے گی۔

اِنَّ الامَامَ عَبۡد اللّٰه بنۡ مبارک سُئِلَ عُمۡرُ بِنۡ عَبۡدِالۡعَزِیۡز اَفۡضَلُ اَمۡ مُعَاوِیَةُ؟ قَالَ غُبَارٌ دَخَلَ فِیۡ انفِ فَرَسِ مُعَاوِیَةُ حِیۡنَ غَزَا فِیۡ رِکَابِ رَسُوۡلِ اللّٰه ﷺ اَفۡضَلُ مِنۡ عُمۡرَ ابۡنِ عَبۡدِالۡعَزِیۡز. (النّاهیة عَن ذم معاویه)

حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہؓ؟ آپ نے فرمایا کہ جو غبار جہاد کے دوران حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں تھی وہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے جب کہ حضرت معاویہؓ نے آنحضرت ﷺ کی معیت میں جہاد کیا۔

خطیب کہتا ہے

حضرت معاویہؓ کاتب وحی!

حضرت معاویہؓ کی ہمشیرہ حضورؐ کے گھر!

حضرت معاویہؓ پیغمبر کی دعاؤں کا مرکز

حضرت معاویہؓ صحابہؓ کے محبوب نظر

حضرت معاویہؓ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے قلب وجگر

حضرت معاویہؓ دشمنان اسلام کے لئے تلوار براں

اس لئے

آپ کے فضائل ومراتب اور آپ کی عظمت سے انکار کرنے والا اہل سنت نہیں ہوسکتا۔ اہل سنت حضرت علی مرتضٰیؓ کے غلام پہلے ہیں اور حضرت معاویہؓ کے غلام بعد میں ہیں۔ مگر غلامی دونوں کی کی جائے گی تو ایمان سلامت رہے گا۔ ورنہ ایمان کی خیر نہیں ہے۔ اس لئے دعا ہے کہ اللہ رب العزت اصحاب رسولؐ کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَاعَلَیْنَا اِلّاالبلا غ المبین

تِیجا شَرِیف

محمد ضیاء القاسمی

ناشر
مکتبہ قاسمیہ
غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تیجا کیا ھے؟

مسلمانوں میں دینی شعور جوں جوں ختم ہوتا گیا، رسم ورواج اسی قدر ان کے رگ ریشہ میں پیوست ہو گئے۔ توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعت نے لے لی۔ اس طرح دین خالص کا حلیہ آہستہ آہستہ بگاڑ دیا گیا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ایک مکمل ضابطہ حیات ہمیں عطا فرمایا اور ہماری منفعت اور مضرت کی تمام باتوں کو روز روشن کی طرح ہم پر آشکارا فرما دیا۔ لیکن بدقسمتی سے ہم نے اس دین خالص کو غیر مسلم کے بعض رسم ورواج سے اس طرح ملوث کر دیا کہ آج وہ رسم و رواج ہمارے دین اور مذہب کا ضروری حصہ قرار پا گئے۔ پھر ان غیر شرعی اور غیر ملی مسائل میں سے ایک رواج تیجا اور ساتواں اور چالیسواں کا بھی ہے جسے اہل سنت کا امتیازی نشان قرار دے کر نہ کرنے والوں کو مسلک اہل سنت سے خارج اور مسلمانوں کے دشمن قرار دیا جانے لگا ہے۔ تیجا اور ساتواں کوئی شرعی مسئلہ نہیں نہ ہی قرآن وحدیث سے اس کے جواز پر کوئی دلیل موجود ہے۔ بلکہ یہ ایک رسم ہے جسے غیر مسلم قوموں سے اخذ کر کے مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ جاہل واعظین نے اسے مذہب کا لبادہ اڑھا کر مسلمانوں کا ایک امتیاز بنا کے رکھ دیا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا امام اعظم رحمۃ اللہ میں سے کسی نے بھی اس فعل شنیع کو نہیں کیا۔

حضور اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ آپ نے تیسرے دن کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی مختلف اشیاء منگوا کر ان پر ختم پڑھا گیا۔ اور نہ ہی برادری کو بلوا کر ان کے لئے کسی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ اور نہ ہی ان کے لئے ساتواں یا چالیسوں کیا گیا۔

حضرت حمزہؓ آنحضرت ﷺ کے انتہائی محبوب چچا تھے احد میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت اس قدر المناک تھی کہ نبی اکرم ﷺ اس سے انتہائی طور پر مغموم تھے۔ مگر ان کے لئے بھی آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسے آج کی اصطلاح میں تیجا یا ساتا کہا جاتا ہے

صحابہ کرام کا اسوۂ حسنہ بھی ہمارے سامنے ہے ان کے عزیز رشتہ دار اور رفقاء کار بھی ان کے

سامنے اس دنیا سے رحلت فرما گئے مگر کہیں بھی ان کے ہاں تیجا مروجہ اور ساتا اور چالیسوں ثابت نہیں ہے!

خلفائے راشدینؓ اور لاکھوں اصحابؓ رسولؐ اس تیجا وغیرہ کی رسم سے بالکل نا آشنا تھے۔ بدقسمتی سے اس رسم قبیح کے مرتکب افراد اپنے آپ کو حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تیجا ساتواں یا چالیسواں کا کہیں حکم نہیں فرمایا۔اور نہ ہی آپ کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔ان کے ممتاز تلامذہ حضرت امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں بھی اس بدعت اور خلافِ اسلام رسم کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ جب سرے سے ایک دلیل بھی اس تیجا ساتا چالیسواں کی نہیں ملتی۔تو اسے کیوں کر اہل سنت کا مسلک قرار دیا جائے۔اور اس کے نہ کرنے والوں سے کیوں نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا جائے۔شرعی حیثیت کے علاوہ بھی اگر تیجہ وغیرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ رسم اہل میت کے لئے ایک وبال جاں ثابت ہوتی ہے۔ان کے عزیز رشتہ دار کا یا والد اور بیٹے کی وفات کا صدمہ ہی اس قدر ہوتا ہے کہ وہ بیچارے اس سے نڈھال ہوتے ہیں۔مگر ختمی ملاں انہیں اس وقت قیمتی اشیاء منگوا کر ختم کی تیاری کے لئے مجبور کرتا ہے۔جس پر ان کے سینکڑوں روپے خرچ ہوجاتے ہیں۔اس میں سے غریب اور نادار لوگ تو قرض حاصل کر کے اس رسم کو پورا کرتے ہیں۔ پھر چالیسواں پر برادری کا اجتماع اور ان کو کھانا کھلانا ایک اچھا خاصہ ہنگامہ بر پا کر دیتا ہے۔اسی لئے پنجاب میں اس روٹی اور اجتماع کو ہنگامہ کہتے ہیں۔صاحب حیثیت لوگ تو خدانخواستہ اس رسم کو پورا کر ہی دیتے ہیں۔مگر مفلس اور نادار مسلمانوں کے لئے یہ مصیبت کڑی ہوجاتی ہے قرض لیا جاتا ہے۔مرنے والے کے یتیم بچوں کے مال سے روپے لے کر اس کی روٹی برادری اور اہل محلّہ کے لئے پکائی جاتی ہے۔اور پھر لوگ اس قدر مسرت سے اس مال ناجائز کو کھانے کے لئے جاتے ہیں جیسے ایک مسرت کی تقریب۔اور یہ براتی کی حیثیت سے جا رہے ہیں۔ ملاں جی اس تقریب پر مجلس یا صدر مکرم ہوتے ہیں۔ان کی صدارت میں یتیموں بیواؤں مسکینوں کا مال ہضم کیا جاتا ہے،مگر کسی کو بھی اس کا خیال نہیں آتا کہ آخر کھانے والے ہی سوچیں کہ ان میں سے کس قدر مستحق افراد نے کھایا۔اگر کوئی

صاحب جرات کر کے کہہ ہی دیں کہ چوہدری صاحب ٹھیکیدار صاحب، ملک صاحب، مولانا صاحب، حضرت صاحب، یتیم اور بیوہ کا مال کھاتے ہوئے تمہیں خوفِ خدا نہ ہوا، وہ گھر تو پہلے ہی اجڑ گیا۔ اب رہا سہا تم نے اجاڑ دیا کچھ تو سوچا ہوتا تو وہ فوراً آگ بگولا ہو کر کہیں گے کہ انہوں نے ہمارے باوا کے چالیسواں پر ہمارا نہیں کھایا تھا۔ گویا یہ تو لین دین ہے۔ ایصال ثواب نہیں ہے، ایک ہاتھ لے اور ایک ہاتھ دے کا چکر ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کہا جاوے گا تو اس سچی بات کہنے والے کو وھابی کہہ کرنا جائز مال ہضم کر لیا جائے گا۔ (یا اسفی)

شرعی حیثیت سے جب تیجا کا ثبوت ہی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ اور خلفاء راشدین نے جب اسے نہیں کیا، امام اعظمؒ اور ارشد تلامذہ سے جب اس کا نشان تک نہیں ملتا۔ دنیاوی طور پر بھی جب اس سے انتہائی نقصانات ہیں تو پھر اس تیجہ کو کیونکر اہل سنت کا طغرائے امتیاز قرار دیا جائے۔ یہ صاف اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ رسم غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں میں بعض جاہل اور خود غرض واعظوں نے رائج کی ہے۔ اس سے صرف اور صرف دین اسلام کی مخالفت اور بطنِ عظیم کی خدمت مقصود ہے۔ یہ سنت کے خلاف بدعت کا محاذ ہے اس لئے اسے مردود اور غیر اسلامی رسم کہا جائے گا۔ اس لئے بعض بریلوی علماء بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت نے بھی اس رسم کو رسم قاتل اور مسلمانوں کے لئے انتہائی مضرت رساں قرار دیا ہے۔ سردست فقہائے کرام کے اقوال صحیحہ اور بریلوی مکتب فکر کے مقتدا مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عظیم فتویٰ سے ثابت کیا جائے گا کہ تیجا اور ساتواں وغیرہ خلافِ اسلام اور خلاف سنت رسمیں ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا چاہیے۔

ایصالِ ثواب اور علمائے دیو بند

جہاں تک میت کو ثواب بھیجنے کا تعلق ہے۔ علمائے دیو بند اس کے قائل اور عامل ہیں۔ میت کے رشتہ دار اگر کھانا پکا کر غریبوں اور مساکین کو کھلائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو پہنچا دیں گے۔ کسی نادار کی خدمت کرنا اور کھانا کھلانا قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا یہ سب باتیں جائز ہیں۔ سال بھر اس صدقہ کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ کسی دن کی تخصیص نہیں ہے۔ اور نہ ہی شریعت سے اس کا ثبوت ہے جب بھی چاہیں ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔ ایصال ثواب کے

لئے مستحق حضرات کا انتخاب ضروری ہے۔ ایصال ثواب سے نہ کوئی روکتا ہے۔ نہ ہی اس وقت اس موضوع پر گفتگو مقصود ہے۔ بلکہ اس وقت موضوع سخن تیجہ اور ساتواں و چالیسواں وغیرہ رسم و رواج اور بدعات مروجہ ہیں۔ اس لئے انہی پر بحث کا دارومدار ہے۔

ا۔ صحابہ کرامؓ میت کے گھر کا کھانا ناجائز جانتے تھے۔

کُنَّا نَرَی الاِجْتِمَاعَ اِلیٰ اَھلِ المَیّاتِ وَصَنَعَةَ الطَّعَامِ مِن النّیَاحَةِ.

ہم (یعنی صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔ (ابن ماجہ نمبر ۱۰۰)

میت پر آواز کے ساتھ رونا اور نوحہ کرنا اہل جاہلیت کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ جمہور سلف صالحین کے نزدیک نوحہ کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے گھر تیجا ساتا اور چالیسواں کا اجتماع اور اس کے گھر کا کھانا صحابہ کرامؓ ناجائز سمجھتے تھے۔ اسی لئے جمہور اہل سنت نے اس کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ نوحہ کی طرح اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ فقہائے کرامؒ کے نزدیک تیجا ساتا ناجائز ہے

مشہور فقیہ علامہ طاہر بن احمد حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ

وَلَایُبَاحُ اِتّخَاذُ الضِّیَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ لِاَنَّ الضِّیَافَةَ یتّخِذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ

اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت مباح نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے۔

(خلاصہ الفتاوی ج۲ص۲۴۲)

اس سے معلوم ہوا کہ تین دن تک جو دعوت اور برادری میں کھانا کھلانے کی رسم موجود ہے اور تیسرے دن چنے وغیرہ منگوا کر تقسیم کرنا یہ سب ممنوع ہیں۔

۳۔مُصیبت کے دنوں میں دعوت کرنا ممنوع ہے

وَیُکْرَہُ اِتّخا ذالضِیافہِ فِیْ اَیَّامِ المُصِیْبَۃِ لِاَنَّھا اَیَّامُ تَاسّفٍ فَلایَلِیْقُ بِھَا مَاکَانَ لِلسَّرُوْرِ

یعنی مصیبت کے دنوں میں ضیافت کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ جو کام خوشی کے وقت ہو وہ غمی میں مناسب نہیں ہے۔

فتاویٰ خانیہ ج ۱۴

۴۔علاّ مہ ابنِ ھمامؒ کے نزدیک میّت کے گھر کا کھانا بدعت ہے

وَیُکْرَہُ اِتّخَاذُ الضّیَافَۃِ مِنَ الطّعَامِ مِنْ اَھْلِ المَیّتِ لاَنَّہ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِلَا فِیْ الشرورِ وَھِیَ بِدْعَۃ مُسْتَقْبِحَۃٌ

میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ کیونکہ طعام کھلانا تو خوشی کے موقعہ پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ نہایت ہی بُری اور قبیح بدعت ہے (فتح القدیر ج ا ص ۴۷۳)

۵۔علاّمہ قہستانیؒ کا فتویٰ

وَیُکرَہُ اِتّحاذالضِیَافَۃِ فی ھٰذہِ الاَیَّامِ وکَذَا اکُلُھَا.

ان دنوں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور کھانا دونوں مکروہ ہیں۔ (جامع الرموز ج ۴ ص ۴۴۳)

۶۔سندالفقہاء ملاعلی قاریؒ کے نزدیک تیجا ناجائز ہے

قَرَّرَ اَصْحَابُ مَذْھَبِنَا مِنْ اَنَّہ یَکْرَہُ اِتّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الیَوْمِ الاَوّل وَالثالِثِ وَبَعْدَ الاسْبُوعِ.

ہمارے مذہب (حنفی) کے فقہائے کرام نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔

۷۔شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے نزدیک تیجا حرام ہے

اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکابِ تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق تیامی بدعت است وحرام۔ مدارج النبوۃ

ترجمہ:۔ یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور تکلفات کرنا اور بغیر وصیت کے یتیموں کے حق سے مال خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو معاملہ بالکل ہی واضح فرما دیا کہ یہ تیجا اور یتیموں کے مال کا کھانا حرام ہے۔اس لئے اس سے پرہیز اور اجتناب لازمی ہے۔

۸۔قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ کے نزدیک تیجا منانا ناجائز ہے

بعد مُردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکند۔

ترجمہ:۔ میرے مرنے کے بعد دنیاوی رسوم مثلاً دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کوئی نہ کرے۔

۹۔شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک تیجا چالیسواں ناجائز ہے

دیگر از عادات شنید ما مردم اسراف است در ماتمہا وسیوم وچہلم وششماہی وفاتحہ سالینہ داین ہمہ را در عرب اوّل وجود نہ بود

ترجمہ:۔ دوسرے بری عادتوں میں سے بے جا خرچ کرنا ہے۔ ماتم میں تیجا۔ چہلم ششماہی اور سالانہ فاتحہ میں یہ رسمیں قرون اولیٰ میں نہیں تھیں (تفہیمات ج ۲)

۱۰۔فقیہ ہند مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے نزدیک تیجا ناجائز ہے

مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست۔
ترجمہ:۔مقرر کرنا تیجا کا بالتخصیص اور اس کو ضرور خیال کرنا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے مجموعہ فتاویٰ

(تِلْکَ عَشَرۃٌ کَامِلَۃٌ)

آنحضرت ﷺ کے اصحابؓ کے عمل اور فقہائے کرام کے فتاویٰ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اہل میت جو تیسرے اور ساتویں چالیسویں دن کو برادری یا غیر مستحق لوگوں کی دعوتیں کر کے بزعم خویش ایک نیک کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ سراسر بدعت اور خلاف سنت ہے۔ اس سے ہر مسلمان سنی حنفی کو پرہیز کرنا چاہئیے! آخر میں بریلوی مکتب فکر کے رہنما مولوی احمد رضا خاں کا فتویٰ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس بدعت شنیعہ میں مبتلا حضرات کو معلوم ہو کہ صرف علمائے اہل سنت ہی اس کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ مولوی احمد رضا خاں تک اس بدعت قبیحہ کو ناپسند کرتے تھے۔

۱۱۔مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک تیجا ساتا ناجائز و بدعت ہے

مولوی احمد رضا خاں سے کسی صاحب نے ان رسوم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے پورے شدومد سے ان رسوم کی تردید کر کے فقہائے احناف کی پوری تائید کردی چنانچہ ان کا فتویٰ ان کی کتاب احکام شریعت ص۱۹۱ و ص۱۹۳ حصہ سوم پر درج ہے۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ واقارب واحباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے پان چھالیاں کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں۔ جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سودی نکلواتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعاً جائز ہے یا کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سبحان اللہ اے مسلمان یہ کیا پوچھتا ہے۔ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت وشنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ وقبیحہ ہے۔

۲۔ اہل سنت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

۳۔ یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

۴۔ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔

۵۔ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جاوے۔

۶۔ اللہ عزوجلّ مسلمانوں کی توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جس سے ان کے دین و دنیا کا ضرر ہے ترک کردیں۔ اور طعن بے ہودہ کا لحاظ کریں۔ (احکام شریعت)

حرف آخر

اس مختصر بحث میں اصحابِؓ رسول کے عمل اور فقہائے کرام کے فتوىٰ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ تیجا، ساتا یا چالیسواں جو ہمارے ملک میں رواج پذیر ہے کسی طرح بھی جائز اور مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ چند خودغرض اور پیٹ کے پجاری ملاؤں کی اختراع ہے۔

علمائے دیوبند جو اس برصغیر میں سنت کے علم بردار ہیں۔ وہ ان رسوم کو تفریح طبع کے لئے خلافِ اسلام قرار نہیں دیتے۔ بلکہ ان کے پاس دلائل کے انبار موجود ہیں۔ یہ مروجہ بدعات اس قدر قبیح اور غیر اسلامی ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب جیسا انسان بھی تڑپ اٹھا جن کا قلم ہمیشہ رسوم کی تائید میں چلتا ہے۔لیکن انہوں نے بھی اس تیجا ساتا اور چالیسواں کی بدعات کا قلعہ مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔ جو لوگ ان رسموں میں مبتلا ہیں اور اسے باعث ثواب سمجھتے ہیں ان کے لئے اگر حدیث اور فقہائے کرام کے اقوال کوئی وقعت نہیں رکھتے تو کم از کم بریلوی مکتب فکر کے راہنما مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اقوال اور فتوىٰ ہی سے سبق حاصل کریں

فاعتبر وا یا اولی الابصار

موافقات

سیدنا عمرؓ

محمد ضیاء القاسمی

مکتبہ قاسمیہ
غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن عقبة بن عامر قال. قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب. (ترمذی)

اگر میرے بعد کسی نے نبی (ہونا ہوتا تو وہ) عمرؓ ہوتے!

حضرات گرامی! آج میں نے آپ کے سامنے سرکار دو عالم ﷺ کی ایک حدیث پڑھی ہے۔ اس حدیث پاک میں سیدنا عمر فاروقؓ کی عظمت اور فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ جس سے آپ کا درجہ اور منصب رفیع سامنے آتا ہے! یوں تو قرآن وحدیث پر نظر ڈالی جائے تو سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی سینکڑوں اور ہزاروں عظمتوں کا سراغ ملتا ہے، مگر ان تمام محاسن اور خوبیوں کو بیان کرنے کے لیے ایک وسیع وقت کی ضرورت ہوتی ہے جسے جمعہ کے اس مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے آج کے خطبہ میں مختصر طور پر پانچ باتوں کا ذکر کیا جائے گا۔ حضرت شاہ ولی اللہ (قدس اللہ) محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تقریباً بیس یا بائیس مقامات ایسے آئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات جو بات حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ فرش پر کہتے تھے، وہی بات عرش سے قرآن بنا کر نازل فرما دی جاتی تھی!

گویا کہ بارہا قرآن حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق نازل ہوا۔ ان بیس بائیس مقامات سے اس وقت پانچ واقعات کا تفصیل سے ذکر کرتا ہوں، تاکہ آپ کو حضرت فاروق اعظمؓ کی عظمت اور رفعت شان معلوم ہو جائے!

حضرات گرامی! جب کوئی مسلمان حج کے لیے جاتا ہے تو وہاں پر ایک عبادت ہر حاجی کو کرنا ہوتی ہے۔ اس عبادت کو شریعت کی زبان میں طواف کہتے ہیں۔

طواف...... بیت اللہ شریف کے ارد گرد گھومنے کا اور چکر لگانے کا نام ہے!

حاجی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا!

عالم ہو یا غیر عالم

پیر ہو یا فقیر

عابد ہو یا زاہد

ولی ہو یا نبی

سب کو طواف کرنا پڑتا ہے اور سب کو سلے سلائے کپڑے اتار کر احرام کی دو چادریں پہن کر ننگے سر اور ننگے پاؤں بیت اللہ شریف کے گرد چکر لگاتے ہوئے اس کی کبریائی کا اعتراف واقرار کرنا پڑتا ہے!

یوں ہی مسجد میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ شریف پر نظر پڑتی ہے تو یہ تلبیہ ہر ایک کی زبان پر جاری ہوتا ہے!

لبیک اللھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں۔ تمام تعریفیں اور نعمتیں اور ملک تیرے لیے ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

طواف شروع ہونے سے قبل ہی آنے والے سے فرمایا!

پہلے بتاؤ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

تمہارا آنا تب منظور ہوگا۔ جب عقیدے کی صفائی دوگے!

ہر آنے والے حاجی کو بلند آواز سے اس عقیدے کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ

لا شریک لک لبیک

جب حاجی اس بات کا اقرار بلند آواز سے کر لیتا ہے کہ **لا شریک** ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور میں شرک کا مریض نہیں ہوں تو پھر اسکو طواف کی توفیق دی جاتی ہے اور وہ پھر بلند آواز

سے پکارتا ہے کہ

لبیک اللھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک

سرکاردوعالم ﷺ کا طواف

آیئے آپ کوتصوات کی دنیامیں حرم میں لے چلیں اور وہاں پر سرکاردوعالم ﷺ کے طواف کی چند جھلکیاں دکھائیں۔ہائے قربان جاؤں! سرکاردوعالم ﷺ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور ساتھ جاںنثاروں اور فدائیوں کا بھی ایک گروہ ہے جونہی کعبہ پر نظر پڑتی ہے تو آپ کی زبان مبارک سے **لبیک اللھم لبیک ، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**

حرم شریف کی فضا پیغمبر اور آپ کے جاںنثاروں کے تلبیہ سے گونج اٹھی۔

طواف آپ نے بھی کیا ہوگا۔

طواف میں نے بھی کیا ہے

لیکن آپ کا طواف اور میرا طواف

معلم کے ساتھ ہوتا ہے

علما کے ساتھ ہوتا ہے

صلحا کے ساتھ ہوتا ہے

صوفیا کے ساتھ ہوتا ہے

اتقیا کے ساتھ ہوتا ہے

اصفیا کے ساتھ ہوتا ہے

مگر قربان جاؤں ....اے یارانِ رسول

آپ کا معلم مصطفٰے تھا

آپ کا معلم رسولِ خدا تھا

آپ کا معلم صاحبِ لولاک تھا

آپ کا معلم صاحبِ معراج تھا

آپ کا معلم صاحب قاب قوسین تھا

آپ کا معلم صاحب دنیٰ فتدلیٰ تھا

آپ کا معلم صاحب طٰہٰ تھا

نہ اس معلم کی کوئی مثال

نہ اس معلم کے حاجیوں کی کوئی مثال

معلم بھی بے مثال

متعلم بھی بے مثال

معلم اور متعلم جب بیک آواز پکارتے ہوں گے

لبیک اللھم لبیک

تو خداوند قدوس.................بھی فرشتوں سے فرماتے ہوں گے؟

اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا تم کو میں نے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں اور زمین کا غیب جانتا ہوں۔

سبحان اللہ

لَاشَرِیْکَ لَکَ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا اور وہ دوسرے گناہ جس کو چاہیے معاف کر دے۔ یہ شرک سے بے زاری مومن کے لیے اولین شرط ہے۔ اس لیے کلمہ طیبہ میں بھی پہلے **لا الہ الا اللہ** کہتے ہیں۔ راستہ صاف ہو سکے۔ جب تک **لا الٰہ الا اللہ** دل میں نہیں ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت کسی کے دل میں اتر ہی نہیں سکتی!

☆ سرکار دو عالم ﷺ طواف کر رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام بھی ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگ

رہے ہیں۔ التجائیں ہورہی ہیں۔ اور صحابہ کرام بھی ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ التجائیں ہورہی ہیں۔ درخواستیں دی جارہی ہیں۔ مرادیں مانگی جارہی ہیں۔ اور نہایت ہی عاجزی اور انکساری سے خدا کے گھر کا طواف کیا جارہا ہے۔ بار بار چکر لگائے جارہے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام اپنے مولا کے گھر کے اردگرد بار بار چکر لگا رہے ہیں۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہم تو اسی دروازے پر بار بار آتے ہیں۔

ہمارا تو یہی داتا ہے۔ یہی مشکل کشا ہے۔

ہمارا تو یہی ملجا و ماؤی

ہماری امیدوں کا

ہماری تمناؤں کا

ہماری آرزؤں کا

یہی مرکز ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے اللہ تو ہم کو دنیا وآخرت میں بھلائی عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

اللھمّ انّی اسئلک رضاک والجنّة

اے اللہ میں تجھ سے تیری رضا اور جنت کا سوال کرتا ہوں۔

جب سرکار دو عالم ﷺ نے طواف کے سات چکر فرما لیے تو آپ نے حضرت فاروق اعظم ؓ کو وہ پتھر دکھلایا جس پر حضرت ابراہیمؑ نے کھڑے ہوکر بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی تھی! اور آپ کے قدموں کے نشان اس پتھر پر ثبت ہو گئے تھے!

سبحان اللہ

خطیب کہتا ہے

پتھر نے نبوت کے قدم اپنے وجود پر ثبت کر لئے۔

پتھر نے خدا سے انعام لیا کہ مجھے خلیل اللہ کے نقش پا دے دے۔

پتھر بھی تو تعمیر بیت اللہ میں شریک ہو گیا تھا۔

اگر ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ کا صلہ ملا کہ خلیل اللہ بن گئے۔

اور اسماعیلؑ کو تعمیر کعبہ کا صلہ ملا کہ ذبیح اللہ بن گئے۔

تو پتھر کو بھی تعمیر کعبہ کا صلہ ملا کہ آیت اللہ بن گئے۔

پتھر نے خلیل اللہ کے نقش کف پا کی حفاظت کی

صدیقؓ نے وجود مصطفٰے کی حفاظت کی

پتھر پر خلیل اللہ سوار ہوئے تو

مقام خلیل کا امین بنا گئے!

صدیقؓ پر میرے مصطفٰے سوار ہوئے تو

اسے مقام مصطفٰے کا امین بنا گئے!

پتھر کے دل سے خلیل اللہ کو نہیں مٹایا جا سکتا

صدیقؓ کے دل سے حبیبؐ اللہ کو نہیں مٹایا جا سکتا

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضرت فاروقِ اعظمؓ نے عرض کیا حضور!

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقام پر دو نفل شکرانے کے ادا کروں!

سرکارِ دوعالم ﷺ خاموش ہیں!

کیوں خاموش ہیں؟ اس لیے کہ عمر کی خواہش مانوں............تو ابھی تک میرے پاس یہاں نفل پڑھنے کا حکم الٰہی نہیں پہنچا؟

اور رسول ﷺ تو وحی الٰہی کا پابند ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى

اور اگر فاروق اعظمؓ کی خواہش پوری نہیں ہوتی تو ان کی دل شکنی ہے؟

جبرائیل آئے!

میرے محبوب اداس کیوں ہیں؟

عمرؓ کہتا ہے کہ یہاں دو نفل ادا کروں گا

☆ اور رسول ﷺ کے پاس اس کا اجازت نامہ نہیں ہے؟

☆ جبرائیلؑ عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ پریشان نہ ہوں!

☆ جو رائے اور خواہش عمر کی فرش پر ہے!

☆ وہی رائے اور خواہش خدا کی عرش پر ہے!

خدا فرماتے ہیں کہ

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيم مُصَلًّى (بقرہ)

اور بناؤ ابراہیم ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ

حاجیو!

آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ طواف کے بعد

ولی ادھر جا رہا ہے

قطب ادھر جا رہا ہے

مجدد ادھر جا رہا ہے

محدث ادھر جا رہا ہے

مفسر ادھر جا رہا ہے

پیر ادھر جا رہا ہے

فقیر ادھر جا رہا ہے

عالم ادھر جا رہا ہے

چھوٹا ادھر جا رہا ہے

بڑا ادھر جا رہا ہے

بادشاہ ادھر جارہا ہے

وزیر ادھر جارہا ہے

سنی ادھر جارہا ہے

شیعہ ادھر جارہا ہے

ذرا ان سے پوچھو ادھر کیوں جارہے ہیں؟

آواز آتی ہے!

سنتِ عمر ادا کرنے!

مقامِ ابراہیم پر ہر حاجی کو جانا ہوگا

سنت عمر ادا کرے گا تو حج منظور ہوگا

ورنہ حج ناقص، حج نامکمل، حج نامسعود

عمرؓ تیرے قربان جاؤں............تو نے اسلام کی عمر کو تازگی بخشی

خدا نے تیری سنت کو قیامت تک اپنے گھر کے سامنے زندہ رکھا!

من كان لله، كان الله له

جو اللہ کا ہوجاتا ہے

اللہ اس کا ہوجاتا ہے

خطیب کہتا ہے

بات خدا سے کرو

ہمارے ساتھ کیوں ناراض ہوتے ہو۔ یہ مرتبہ اور مقام سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی ذاتِ گرامی کو خود اللہ تعالیٰ کی ذات نے عطا فرمایا ہے۔ بات کرنی ہے تو خدا سے کرو

مناظرہ کرنا ہے تو خدا سے کرو

مجادلہ کرنا ہے تو خدا سے کرو

ہم تو خدا کے حکم کے پابند ہیں۔ اگر وہ مقامِ ابراہیمؑ پر حضرت عمرؓ کی خواہش پوری کرنے کے

لیے

نبی ﷺ کو لے جاتا ہے — تو اس کی مرضی
علیؓ کو لے جاتا ہے — تو اس کی مرضی
حسنؓ کو لے جاتا ہے — تو اس کی مرضی
عباسؓ کو لے جاتا ہے — تو اس کی مرضی
ابنِ عباسؓ کو لے جاتا ہے — تو اس کی مرضی

واتخذو من مقام ابرھیم مصلی

سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر نبی ﷺ جائے گا
سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر علیؓ جائے گا
سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر حسنؓ جائے گا
سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر حسینؓ جائے گا
سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر عباسؓ جائے گا
سُنی تو ادھر جائے گا — جدھر ابنِ عباسؓ جائے گا

واتخذو من مقام ابرھیم مصلی

جو رائے عمرؓ کی فرش پر
وہی رائے خدا کی عرش پر

حضرات گرامی! آپ نے میری پہلی گزارش سماعت فرمائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اس قدر عزت وعظمت عطا فرمائی تھی کہ ان کی قلبی مرادوں کو خدا نے خود حسن قبولیت سے نوازا۔ کیوں نہ نوازا جاتا۔ آخر منتخب فرما کے مراد رسول ﷺ کو دامنِ رسول ﷺ کے ساتھ خدا ہی نے تو وابستہ کیا تھا!

اس کی عطا............عمرؓ کی ادا بن گئی

دوسرا تاریخی واقعہ

حضرات گرامی! سرکار دوعالم ﷺ ہجرت فرما کر جب مکہ مکرمہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا عظیم منصوبہ بنایا اور پھر اس سازش اور منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میدانِ بدر میں وہ مکروہ اور بزدلانہ ہتھکنڈے استعمال کیئے جو رہتی دنیا تک ان کے مکروہ عزائم کی تصویر کشی کرتے رہیں گے!

غزوہ بدر پہلی جنگِ عظیم ہے جس میں سرکار دوعالم ﷺ نے اپنے تین سو تیرہ بے مثال وعدیم النظیر صحابہ کے ساتھ جاں نثاری اور فداکاری کی وہ مثال پیش فرمائی جو دنیائے عزیمت واستقلال میں اپنا جواب آپ ہے۔ کفر کو اللہ تعالیٰ نے تاریخی شکست دی۔ اور سرکار دوعالم ﷺ کے مشن اور آپ کی عظمتوں کو دوبالا کر دیا!

بدر میں صحابہؓ نے جنگ کا میدان گرم کیا!
اور حضور ﷺ نے اپنے گرم آنسوؤں سے نصرتِ خداوندی کو پکارا!
فرشتے سپاہی بن کر آئے۔
نوری بشر کی قیادت میں میدان کارزار میں اترے
جبرائیلؑ غلامی کے لیے حاضر ہوا!
دعائے رسول ﷺ کام آئی
صدیقؓ نے رسول ﷺ کو سجدہ سے اٹھایا
تو آواز آئی

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (ال عمران)

اللہ نے تمہاری بدر میں مدد فرمائی حالانکہ تم کمزور تھے!

بدر میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایک عظیم الشان فتح سے سرفراز فرمایا اور مشرکین مکہ کو ایک ایسی عبرتناک اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا کہ ان کی تمام تدبیریں الٹی ہوگئیں۔ اور ان کی کوئی طاقت اور کوئی قوت میرے خدا کی قوت اور طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔

لَا قُوَّ ةَ اِلَّا باللّٰه

ان کے تمام وڈیرے مشرک ظالم اور سفاک لیڈر............دن رات توحید خداوندی کا مذاق اڑانے والے کافر ایک ایک کر کے یا قتل ہو گئے یا رسوا ہو کر بھاگ گئے یا گرفتار کر لیے گئے!

یہ دن مسلمانوں کے لیے عظیم مسرت کا دن تھا۔

یہ دن مشرکوں کے لیے عظیم رسوائی کا دن تھا۔

حضور ﷺ اپنے خدا کے حضور ﷺ سجدہ تشکر بجالائے۔

اور قریش کے اکڑے ہوئے اور سرکشی پر تلے ہوئے قیدیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے!

مدینہ منورہ میں قیدی حضور ﷺ کی عدالت میں پیش کیے گئے!

سرکار دو عالم ﷺ نے قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے وزیروں سے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

مسجد نبوی ہی — اسمبلی ہال تھا

مسجد نبوی ہی — چیف جسٹس کا آفس تھا

مسجد نبوی ہی — قصر صدارت تھا

مسجد نبوی ہی — سٹیٹ گیسٹ ہاؤس تھا

مسجد نبوی ہی — قرآن وسنت کی یونیورسٹی تھی

مسجد نبوی ہی — عبادت وریاضت کا مرکز تھا

مسجد نبوی ہی — انوارات خداوندی کا مرکز تھا

مسجد نبوی ہی — پوری دنیا کے لیے مرکز ہدایت تھا

مسجد نبوی ہی — جبرائیلؑ امین کی آمد ورفت کا مرکز تھا

مسجد نبوی میں وہ تمام خوبیاں اور محاسن تھے جو آخری پیغمبر کے لیے اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے تھے۔

اسی مسجد نبوی میں بدر کے قیدیوں کو رکھا گیا تھا؟

ان کو قید کر کے سزا دینا مقصود نہیں تھا

ان کو قید کر کے خدا کی توحید بتلانا مقصود تھا

ان کو قید کر کے مصطفٰےؐ کا مقام دیکھنا مقصود تھا

ان کو قید کر کے صدیقؓ کا صدق ووفا دکھانا مقصود تھا

ان کو قید کر کے عمرؓ کا جلال دکھانا تھا

صدیقؓ کا جمال دکھانا تھا

عثمانؓ کی حیا دکھانا مقصود تھا

علیؓ کی وفا دکھانا مقصود تھا

صحابہؓ کے سجدے دکھانا مقصود تھا

اور تہجد کے وقت آہ وفغاں دکھانا مقصود تھا

آخری دل تھے متاثر ہوئے

صحابہؓ کی ادائیں دیکھ کر

صحابہؓ کی آہ سحر دیکھ کر

صحابہؓ کی دعاہائے سحر گاہی دیکھ کر

قیدیوں کے دلوں میں اسلام کی توحید کا بیج بویا گیا!

اور وہ رنگ لایا!

اور کئی قیدی اسی اثر سے بعد میں مسلمان ہوئے!

سرکار دوعالم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ لیا۔

ان قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟

صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے!

ان کی نسلیں مسلمان ہو کر آپ کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جائیں گی اور ان کو اس احسان

کے بعد ندامت ہوگی۔

حضرت علیؓ نے بھی یہی کہا!

اکثر صحابہؓ نے بھی یہی رائے دی!

سرکارِ دوعالم ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اسی رائے کو پسند فرما کر یہی رائے دی!

لیکن فاروق اعظمؓ کو دیکھا تو وہ خاموش تھے!

فرمایا: عمرؓ تو کیوں خاموش ہے؟

فرمایا: عمرؓ تیری کیا رائے ہے؟

حضرت عمرؓ نے عرض کیا!

یارسول اللہ.......................میری رائے یہ ہے کہ

خدا کی توحید کا دشمن اور حضور کی رسالت کا دشمن عمرؓ کو خدا کی دھرتی پر ایک بھی نظر نہ آئے!

ان کا وجود خدا کی زمین پر بوجھ ہے!

عمرؓ کا رشتے دار عمرؓ کے حوالے کیا جائے!

عمرؓ کی تلوار ہوگی اور اس دشمن خدا اور رسول ﷺ رشتے دار کی گردن ہوگی! حضور ﷺ! واللہ میں اس کی گردن قلم کر کے حضور ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا۔

ابوبکرؓ اپنے رشتے دار کے ساتھ یہی سلوک روا رکھے۔

علیؓ اپنے رشتے دار کے ساتھ یہی سلوک روا رکھے۔

جس کا رشتے دار کافر ہے وہ اس کے حوالے کر دیا جائے، تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کی اس رائے سے ایمان ویقین اور توحید ورسالت کی محبت وعظمت کا وہ جذبہ نظر آتا ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نظر نہیں آتی!

چونکہ سرکارِ دوعالم ﷺ دوسرے صحابہؓ کی رائے کو پسند فرما چکے تھے اور اس کے مطابق فیصلہ بھی کر لیا گیا تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ کی رائے کو قبول نہیں فرمایا گیا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ ہوگیا کہ اسیرانِ بدر سے فدیہ لے کران کو رہا کردیا جائے۔

خدا کا فیصلہ

جبرائیل امین کو حکم ہوتا ہے کہ جبرائیلؑ جاؤ اور میرے محبوب سے فرمادو کہ

سب آپ کے ساتھ

رب عمر کے ساتھ

جو فیصلہ عمرؓ کا فرش پر ہے

وہی فیصلہ خدا کا عرش پر ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (پ ۱۰ سورہ انفال)

نبی ﷺ کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے قیدی باقی رہیں۔ جب تک وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلے تم دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو! اور اللہ تمہارے لیے آخرت کو چاہتا ہے اور اللہؓ بڑا قوت والا ہے حکمت والا ہے۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت سرکارِ دوعالم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ پر گریہ طاری تھا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر

اگر بالفرض آسمان سے خدا کا غضب نازل ہوتا تو عمرؓ کے سوا اس سے کسی کو رستگاری نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ **البغض فی اللہ** کی زندہ وتابندہ تصویر تھا۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی یہی بن گیا تھا کہ

خدا کے لیے جینا............اور خدا کے لیے مرنا

تیسرا تاریخی واقعہ

سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی قربانی اور حضور ﷺ سے بے پناہ عقیدت ومحبت سے پیشِ نظر تمام

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ کو سرکارِ دو عالم ﷺ سے جہاں اور سینکڑوں نسبتیں ہیں وہیں پر آپ کا خسرِ نبی ہونا ایک بہت بڑی فضیلت اور بہت ہی اعزاز اور عظمت ہے!

حضرت عائشہ صدیقہؓ امتِ مسلمہ میں وہ واحد اور منفرد خاتون ہیں۔ جن کو پیغمبر اسلام کے ساتھ تعاون اور خدمت میں ایک انفرادی شرف حاصل ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ جہاں حضور ﷺ کی جلوت کے گواہ تھے اسی طرح حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ حضور سرورکائنات ﷺ کی خلوت کی گواہ تھیں۔ آج کی اصطلاح میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ

صدیق اکبرؓ رسول ﷺ کے چیف سیکرٹری تھے۔

سیدہ صدیقہ عائشہؓ حضور ﷺ کی......ہوم سیکرٹری تھیں۔

خارجی امور کا انچارج صدیق اکبرؓ

داخلی امور کی انچارج سیدہ عائشہ صدیقہؓ

دنیائے کفر و شرک جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھی۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی مخالفت میں بھی پیش پیش تھے!

جو تیر حضور ﷺ پر چلاتے تھے

وہی تیر صدیقؓ پر چلاتے تھے

ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں قافلے کو پڑاؤ کو حکم دے دیا۔ قافلہ رات بھر وہیں ٹھہرا رہا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ صبح کے وقت آپ قضائے حاجت کے لیے جنگل کی طرف نکل گئیں۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ آپ کے گلے کا ہار وہیں ٹوٹ کر گرِ پڑا۔ جس کی تلاش کے لیے آپ کو کچھ دیر ہو گئی اور ادھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے قافلے کو روانہ ہونے کا حکم دے دیا۔ قافلہ رخصت ہو گیا۔

نہ تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کجاوے کو دیکھا اور نہ ہی کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھنے والوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ اس کجاوے میں حضرت عائشہؓ موجود نہیں ہیں۔ قافلہ

روانہ ہو گیا تو حضرت عائشہؓ بھی جنگل سے واپس پہنچ گئیں مگر قافلہ کو اپنے مقام پر موجود نہ پا کر آپ کو بے حد صدمہ اور پریشانی ہوئی، مگر اس وقت کیا کیا جاسکتا تھا۔آپ نے دل ہی میں فیصلہ فرمالیا کہ مجھے اسی جگہ بیٹھ کر انتظار کرنا چاہیے۔ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں کجاوے میں نہیں ہوں تو وہ ضرور میری تلاش کے لیے صحابہؓ کو بھیجیں گے۔اسی طرح میں آپ کے ساتھ جا ملوں گی!

چنانچہ آپ اسی مقام پر ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرمانے لگیں ادھر سے حضرت صفوان ابنِ معطلؓ کا گزر ہوا جو اسی غرض سے قافلہ کے پیچھے رکھے گئے تھے کہ قافلہ کی روانگی کے بعد وہاں سے چلیں جو گری پڑی چیز قافلے کی ملے وہ اسے لیتے آئیں۔حضرت صفوانؓ جونہی اس درخت کے قریب پہنچے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا تو زور سے

انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا

حضرت عائشہؓ یہ آواز سن کر بیدار ہو گئیں............حضرت صفوانؓ نے اونٹ حضرت عائشہؓ کے قریب بٹھا دیا اور آپ اس پر سوار ہو گئیں۔ نہ ہی حضرت عائشہؓ سے حضرت صفوانؓ نے پوچھا کہ آپ کیسے پیچھے رہ گئیں اور نہ ہی حضرت عائشہؓ نے ان سے کوئی بات کی! حضرت صفوانؓ مادرِ امت کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ادھر جب قافلہ رسول ﷺ مدینہ کے قریب پہنچا۔تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے کجاوے کو دیکھا تو حضرت عائشہؓ وہاں نہیں تھیں۔آپ کو بے حد فکر ہوئی۔ آپ نے صحابہ کرامؓ کو ان کی تلاش کے لیے روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ابھی صحابہ روانہ ہو ہی رہے تھے کہ دور سے کسی سوار کو آتا ہوا دیکھا............قریب آنے پر معلوم ہوا کہ آنے والا صفوانؓ صحابیِ رسول ہے اور سواری پر سوار مادرِ امت سیدہ طاہرہ حضرت عائشہؓ ہیں۔حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے قافلے سے بچھڑ جانے کا پوچھا تو سیدہ طاہرہ نے پوری تفصیل سے واقعہ بیان کر دیا۔ جس سے بات آئی گئی ہو گئی۔

منافقین کا طوفانِ بدتمیزی

جس قدر کسی کو عظمت وعزت ملتی ہے اسی قدر اس کے حاسدین کھڑے ہو جاتے ہیں جو آتش

حسد میں ہی جل بھن مرتے رہتے ہیں۔خاندان صدیق کو جو اعزاز اور عظمت خدا اور رسولؐ کے ہاں میسر آتی تھی ، منافقین اس پر پیچ پا ہوتے تھے۔ ہر وقت جلتے تھے اور مختلف تدبیریں سوچتے رہتے تھے کہ کسی طرح نبیؐ اور صدیقؓ میں جدائی دال دی جائے!

منافقین مدینہ نے بالخصوص اور مشرکین نے بالعموم اس بات کو تبنگڑ بنا کر سیدہ عائشہ صدیقہ پر الزام لگا دیا کہ

معاذ اللہ آپ کا کردار درست نہیں ہے۔

معاذ اللہ

اس تہمت ، اس بہتانِ عظیم کو اس قدر ہوا دی کہ پورا مدینہ افسردہ خاطر ہو گیا اور حضور ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے دل زخمی ہو گئے اور گھر گھر میں غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے!

سرکار دو عالم ﷺ پریشان وغمزدہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پریشان وغمزدہ

صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پریشان وغمزدہ

علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر پریشان وغمزدہ

پریشانی صرف اس بات کی تھی کہ تہمت لگانے والوں نے کس قدر اخلاق باختگی اور کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے کہ ایک ایسی عفیفہ پر ناپاک تہمت اور الزام عائد کیا ہے جس سے دامن عصمت و صداقت کو بھی حیا آ گئی۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا؟

میری عائشہؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ عفیفہ ہے۔

حضرت علیؓ نے کہا عائشہؓ پاکیزہ ہے

ابو ایوب انصاری نے کہا عائشہؓ کا دامن صاف ہے

زینب نے کہا کہ عائشہ کا دامن پاک ہے

جب صحابہؓ نے اپنی اپنی رائے دے دی!

تو میرے آقا نے سیدنا فاروق اعظمؓ سے پوچھا؟

عمر ؓ آپ کی رائے میری عائشہؓ کے بارے میں کیا ہے؟

فاروقِ اعظمؓ! بولے!

حضورﷺ آپ یہ فرمائیں کہ

من زوجکھا	عائشہؓ سے آپ کا نکاح کس نے کرایا ہے؟
میں نے؟	فرمایا نہیں
صدیقؓ نے؟	فرمایا نہیں
کسی اور نے؟	فرمایا نہیں
پھر فرمائیے	**من زوجکھا**
پھر یہ نکاح	کس نے کرایا ہے
فرمایا!	اللہ نے
عرض کیا کہ پھر	اللہ ایسا نہیں ہے
کہ نبیؐ پاک ہو اور	بیوی ناپاک ہو

سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَان عَظِیْم

پاک ہے تو اے اللہ یہ بہت بڑا بہتان ہے

اللہ نے فرمایا جبرائیلؑ؟

لَبَّیْک یا جلیل؟

فرمایا جلدی جاؤ اور میرے رسول ﷺ سے فرمادو

کہ میں عائشہؓ کے حق میں فیصلہ دینا ہی چاہتا تھا۔

کہ اب عمرؓ نے فیصلہ دے دیا ہے میں اس کے لفظوں میں نہ اضافہ کرتا ہوں اور نہ ترمیم!

جو فیصلہ عمرؓ کا فرش پر ہے

وہی فیصلہ خدا کا عرش پر ہے

سُبُحَانَکَ ھٰذَا بُھُتَان عَظِیُم

سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ کو قرآن بنا کر نازل فرما دیا گیا۔

سبحان اللہ

چوتھا تاریخی واقعہ

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جب بیمار ہوا تو رحمتِ دو عالم ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس منافق نے آپ کی اس شفقت رسالت کو دیکھ کر درخواست کی کہ جب میں مر جاؤں تو آپ میری نمازِ جنازہ خود پڑھائیں آپ نے اس کی یہ بات سن کر سکوت فرمایا نہ ہی ہاں کہا اور نہ ہی انکار فرمایا۔ آپ جب عیادت سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو منافق نے ایک قاصد کو سرکار دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ آپ اپنا کرتہ مبارک مجھے عنایت فرما دیں تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔ آپ نے ازراہِ رحمت اس قاصد کے ہاتھ اپنا کرتا مبارک بھجوا دیا۔ جب اس منافق کے پاس وہ کرتہ پہنچا تو اس نے یہ کہہ کہ واپس کر دیا کہ مجھے تو وہ قمیض چاہیے جو آپ کے بدن مبارک کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ آپ نے اس کی خواہش پر اپنی وہ قمیض اتار کر اس کو دے دی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی قمیض اس منافق کے لیے عطا کرنی مناسب نہیں ہے تو آپ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ میری یہ قمیض اس منافق کے لیے تو فائدہ مند نہ ہوگی۔ البتہ اس سے اس کو قوم پر اچھا اثر پڑے گا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے! چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کے فرزند نے (جو اسلام لا چکے تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے والد کا جنازہ آپ پڑھا دیں۔ آپ نے جنازہ پڑھانا منظور فرما لیا۔ چنانچہ آپ ﷺ جب جنازہ پڑھانے کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور نہایت ہی ادب اور نیازمندی سے عرض کیا۔

یا رسول الله !علیٰ عدو الله؟

حضور ﷺ کیا آپ ایک دشمن خدا کا جنازہ پڑھانے جائیں گے؟

یعنی حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ اس دشمن خدااور رسول ﷺ کا جنازہ سرکارِ دو عالم ﷺ نہ پڑھائیں اس پر فوراً وحی الٰہی لے کر جبرائیلؑ امین نازل ہوئے اور حکم خداوندی سنایا کہ یا رسول اللہ ﷺ۔

جو فیصلہ عمر کا فرش پر ہے
وہی فیصلہ خدا کا عرش پر ہے

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (پ ۱۰ سورہ توبہ)

اور نہ نماز پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جاوے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر اور وہ منکر ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے!

خطیب کہتا ہے

☆ معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو حکم ہو گیا کہ ہمیشہ کے لیے کسی منافق کی قبر پر قیام نہیں کرنا!

☆ معلوم ہوا کہ جن قبروں پر آپ تشریف لے جائیں گے۔ وہ منافق نہیں ہوں گے اور جو منافق ہوں گے ان کی قبروں پر آپ تشریف نہیں لے جائیں گے۔

☆ معلوم ہوا کہ جب منافقین کی قبروں پر چند ساعتوں کے لیے بھی حضور ﷺ کو جانے کی اجازت نہیں ہے تو ان کو اپنے روضے میں ہمیشہ سلانے کی بھی اجازت نہیں ہوگی!

☆ جو آپ کے روضے میں ہوگا اس کا

ایمان خدا کا بھی مصدقہ ہو گا
اور رسولؐ کا بھی مصدقہ ہوگا

صحابہ کو منافق کہنے والا خود منافق ہوگا

☆ معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ ہر قبر پر حاضر و ناظر نہیں؟

☆ اگر ہر قبر پر حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ مان لیا جائے تو قرآن کی اس آیت **لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ** کا بطلان لازم آتا ہے۔

جو صریحا کفر ہے۔(اعاذ نا اللہ)

☆ اس لیے اس آیت کریمہ سے سرکار دو عالم ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے کا عقیدہ غلط ثابت ہوگا۔

☆ اگر یہ عقیدہ درست ہے؟

تو پھر غالی کے نزدیک یہ آیت غلط

☆ اور اگر آیت کریمہ درست ہے اور یقیناً درست ہے۔

تو پھر غالی کا عقیدہ غلط ہے اور یقیناً غلط ہے۔

پانچواں تاریخی واقعہ

سرکار دو عالم ﷺ نے جب ایام علالت میں صحابہ کرامؓ سے قلم دوات طلب فرمائی تھی تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے جواب میں عرض کیا تھا کہ **حسبنا کتاب اللہ** اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ چونکہ آپ کو صحابہ کا امتحان مقصود تھا۔اس لیے آپ نے فاروقِ اعظمؓ کا صحیح جواب سن کر سکوت فرمایا۔

معلوم ہوا کہ

جو رائے عمر کی تھی وہی رائے رسول ﷺ کی تھی۔آخر ایسا کیوں نہ ہو۔

حضرت عمرؓ بھی تو

عطائے خدا تھے

دعائے مصطفٰی ﷺ تھے

حضرات گرامی !اس وقت میں صرف نے پانچ واقعات آپ حضرات کے سامنے بیان کیے کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رائے عمرؓ کی فرش پر ہوتی تھی وہی رائے خدا کی عرش پر ہوتی تھی اور حضرت سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی زبان مبارک سے ادا شدہ جملے بعض اوقات قرآن بنا دیے گئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی عظمت دلوں میں قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

جامعہ قاسمہ

کے لیے ملک کے بارہ اپیل

مخیرّ حضرات سے

جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد ۱۹۶۰ء سے دینِ اسلام کی تعلیمی و تبلیغی خدمات احسن طریق پر سر انجام دے رہا ہے۔

تجوید و قرات

اور درسِ نظامی کی تدریس کے لیے قابل ترین مدرس مقرر ہیں۔ مسافر اور غریب طلباء کے لیے مطبخ کا خرچ ایک لاکھ روپیہ ماہانہ ہے۔ ملک کے بارہ مخیرّ حضرات زکوٰۃ یا دوسرے صدقات واجبہ میں سے ایک لاکھ روپیہ اس مصرف کے لیے عنایت فرما دیں تو مجھے دین کے دوسرے اہم کاموں کے لیے وقت نکالنے میں کافی حد تک سہولت ہو جائے گی۔

میں دین کا درد رکھنے والے اصحاب خیر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس ادارہ کی دل کھول کر امداد فرمائیں۔

فقط والسلام

(حضرت مولانا) محمد ضیاء القاسمی مہتمم مدرسہ جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد۔

سلسہ اشاعت: (۱)

اربعین

مرتبہ

محمد ضیاالقاسمی

ناشر

مکتبہ قاسمیہ
اے بلاک غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

باسمہٖ تعالیٰ

پیش لفظ

محدثین عظامؒ نے اربعین کے بہت سے مجموعے لکھے ہیں۔اور ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق احادیث کا انتخاب فرما کر امتِ مسلمہ کو علم حدیث کے بے بہا خزانوں سے مالا مال کیا ہے
۔

اربعین کا پیشِ نظر مجموعہ میری پہلی کوشش ہے جس میں آٹھ عنوانات پر احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

(۱) توحید باری تعالیٰ (۲) مذمت شرک
(۳) حرمت سجدہ تعظیمی (۴) مسئلہ بشریت النبیؐ
(۵) تردید علمِ غیب (۶) تردیدِ حاضر و ناظر
(۷) تردید مختارِ کل (۸) تردیدِ بدعات

اس کا پہلا ایڈیشن کافی دنوں سے ختم تھا۔اب نظر ثانی کے بعد دوسرا ایڈیشن پہلے سے بہتر صورت میں پیشِ خدمت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میری اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور اس مجموعے کو میرے لیے زادِ آخرت بنائے۔

محمد ضیاء القاسمی

تقریظ

محدثِ اعظم حضرت العلامہ مولانا محمد شریف صاحب کشمیری

شیخ الحدیث خیر المدارس......ملتان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اسلام وشرک، سنت و بدعت، ہدایت وضلالت، راہ روی و بے راہ روی تاریخ بشریت کے مشہور توامات ہیں۔ انسانیت کی پوری تاریخ چھان ماریئے، کوئی دور ایسا نہ نکلے گا جس میں ایک توام دوسرے سے الگ دیکھا جا سکتا ہو یا کم از کم الگ کیا جا سکتا ہو، یہی فلسفہ تضاد اور حکمت کون و فساد،، ملت کے افراد صالحہ اور قوم کے فرزندانِ باحوصلہ کی دینی ترقی ورفعت کا منشاء اور حصول ثمرۂ اُخروی وحیاتِ ابدی کی علت سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کشمکش کے اسباب سرے سے معدوم ہوں یا موجود ہو کر مصروف النظر ہوں تو دونوں ہی صورتوں میں قویٰ عملیہ پژمردہ اور مضمحل ہو کر رہ جائیں گے ایسی صورت میں نہ عمل ہوگا اور نہ اس کا اجر، یا یوں کہہ لیجئے نہ اسلام ہوگا نہ حاملینِ اسلام کی رفعت وبلندی۔

پس بلا شبہ ضرورت اس امر کی ہوئی کہ روشنی کے مقابلہ میں تاریکی ہو، طہارت کے مقابلے میں نجاست ہو، خیر کے مقابلہ میں شر ہوتا کہ روشنی کی قدر ومنزلت تاریکی کے ساتھ الجھنے، طہارت کی وقعت نجاست کے ساتھ دست وگریبان ہونے اور خیر کی خیریت شر کے ساتھ ٹکرانے سے نمایاں ہو، جس طرح روشنی ممکنات میں حادث اور تاریکی اصل ہونے کی وجہ سے کسی جگہ کے روشن کرنے کے لیے چراغ، لیمپ، گیس وغیرہ کہیں سے نقل کر کے لانا پڑتے ہیں ورنہ جگہ روشن نہ

ہو سکے گی۔ تاریکی اور عدم روشنی کے لیے کسی چیز کی نقل وحرکت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ چراغ نہ لانا ہی نام ہے تاریکی اور اندھیرے کا۔ بالکل ٹھیک اسی طرح توحید، اسلام، سنت کی روشنی کے لیے گیس الیکٹری وغیرہ یعنی قول النبیؐ اور احادیث الصحیحۃ الثابتۃ من غیر شبہۃ کی ضرورت ہوگی۔ بغیر اس نورابدی وہدایت سرمدی کے کبھی ممکنات میں روشنی یا اجالا پھیلنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شرک وبدعت کے لیے جو کائنات عالم میں تاریکی وظلمت کی بدترین قسم ہے کسی دلیل عقلی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ سنت کی موت، شرک وبدعت کی حیات اور سنت کی حیات، شرک و بدعت بلکہ اس لہج کی گمراہیوں اور بے راہ رویوں کی موت ہے۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر میرے محترم ومکرم عزیزم مولانا ضیاء القاسمی صاحب سلمہ ربہ نے احادیث النبی ﷺ کا ایک ایسا مجموعہ مرتب فرمایا جس میں اثباتِ توحید، ابطال شرک، احیاء سنت، وعید ارتکابِ بدعت ایسے مضامین صراحتاً وضاحتاً آگئے، اس مجموعہ نفیسہ کو اگر غور سے پڑھا گیا تو یقیناً صدسالہ گبر بھی اس کے مطالعہ کے بعد بغیر توبہ کیے نہ رہ سکے گا۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس مجموعہ نفیسہ وعجیبہ کو اپنے شرفِ قبولیت سے نوازے اور مسلمانوں کے لیے نافع بنا کر مولف محترم سلمہ کے لیے آخرت میں باعثِ رفع درجات وحط سیئات اور دنیا میں باعثِ عزت وسرفرازی بنائے، آمین یارب العالمین۔

احقر

محمد شریف کشمیری عفااللہ عنہ

صدر مدرس خیرالمدارس۔ ملتان شہر

۵ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ بروز جمعہ

تقریظ

محدثِ جلیل حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر

خطیب جامع مسجد گکھڑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِیۡمِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور بحر و بر میں رہتی ہے لیکن اس ساری مخلوق میں جو شان اور رتبہ انسان کو حاصل ہے وہ کسی مخلوق کو میسر نہیں، اسی لیے اس کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں اور باری تعالیٰ نے اس کے اس شرف پر یہ ارشاد فرما کر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے ولقد کرمنا بنی ادم الایۃ اور انسان کا یہ شرف اس بنا پر ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر امام الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی رسول اور نبی تشریف لائے وہ سب بشر اور انسان تھے اور انہی کی بدولت تمام نوعِ انسانی کو یہ اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوا اور اس اشرف المخلوت میں جو مزیت اور فضلیت حضرات انبیاء کرامؑ کو مرحمت ہوئی وہ اس نوع میں کسی اور کو عطا نہیں ہوئی اور ان میں بھی علی الخصوص جو مقام اور منقبت حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ۔ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو شانِ بلند عطا کی اسی طرح عہدہ جلیلہ کے مناسب ان کو ڈیوٹی بھی اعلیٰ ہی عطا فرمائی اور وہ تبلیغ دین کی ڈیوٹی ہے جس میں لوگوں کی اصلاح اور رشد وہدایت بکمالہٖ موجود ہے۔ ان کی بدولت عقائد واعمال، اخلاق و معاملات اور معیشت و معاشرت میں وہ اصلاح ہوئی جس سے بڑھ کر تصور نہیں کی جاسکتی۔ ان نفوس قدسیہ نے سب سے پہلے بحکم پروردگار عقائد کی درستگی کا بیڑا اٹھایا اور پھر اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کا سبق دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان چنیدہ اور برگزیدہ ہستیوں نے جس امر کو مقدم سمجھا اس کو مقدم ہی رکھا اور

توحید ورسالت اور معاد جیسے بنیادی عقائد پر زور دیا اور اپنی پاک زندگیاں اسی میں صرف کر دیں۔
توحید کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ذاتِ وصفات اور اس کے افعال میں وحدہ لاشریک لہ تسلیم کیا جائے اور مخلوق میں کسی کو عام اس سے کہ وہ فرشتے ہوں یا انسان، جن ہوں یا کوئی اور مخلوق، اس کی کسی صفت میں شریک قرار نہ دیا جائے، اور نہ مخلوق میں اس کی صفات میں سے کوئی صفت تسلیم کی جائے، اللہ تعالیٰ کی بیشمار صفات ہیں جن میں علمِ غیب، ہر جگہ حاضر وناظر ہونا، مختار کل ہونا اور سارے جہان میں بلاشرکتِ غیرے تصرف کرنا خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں اور عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ حضرات انبیاء کرام علیہم اجمعین کو خدا تعالیٰ کے بندے اس کے رسول اور انسان تسلیم کرنا اور آخرت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا اور دین کو صحیح اور اصلی شکل وصورت میں بلاتغیر وتبدیل محفوظ رکھنا اور بدعات سے اجتناب وگریز کرنا وغیرہ وغیرہ اسلام کی ایسی اہم اور بنیادی خصوصیات ہیں جن سے لمحہ بھر صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ قرآن وحدیث کے قطعی دلائل ان امور کے اثبات پر قائم ہیں اور علما حق ہمیشہ سے ان کی تلقین وتبلیغ کرتے رہے ہیں۔
یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان اور شیریں بیان مقرر، دوست اور رفیق حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے جہاں اپنی شعلہ بیانی سے توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی خوب تردید کی اور کرتے ہیں، تحریری رنگ میں بھی چالیس ۴۰ حدیثیں باترجمہ عوام کے فائدہ کے لیے جمع کر کے اس فریضہ کا ایک حصہ ادا کر دیا ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید سے مزید توفیق مرحمت فرمائے اور اس کا صحیح مصداق بنادے کہ۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو ان کے لیے اور تمام پڑھنے والے حضرات کے لیے زاد آخرت بنائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین.

احقر الناس

ابوالزاہد محمد سرفراز، خطیب جامع مسجد گکھڑ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۶۶

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

خدا سے مانگنے والا محروم نہیں رہتا

(۱) عن عبد الله بن بريدةؓ عن ابيه رضى الله تعالىٰ عنهما ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول اللهم انى اسئلك انى اشهد انك انت الله لا اله الا انت الا حد الصمد الذى لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفو ا احد. فقال لقد سالت الله بالا سم الذى اذا سئل به اعطى واذ ادعى به اجاب. (ترجمان السنة)

ترجمہ: عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے سنا اے اللہ! میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تو ہی ہے ، تیرے سوا کوئی خدا نہیں، یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا، نہ اس کا کوئی ہمسر، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے خدائے تعالیٰ کو وہ نام لے کر پکارا ہے کہ جب اس نام کے ساتھ اس سے سوال کیا جاتا ہے تو ضرور دیتا ہے اور جب اس کو پکارا جاتا ہے تو ضرور جواب دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟

(۲) عن ابى هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال يا ابا هريرة هل تدرى ماحق الناس علىٰ الله وماحق الله على الناس، قلت الله ورسوله اعلم قال حق الله على الناس ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا فادا فعلو ذالك فحق عليه الا يعذ بهم (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ! جانتے ہو لوگوں کا خدا پر اور خدا کا لوگوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، فرمایا خدا کا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں،

اور جب وہ ایسا کریں تو اس پر یہ حق ہے کہ پھر ان کو عذاب نہ دے۔

اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں

(۳)عن عبادة بن الصامتؓ عن النبی ﷺ ان افضل الا یمان ان تعلم ان الله معک حیثما کنت . (رو الطبرانی)

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس کا یقین رکھے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک تیرے ساتھ ہے جہاں بھی تو رہو۔

بندے کو ہر چیز خدا سے مانگنی چاہیے

(۴)عن انسؓ قال رسول الله ﷺ لیسال احد کم ربه حاجته کلها حتی یسال شسع نعله اذانقطع. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کو چاہیے کہ اپنی سب حاجتیں اللہ تعالےٰ ہی سے مانگا کرو یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالےٰ سے مانگو۔

خدا تعالیٰ کو معبود (مشکل کشا) جاننے والا جنتی ہے

(۵) عن عثمانؓ قال رسول الله ﷺ من مات وهو یعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة. (رواه مسلم ، بحواله مشکوة)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص یہ جانتے ہوئے فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود (ومشکل کشا) نہیں وہ جنتی ہے۔

تردید شرک

شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے

(۴) عن عبد الله بن مسعودؓ قال قلت یا رسول اللهﷺ ای الذنب اعظم قال ان تجعل لله ندا وهو خلقک ثم قال ای قال ان تقتل ولدک خشية ان یاکل معک ثم قال ای قال ان تزانی حلیلة جارک فانزل تصدیق قول النبیﷺ والذین لا یدعون مع الله الها آخر. (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ سے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا کہ تو خدا کا شریک ٹھیرائے جس نے تجھ کو تنہا بلاشرکت پیدا کیا، پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ کہیں وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک نہ ہو جائے، اس نے کہا پھر اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے، آپؐ کے اس کلام کی تصدیق میں آیتِ ذیل بھی نازل ہوگئی۔

وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ............

آدمی جان دے کر شہید ہو جائے مگر شرک نہ کرے

(۷) عن ابی الدرداؓ قال اوصانی خلیلی ان لا تشرک بالله شیئا وان قطعت وحرقت. (رواه بن ماجه)

ترجمہ: ابوالدرداؓ سے روایت ہے کہ میرے سب سے بزرگ محبوبﷺ نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دی جائے اور تم کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے۔

مشرک کی بخشش نہیں ہوگی

(۸)عن ابی موسی الا شعریؓ عن رسول الله ﷺ قال ان الله تعالیٰ لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا مشرک او مشاحن.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں اپنے بندوں کی طرف خاص طور پر توجہ فرماتا ہے اور سب کی مغفرت کر دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

آنخضرت ﷺ مشرک کی شفاعت نہیں فرمائینگے

(۹) عن عوف بن مالکؓ قال قال رسول الله ﷺ اتانی آت من عند ربی فخیر نی بین ان یدخل نصف امتی الجنة و بین الشفاعة فاخترت الشفاعة وهی لمن مات لا یشرک بالله شیئا.(رواه الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو میری نصف امت جنت میں داخل ہو جائے اور چاہوں تو امت کے لیے شفاعت اختیار کرلوں، میں نے شفاعت کو پسند کرلیا ہے اور یہ ہر اس شخص کے لیے ہو کر رہے گی جو اس حالت پر مرجائے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائے۔

شرک نہ کرنے والا جنت میں جائے گا

(۱۰)عن ابی ایوبؓ الا نصاری قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من مات لا یشرک بالله.شیئا دخل الجنة. (رواه احمد والشیخان)

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص شرک سے پاک وصاف مرجائے گا وہ جنتی ہوگا۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے

آنحضرت ﷺ کو سجدہ کرنے کی ممانعت

(۱۱)عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فر ایتهم یسجدون لمر زبان لهم فاتیت رسول الله ﷺ فقلت انی اتیت الحیرةفرایتهم یسجدون لمرزبان لهم فانت احق بان یسجد لک فقال لی ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد له فقلت لا فقال لا تفعلو الو کنت آمر احد ان یسجد لا حد لا مرت النساء ان یسجدن لا زواجهن لما جعل الله لهم علیهن من حق.(احمد ،ابو داود)

ترجمہ:قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتو میں نے عرض کیا کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں آپ ﷺ ان سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو اب بھی مت کرو۔اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرتے تو یقیناً عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیوی پر بڑا ہے۔

غیر اللہ کو سجدہ کرنا نصاریٰ کا طریقہ ہے

(۱۲) عن معاذ بن جبل انه اتی الشام فرای النصاریٰ تسجد لبطار قتها والسا قفتها قال فقلت لای شی تصنعون قالو هذا کان تحیة للا نبیاء قبلنافقلت نحن احق ان تصنع نبینا ﷺ . فقال بنی الله ﷺ انهم

کـذبوا علیٰ انبیاء هم کا حرفوا کتا بهم ان الله عزو جل ابد لنا خیرا من ذلک السلام تحیۃاهل الجنة. (رواه احمد)

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ وہ شام تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ نصاریٰ اپنے بزرگوں کوسجدہ کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہ سجدہ کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم سے بیشتر نبیوں کے سلام کرنے کا طریقہ یہی تھا۔ میں نے کہا تو پھر ہم آنحضرت ﷺ کو اس طرح سلام کرنے سے ان سے زیادہ حق دار سمجھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان لوگوں نے اپنے نبیوں پر جھوٹ اسی طرح لگا دیا ہے جس طرح اپنی کتابوں میں تحریف کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر ہم کو سلام کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اور لفظ السلام علیکم ہے، یہ طریقہ اہل جنت کے باہم سلام کرنے کا ہے۔

اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو خاوند کے سجدہ کا حکم دیا جاتا

(۱۳) عن ابی هریرةؓ قال جاء ت امراء ة الیٰ رسول الله ﷺ فقالت یا رسـول الـلـه ﷺ اخبر نی ماحق الزوج علی الزوجة قال لو کان ینبغی لبشـر ان یسجد لبشر لا مرت المرا ة ان تسجد لزوجها اذا دخل علیها لما فضله الله علیها. (سنن بهیقی)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! شوہر کا عورت پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ اگر بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ جب خاوند گھر آئے تو اسے سجدہ کرے اس فضیلت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اس پر رکھی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ نہ کرنا

(۱۴) من جندب رضی الله عنه قال سمعت النّبی ﷺ یقول الا و انّ من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائهم و صالحهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد. انّی انهاکم عن ذٰلک. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے خود سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے بغور سن لو! کہ تم سے پہلی امتیں اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں پر مسجدیں بنالیا کرتی تھیں، دیکھو تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا، میں تم کو اس حرکت کی سختی سے ممانعت کرتا ہوں۔

فائدہ: قبروں کو مسجدیں بنانے کا ایک مطلب شراحِ حدیث نے یہ بیان کیا ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنایا جائے یعنی ان کو سجدہ کیا جائے۔ (مجمع البحار وغیرہ)

انبیاءؑ کی قبروں کی سجدہ کرنے والے لعنتی ہوئے

(۱۵) عن عائشةؓ ان رسول الله ﷺ قال فی مرضهٖ الذی لم یقم منه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذو ا قبور انبیا نهم مساجد. (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرض میں فرمایا جس سے صحت نہیں ہوسکی کہ لعنت کی اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ پر کیونکہ انہوں نے انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا تھا۔

دلائل بشریت

آنحضرت ﷺ عظیم الشان رسول ہونے کے باوجود بشر تھے

(۱۶) عن رافع بن خديج قال قدم نبي الله ﷺ المدينة وهم يا برون النخل فقال ما تصنعون قالو كنا نصنعه قال لعلكم لو لم تفعلو فتر كوه فنقصت قال فذكرو ذلك له فقال انما انا بشر اذا امر تكم بشيء من امر دينكم فخذو به واذا امر تكم بشيء من رائي فانما انا بشر . (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ کھجوروں کو پیوند کرتے تھے، آپؐ نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ عرض کیا کہ پیوند لگاتے ہیں فرمایا کہ اگر نہ لگاؤ تو بہتر ہوگا لوگوں نے چھوڑ دیا (یعنی پیوند لگانا) پھر لوگوں کو نقصان ہوا تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ پیوند چھوڑنے سے بہت نقصان ہوا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو بشر ہوں جب حکم دوں تمہیں دینی بات کا تو اس پر عمل کیا کرو اور اگر اپنی رائے (امرِ دنیا کے بارے میں) دوں تو بشر ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک حضور ﷺ بشر تھے

(۱۷) عن عائشة قالت رسول ﷺ يخف نعله ويخيط ثوبه و يعمل كما يعمل احدكم في بيته وقالت كان بشرا من البشر . (رواه الترمذي)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنی چپل کو خود درست فرمالیا کرتے تھے اپنے کپڑے خود سی لیتے اور اپنے گھر میں اسی طرح سب کام کاج کرلیا کرتے تھے جیسے تم سب لوگ کرلیا کرتے ہو، اور فرماتی تھیں کہ آپ ﷺ بھی بشر ہی تھے۔

میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں

(۱۸) عن ابی حازمؓ ان النبی ﷺ کلّم رجلا فارعد فقال له رسول الله ﷺ هو ن علیک فانی لست بملک انما انا ابن امراء ة من قریش کانت تاکل القدید. (رواه ابن الجوزی)

ترجمہ: ابوحازمؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ایک شخص سے کچھ بات کی تو وہ مارے خوف کے کانپنے لگا، آپؐ نے فرمایا میاں گھبراؤمت میں کوئی بادشاہ تونہیں میں تو ایک قریشی عورت کا لڑکا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت بھی کھالیا کرتی تھی۔

حضور ﷺ کو اپنی بشریت کا اعتراف تھا

(۱۹)عن ابی هریرهؓ قال رسول ﷺ انما انا بشر فایما رجل من المسلمین سببته اولعنته او جلد ته فاجعلها له زکاة ورحمة.(رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اے اللہ! میں بشر ہی ہوں سو جس شخص کو مسلمانوں میں سے میں نے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو یہ چیزیں اس شخص کے حق میں رحمت اور عافیت بنادے۔

اے لوگو! مَیں بشر ہوں

(۲۰)الا ایها الناس انما انا بشر یو شک ان یا تینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به. (رواه مسلم)

ترجمہ: خبردار اے لوگو! سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد (ملک الموت پیغام وفات لے کر) آجائے اور میں قبول کرلوں (یعنی میں وفات پاجاؤں) بلاشبہ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں، ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑ واور اس سے تمسک کرو۔

تردید علم غیب

پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے

(۲۱)عن عبد الله بن عمرؓ رسول الله ﷺ قال مفاتیع الغیب خمس لا یعلمها الا الله لا یعلم مافی غد الا الله ولا یعلم ما تغیض الا رحام الا الله ولا یعلم متٰی یاتی اعطر احد الا الله. ولا تدری نفس بای ارض تموت ولا یعلم متٰی تقوم الساعة الا الله. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور رسید دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مفاتیح الغیب''۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جن کو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے اور سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا کہ ارحام (بچہ دانیوں) میں کیا ہے (مثلاً نر ہے یا مادہ وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی؟ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی؟ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی؟

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ عالم الغیب نہیں تھے

(۲۲) ومن قال ان محمد ﷺ یعلم ما فی غد اعظم علی الله الفریة والله یقول قل لا یعلم من فی السموت والا رض الغیب الا الله. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کل کے واقعات کو جانتے ہیں تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہے کہ فرما دیجئے کہ آسمان اور زمین کی کوئی مخلوق غیب نہیں جانتی سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب سمجھنے والا جھوٹا ہے

(۲۳) ومن حد ثک انه یعلم الغیب فقد کذب وهو یقول لا یعلم الغیب الا الله. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو تجھے یہ بتائے کہ وہ غیب جانتے ہیں تو وہ شخص جھوٹا ہے کیونکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

جبرائیلؑ کا عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں

(۲۴) عن عائشةؓ قالت و اعد رسول الله ﷺ جبرائیل علیه السلام فی ساعة یاتیه فیها فجاءَ ت تلک الساعة ولم یاتهٖ و فی یدهٖ عصا فالقا ها من یدهٖ فقال ما یخلف الله وعدهٗ ولا رسله ثمّ التفت فاذا جرو اکلب تحت سریر فقال یا عائشة متٰی دخل هٰذا الکلب هٰهنا فقالت والله مادریت فامربهٖ فاخرج فجاء جبرائیل علیه السلام فقال رسول الله ﷺ واعد تنی فجلست لک فلم تاث فقال منعنی الکلب الّذی کان فی بیتک انّا لا ندخل بیتا فیه کلب ولا صورة. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک وقت آنے کا وعدہ کیا مگر اُس وقت مقررہ پر نہ آئے، آپؐ کے ہاتھ میں عصا تھا، آپؐ نے اُسے رکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قاصد وعدہ غلط تو نہیں کیا کرتے، آپؐ متوجہ ہوئے (کہ کوئی خاص بات نہ ہو) دیکھا تو چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! یہ کتا کب داخل ہوا تھا؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے تو اس کا علم نہیں ہے، پھر آپؐ نے اُسے نکالنے کا حکم دیا، سو کتا نکالا گیا، پھر جبریل علیہ السلام آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آپ وعدہ کر کے کیوں نہیں آئے حالانکہ میں آپ کا منتظر رہا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں اس کتے کی وجہ سے نہ آسکا جو آپؐ کے گھر میں تھا کیونکہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا جان

دار کی تصویر ہو۔

حضور ﷺ اپنے آپ کو عالم الغیب نہیں جانتے تھے

(۲۵) عن ابی هریرہؓ ان النبی ﷺ کان اذا اتی بطعام سال عنه فان قیل هدیة اکل منها و ان قیل صدقة لم یاکل منها. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی ﷺ کو کوئی کھانا پیش کرتا تو آپ ﷺ پوچھ لیا کرتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ، اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو تناول فرما لیتے تھے اور اگر کہا جاتا تھا کہ صدقہ ہے تو تناول نہیں فرماتے تھے۔

تردیدِ عقیدہ حاضرو ناظر

جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے

(۲۶) لما رجع النبی ﷺ من الخندق ووضع السلاح واغتسل اتاہ جبرائیل فقال وضعت السلاح واللہ ماوضعناہ اخرج الیھم فالیٰ این قال ھھنا واشار الیٰ بنی قریظۃ فخرج النبی ﷺ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: جب حضور ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبریلؑ حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے ہم فرشتوں نے تو ابھی تک نہیں اتارے، ادھران کی طرف چلئے آپ ﷺ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر چنانچہ آپ ﷺ لشکر کے ساتھ ادھر تشریف لے گئے۔

طرز استدلال: اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو جبریل امین آپ کو بنی قریظہ کی طرف تشریف لے جانے کو نہ کہتے کیونکہ آپ ﷺ تو (عقیدہ فاسد کے مطابق) پہلے سے وہاں موجود تھے، آپ ﷺ کا تشریف لے جانا اور جبریل امین کا عرض کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تھے اور نہ حضرت جبریلؑ کا آپ ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ تھا۔

صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے

(۲۷) فرای قبرا جدیدا فقال ماھذا قالو ھذہ مولاۃ بنی فلان فعر فھا رسول اللہ ﷺ. (نسائی)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ایک نئی قبر دیکھی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ یہ کس کی قبر ہے تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے ان کے بتلانے پر آپ ﷺ نے اس کو پہچان لیا۔

طرزِ استدلال: اگر آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو اس قبر کا آپ کو علم ہوتا اور صحابہ

کرامؓ سے سوال نہ فرماتے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اگر آپ ﷺ کو حاضر وناظر سمجھتے تو عرض کرتے کہ حضورؐ! آپ ہم سے کیوں سوال فرماتے ہیں آپؐ تو ہر قبر میں تشریف لے جاتے ہیں۔اور ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ چونکہ آپؐ کو ہر جگہ حاضر وناظر نہیں سمجھتے تھے اس لیے آپؐ کے سوال پر انہوں نے صاحبِ قبر کے بارے میں بتادیا۔

فائدہ: ایک حدیث میں ھذا الرجل کے لفظ سے بعض لوگوں کو آپ کے قبر میں حاضر ہونے پر شبہ ہوتا ہے لیکن کوئی صحیح حدیث اس پر موجود نہیں ہے اور سوال معہود فی الذہن ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مسجد نبوی کے خادم کی وفات کا آپ ﷺ کو علم نہ ہوا

(۲۸) عن ابی ھریرۃؓ ان رجلا اسود او امراۃ سوداء کان یقمّ المسجد فمات فسئل النبی ﷺ عنہ فقالو ا مات فقال افلا کنتم اذنتمو نی بہ دلو نی علیٰ قبرہ او قال قبر ھا فاتی قبرہ فصلی علیھا. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت آنحضرت ﷺ کے عہد میں مسجد نبوی کی صفائی اور خدمت کیا کرتا تھا، وہ رات کے وقت فوت ہوگیا صحابہ کرامؓ نے اس کو دفن کردیا اور آنحضرت ﷺ کو اطلاع نہ دی، کچھ عرصہ گذر گیا تو آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ شخص خادمِ مسجد کہاں ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا اس کا تو انتقال ہو چکا ہے اور ہم اسے دفن کر آئے ہیں، آپؐ نے فرمایا تم نے مجھے اس (مرد یا عورت) کے جنازہ کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ چلو مجھے اس کی قبر بتلاؤ، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس کی قبر بتلائی اور آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

طرزِ استدلال: اگر آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہوتے اور قبر میں آپ ﷺ موجود ہوتے تو آپ کو اس کی وفات کی خبر کیوں معلوم نہ ہوئی اور اس کی قبر کا پتہ صحابہ کرامؓ سے کیوں دریافت فرماتے ،اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہ ہی آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں اور نہ ہی آپؐ عالم ماکان وما یکون ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے ہار کا حضور ﷺ کو علم نہ ہو سکا!

(۲۹) عن عائشةؓ زوج النبیﷺ قالت خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی بعض اسفارہ حتی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی فا قام رسول اللہ ﷺ علیٰ التماسہ واقام الناس معہ(الخ) قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاذا لعقد تحتہ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر میں شریک تھے واپسی پر ایک جگہ میرا ہار گم ہو گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ ہار تلاش کرنے کے لیے رک گئے اور آنحضرت ﷺ کے جملہ صحابہ کرامؓ بھی اس کی تلاش میں مصروف ہو گئے مگر پوری توجہ مبذول کرنے کے بعد بھی وہ ہار نہ مل سکا (تھک ہار کر) جب کوچ کرنے کا اعلان کیا گیا اور اونٹ جس پر حضرت عائشہؓ سوار تھیں اس کو اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔

طرزِ استدلال: اگر آنحضرت ﷺ حاضر وناظر ہوتے تو آپ کو ہار تلاش کرنے کی ضرورت نہیں تھیں اور نہ صحابہ کرامؓ کو تلاش کرنا پڑتا کیونکہ آپ ﷺ خود ہی بتا دیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ہیں۔

حضرت علیؓ روٹھ کر چلے گئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو تلاش کرایا

(۳۰) عن سھل بن سعدؓ قال جاء رسول اللہ ﷺ بیت فاطمة فلم یجد علیا فی البیت،فقال این ابن عمک قالت کان بینی و بینہ شی فغاضبنی فخرج فلم یقل عندی فقال رسول اللہﷺ لا نسان انظر این ھو فجاء وقال یا رسول اللہ ھو فی المسجد راقد فجاء رسول اللہﷺ وھو مضطجع قد سقط ردائہ عن شقہ واصابہ تراب فجعل رسول اللہﷺ

يمسحه عنه و يقول قم ابا تراب قم ابا تراب. (رواه لبخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو گھر میں موجود نہ پایا، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تیرے چچا کا بیٹا (یعنی حضرت علیؓ) کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ میرے اوران کے درمیان کسی معاملہ میں بات بڑھ گئی تو وہ ناراض ہوکر چلے گئے ہیں اور میرے پاس آرام بھی نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہ واقعہ (حضرت فاطمہؓ سے) سن کر ایک آدمی کو حکم دیا کہ جا انہیں تلاش کر کہ وہ کہاں ہیں؟ تو اس نے آکر بتایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں اور چادران کے پہلو سے اتر چکی ہے اور مٹی لگی ہوئی ہے، حضور ﷺ انہیں تھپکی دیتے ہوئے فرمانے لگے اے مٹی والے اُٹھ، اے مٹی والے اُٹھ۔

طرزِ استدلال: آگر آپؐ حاضروناظر ہوتے تو حضرت فاطمہؓ سے کیوں پوچھتے کہ علیؓ کدھر گئے اور پھر دوسرے آدمی کو ان کی تلاش کے لیے کیوں بھیجتے، اور پھر خود کیوں تشریف لے جاتے گھر میں آکر حضرت فاطمہؓ سے پوچھنا اور دوسرے آدمی کو تلاش کے لے بھیجنا، یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپؐ ہر جگہ حاضروناظر نہیں ہیں۔

مسئلہ مختارِ کُل

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مختارِ کل نہیں ہے

(۳۱) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دعا احد کم فلا یقل اللھم اغفر لی ان شئت ارحمنی ان شئت ارزقنی ان شئت ولیعزم مسئلته انه یفعل مایشاء ولا مکرہ له.(رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم دعا مانگو تو یوں مت کہا کرو اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما اور تو چاہے تو مجھے روزی دے دے بلکہ خوب اصرار کے ساتھ کسی شرط وتردد کے بغیر دعا مانگا کرو کیونکہ اس پر زبردستی کرنے والا کوئی نہیں وہ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قیامت کے دن میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہونگا

(۳۲) عن ابی ہریرۃؓ لما نزلت وانذر عشیر تک الا قربین دعا النبی ﷺ قریشا فا جتمعو فعم وخص فقال یا بنی کعب بن لوی انقذو انفسکم من النار یا بنی مرۃ بن کعب انقذو انفسکم من النار یا بنی عبد شمش انقذو انفسکم من النار یا بنی عبد مناف انقذو انفسکم من النار یا بنی ھاشم انقذو اانفسکم من النار یا بنی عبد المطلب انقذواانفسکم من النار یا فاطمة انقذی نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللہ شیئا. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں ک جب آیت وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ

نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے قریش کو بلایا وہ جمع ہو گئے آپ ﷺ نے ان کے عام وخاص سب قبائل کو پکار پکار کر کہا اے کعب بن لوی کی اولاد، دوزخ کی آگ سے اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اے کعب بن مرہ کی اولاد! اپنی جانوں کی دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اے عبدالشمس کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اے عبدمناف کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ! اے عبدالمطلب کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنی جان کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔

طرز استدلال: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب آپ ﷺ اپنے خاندان کے مختار کل نہیں تھے تو تمام کائنات کے کیسے مختارِ کل ہو سکتے ہیں؟ مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس پر کسی کا زور نہیں۔

میں تمہاری مدد نہیں کرسکوں گا

(۳۳) عن ابی ہریرہؓ قال قام فینا رسول الله ﷺ ذات یوم فذکر الغلول فعظمه وعظم امره ثم قال لا الفین احد کم یجی یوم القمة علیٰ رقبته بعیر له رغاء یقول یا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احد کم یجئی یوم القیمة علٰی رقبته فرس له حمحمة فیقول یا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احد کم یجئی یوم القیمة علٰی رقبته شاة لها ثغاء یقول یا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احد کم یجئی یوم القیمة علٰی رقبته نفس لها صیاح فیقول یا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احد کم یجئی یوم القیمة علٰی رقبته رقاع تخفق فیقول یار سول الله ﷺ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک لا الفین احد کم یجئی یوم القیمة علٰی رقبته صامت یقول یا رسول الله اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد

ابلغتک. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لے کھڑے ہوئے اس میں آپ ﷺ نے خیانت کے معاملہ پر خاص طور سے زور دے کر فرمایا دیکھو میں ایسا نہ دیکھوں کہ قیامت کے دن تم میں کوئی شخص اسطرح آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ لدا ہوا بڑ بڑا رہا ہو اور وہ شخص مجھے آواز دے یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے تو میں اس کے جواب میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کرسکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا میں ہی سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر گھوڑا لدا ہوا ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے تو میں اس سے کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کرسکتا ہوں۔ میں تو تجھے دنیا ہی میں صاف صاف بتا چکا تھا، دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر بکری لدی ہوی ہو اور وہ بول رہی ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو کہ یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے تو میں کہہ دوں، آج بھلا میں تیری کیا مدد کرسکتا ہوں میں تو تجھ کو دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص قیامت کے دن آئے اور اس پر کوئی انسان بیٹھا چیخ رہا ہو اور یہ شخص پکار رہا ہو کہ یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے اور میں اس سے کہہ دوں کہ بھلا میں تیری آج کیا مدد کرسکتا ہوں۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر کپڑا لدا ہوا ہو اور وہ شخص پکارے کہ یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے تو میں کہہ دوں بھلا میں تیری آج کیا مدد کرسکتا ہوں، میں تو تجھ سے دنیا ہی میں صاف صاف کہہ چکا تھا۔ (بخاری و مسلم)

قلبی محبت میں مجھے اختیارِ کُلی حاصل نہیں ہے

(۳۴) اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تواخذنی فیما تملک ولا املک، قال الترمذی انما یعنی الحب والمودۃ. (ترمذی)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات میں برابری کرتے ہوئے یہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ جس ظاہری تقسیم کا میں مالک تھا میں اس کو ادا کر چکا اور جس چیز کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں (

یعنی حضرت عائشہؓ کی محبت) تو اس میں تو میرا مواخذہ نہ کرنا۔ (ترمذی)

حلال وحرام کا اختیار مجھے حاصل نہیں ہے

(۳۵)ایھا لناس انه لیس لی تحریم ماا حل الله لی ولکنها شجرة اکره ریحها. (مسلم شریف)

جب آنحضرت ﷺ نے لہسن (تھوم) کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا تو لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ شاید لہسن حرام ہو چکا ہے، آپ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔

ترجمہ: اے لوگوں ! جو چیز اللہ نے میرے لیے حلال کہ ہے مجھے اس کے حرام کرنے کا کیا حق ہے لیکن میں لہسن کو بو کو پسند نہیں کرتا۔

تردیدِ بدعت

بدعت ضلالت اور گمراہی ہوتی ہے

(۳٦)اما بعد ! فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الا مور محدثا تها وکل بدعة ضلا لة. (بخاری شریف)

ترجمہ: امابعد ! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ اور سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور وہ کام برے ہیں جو دین میں نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی۔

بدعت کرنے والا اور بدعتی کو پناہ دینے والا لعنتی ہے

(۳۷)قال قال رسول الله ﷺ المدینه حرم مابین عیر الیٰ ثور فمن احدث فیها حدثا اواٰوی محدثا فعلیه لعنة الله والملئکة و الناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل. (البخاری والمسلم)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ مقامِ عیر سے لے کر مقامِ ثور تک حرم

ہے سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، نہ تو اس کی فرض عبادت قبول کی جائے گی اور نہ ہی نفلی۔

بدعتی کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں ہوتی

(۳۸) قال رسول الله ﷺ لا يقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلاة ولاصدقة ولا حجتاولا عمرة ولا جهاداولا صرفا ولا عدلا يخرج من الا سلام كما تخرج الشعرة من العجين. (ابن ماجه)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز صدقہ قبول کرتا ہے نہ حج نہ عمرہ اور نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفلی۔ بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل آتا ہے۔

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سنت پر عمل کرنے سے نجات ہوگی

(۳۹) فانه من يعش منكم بعدى فسيرىٰ اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الرا شدين المهدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنوا جذوايا كم و محدثات الا مور فان كل محد ثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (ترمذى وابن ماجه)

ترجمہ: یعنی جو شخص میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت ہی زیادہ اختلافات دیکھے گا سو تم پر لازم ہے کہ تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں مضبوط پکڑ و اور اپنی ڈاڑھیوں اور کچلیوں سے محکم طور سے اس کو قابو میں رکھو اور تم دین میں نئی نئی چیزوں سے بچو کیونکہ دین میں نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بدعتی کی تعظیم کرنے والا اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے

(۴۰)قال رسول اللہ ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

سراجًا مُنیرًا

محمد ضیا القاسمی

مکتبہ قاسمیہ
غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ! یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا

(پ ۲۲ سورہ احزاب)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا چراغ۔

حضرات! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کی پانچ صفات اور آپ سے طرز خطاب کا سلیقہ بیان فرمایا ہے، یوں تو رحمتِ دو عالم کی تعریفوں سے قرآن بھرا پڑا ہے مگر، ان پانچ صفات میں تو سمندر کوزے میں بند کر دیا ہے۔

شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، اور سراج منیرا گر ہر ایک صفت پر سیر حاصل بحث اور تبصرہ کیا جائے تو اس سے مضمون طویل ہو جائے گا۔ اس لیے اختصار کے ساتھ تمام صفات کے متعلق کچھ نہ کچھ عرض کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر اعظم ﷺ کی اس آیت میں پانچ صفتیں بیان فرمائی ہیں پہلے ان سے خطاب کا طریقہ سکھلا دیا کہ دیکھو جب میرے پیغمبر ﷺ سے خطاب کرنا ہو تو ان کو نام لے کر خطاب نہ کرنا، بلکہ جس طرح میں ان سے خطاب کروں اسی طرح تم بھی خطاب کیا کرو میں نے سارے قرآن میں کہیں بھی آپ کا نام لے کر آپ کو خطاب نہیں کیا تمام انبیاءؑ کو خطاب نام لے کر کیا گیا ہے جیسے۔

یٰۤاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَ زَوۡجُکَ الۡجَنَّۃَ

اے آدم ٹھہر تو اور تیری بیوی جنت ہیں۔

آدمؑ کو خطاب فرمایا تو نام لیا گیا

۲:حضرت نوحؑ نے طوفان کے وقت جب بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے ہمارے ساتھ کشتی پر سوار ہوجا۔اس نے انکار کیا اور کہا کہ

سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ وَحَالَ بَیۡنَھُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ

اس نے کہا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچالوں گا۔فرمایا کہ نہیں بچا سکے گا۔اللہ کے فیصلے سے آج کے دن کوئی بھی مگر جس پر اس نے رحم کیا اور حائل ہوگئی ان کے درمیان موج اور ہوگیا وہ غرق ہونے والوں سے۔

حضرت نوحؑ نے جب بیٹے کو غرق ہوتے دیکھا تو دعا کی۔

رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَھۡلِیۡ وَاِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَاَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ

اے پروردگار یقیناً یہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے

۳:تو ارشاد ہوا۔

یَا نُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِکَ اے نوح یہ تیرے اہل سے نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ سے خطاب کیا تو نام لے کر ہی خطاب فرمایا گیا۔

۴:حضرت داوٗدؑ کو فرمایا گیا۔

یا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ

اے داوٗد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین کا خلیفہ بنایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت داوٗدؑ کو خطاب ان کے نام سے فرمایا گیا۔

۵:حضرت زکریاؑ نے جب اللہ تعالیٰ سے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تو جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ۣاسۡمُہٗ یَحۡیٰی

اے زکریا (علیہ السلام) ہم نے بشارت دی آپ کو بیٹے کی جس کا نام یحییٰ ہوگا۔

اس سے معلوم ہو کہ حضرت زکریاؑ کو بھی خطاب نام ہی سے کیا گیا

۶: حضرت یحیٰؑ کی باری آئی تو انہیں بھی نام لے کر خطاب فرمایا گیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

یٰیَحۡیٰی خُذِالۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ.

اے یحییٰ! اٹھالے کتاب زور سے۔ (سورۃ مریم پ۱۶ رکوع ۱)

۷: حضرت ابرہیمؑ نے جب بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قربانی کو قبول فرمالیا تو ارشاد فرمایا گیا کہ:

وَنَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰاِبۡرٰهِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّوۡ یَا. اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ

(پ ۲۳ والصفت رکوع ۳)

اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابرہیمؑ کو بھی نام لے کر خطاب کیا گیا۔

۸: حضرت موسیٰؑ کو ارشاد ہوتا ہے

وَمَا تِلۡکَ بِیَمِیۡنِکَ یٰمُوۡسٰی قَالَ هِیَ عَصَایَ (پ۱۶ سورۃ طٰهٰ رکوع ۱)

اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ بولا یہ میری لاٹھی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو بھی نام لے کر خطاب کیا گیا۔

۹: حضرت عیسیٰؑ کو خطاب فرمایا تو ارشاد ہوا۔

وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَ اَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَاُمِّیَ اِلٰهَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (پ۷ سورۃ مائدہ رکوع ۱۶)

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰؑ مریمؑ کے بیٹے تو نے کہا لوگوں سے ٹھہرالو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے۔

غرض عیسیٰؑ کو بھی خطاب نام لے کر کیا گیا۔

غرضیکہ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، داوٗدؑ، زکریاؑ، یحیٰؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ان تمام انبیاءؑ کو

نام لے کر خطاب کیا گیا۔ مگر جب سرکارِ دوعالم شفیع المذنبین، رحمتہ العالمین ﷺ کی باری آئی تو اللہ نے طرزِ خطاب ہی بدل دیا، نام لے کر خطاب کرنے کی بجائے کہیں ارشاد فرمایا۔

یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ کہیں ارشاد ہوا یَا اَیُّھَاالرَّسُوْلُ اور کسی مقام پر فرمایا

یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّل اور کہیں یٰٓاَیُّھَا الْمُدَثِّرُ اور یٰسین کے پیارے خطاب سے نوازا۔

مقام فکر

اس مقام پر سوچنا چاہیے کہ جب رحمت دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نام لے کر یعنی یا محمد کہہ کر خطاب نہیں فرماتے تو اس صدی کا جاہل اور گستاخ ملا کیونکر یا محمد ﷺ کہہ کر خطاب کر سکتا ہے۔

جو حضرات! ساں یا محمد کہنا اے۔ ایہناں بخدیاں سڑدیاں رہنا اے۔ اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں۔ وہ گستاخ رسول ﷺ ہیں انہیں رحمت دوعالم ﷺ سے محبت نہیں ہے بلکہ اس طرح وہ بھی بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

آپ ہی سوچیں کہ اگر ایک بیٹا اپنے والد کو نام لے کر آواز دے گا تو سب لوگ اسے بے ادب اور بدتمیز کہیں گے اور اگر وہی بیٹا ابا جی کہہ کر خطاب کرے گا تو لوگ اسے باادب اور سلیقہ شعار قرار دیں گے اسی طرح اگر ایک شاگرد استاد کو نام لے کر بلائے گا تو لوگ اسے بدتمیز کہیں گے اور اگر استاد جی کہہ کر خطاب کرے گا تو اسے باادب قرار دیا جائے گا۔

جیسے ایک بیٹا باپ کو نام لے کر آواز دے اور شاگرد استاد کو نام لے کر خطاب کرے تو وہ بے ادب قرار دیے جائیں گے اسی طرح اگر ایک امتی یا محمد کہہ کر سرکار دوعالم ﷺ کو آوازیں دے گا تو امتی کو بھی گستاخ اور بے ادب قرار دیا جائے گا۔ جو لوگ سرکار دوعالم ﷺ کو نام لے کر دور نزدیک سے آوازیں لگاتے ہیں شریعت مصطفوی میں ان کے متعلق قرآن مجید نے اس طرح فیصلہ فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

(پ ۲۶ سورۃ حجرات)

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔

جب حجرات سے باہر کھڑے ہو کر یا محمد ﷺ کہہ کر آوازیں لگانا درست نہیں ہے تو پاکستان اور دیگر مقامات سے اس طرح ندا کرنا کس طرح درست قرار دیا جائے گا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار.

حضرات! اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ کو نام لے کر خطاب نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ کی صفات بیان کرنے سے پہلے آپ کو یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ کے معزز خطاب سے نوازا۔

شاہداً کا مفہوم

ارشاد ہوا کے اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے اسی پہلی صفت میں جو لفظ شاہد بولا گیا ہے ۔اس کا معنی حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلویؒ نے ''بتانے والا'' کیا ہے جس کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ دلائل توحید بیان کرنے والے تھے اسی طرح شاہد کا مفہوم متعین ہو جانے سے کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اسی کی صحیح تفسیر وہ ہے جو بخاری شریف اور ترمذی شریف میں منقول ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو اکٹھا کرے گا اور تمام انبیاؑ کو بھی جمع کیا جائے گا تو کافروں پر اتمام حجت کے لیے انبیاؑء سے سوال کیا جائے۔ مثلاً حضرت نوحؑ سے سوال کیا جائے گا کہ آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی؟ آپ عرض کریں گے، ہاں میں نے ان کو تبلیغ کی تھی۔ اس کے بعد پھر حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ نوحؑ نے تبلیغ کی تھی؟ حضرت نوحؑ کی امت انکار کر دے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے فرمائیں گے کہ اے نوحؑ آپ کا کوئی گواہ ہے؟ حضرت نوحؑ عرض کریں گے کہ یا اللہ میری گواہ حضرت محمد ﷺ کی امت ہے اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو ہمارے زمانے میں موجود نہیں تھے۔ اس لیے گواہ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اس پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات یہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن کریم پڑھا ہے جس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت نوحؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے تبلیغ فرمائی تھی اور ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے بھی ہمیں اس طرح فرمایا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ

نے یہ فرمایا تھا کہ انہوں نے تبلیغ فرمائی ہے تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے سچ فرمایا ہے۔ جب امت محمدیہ گواہی دے چکی گی، تو پھر سرکارِ دوعالم ﷺ اپنی امت کی تصدیق فرمائیں گے اور آپ گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچ کہا ہے۔

(بخاری جلد۲ ترمذی جلد۲)

چنانچہ قرآن پاک میں اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

تا کہ تم تمام لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تمہارے اوپر گواہ ہو (پ۲ بقرہ)

اس تفسیر نبوی سے شاہداً کا صحیح مفہوم اور حقیقی معنی متعین ہو گیا۔ جس آیت کریمہ کی تفسیر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی، مگر کور باطن اس لفظ سے غلط استدلال کر کے عوام کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کے غلط استدلال اور گمراہ کن مغالطے کا بھی تجزیہ کر دیا جائے، تا کہ اہل سنت ان کے دام تزویر میں نہ آسکیں۔

شاہد سے غلط استدلال

جن حضرات کو قدرت نے قرآن وحدیث کے مفہوم سے نا آشنا رکھا وہ اس گلشن کی مہکتی ہوئی کلیوں کی خوشبو سونگھ ہی نہیں سکتے۔ شرک و بدعت کا ایسا نزلہ ہوا کہ ان کے تمام مشام بند ہو چکے ہیں ان کو تفسیر قرآنی سے بھلا کیا لگاؤ ہوسکتا ہے اور قرآن وسنت کی حقیقی لذت سے کس طرح بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ وہ جس طرح دین کی دور وادیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح اس لفظ شاہد کے معنی اور مفہوم سمجھنے میں بھی انہوں نے سخت ٹھوکر کھائی ہے چنانچہ وہ اس لفظ سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ جب حضور گواہ ثابت ہوئے تو گواہ کے لیے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے اور جب تک موقع پر موجود نہیں ہوں گے تب تک امت کے احوال معلوم نہیں ہوں گے۔ اس لیے لازمی طور پر گواہ کے لیے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہوا اور جب آپ امتی کے پاس موجود ہوئے تو اس سے آپ کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہوا۔

حضرات: ان علمی یتامیٰ سے پہلے تو یہ دریافت کریں کے سرکارِ دوعالم ﷺ کو حاضر وناظر ثابت

کرنے کے لیے آپ اس قدر ہاتھ پیر مارتے ہیں ۔آپ سیدھے اور صاف طریقے سے نبی اکرم ﷺ پر حاضر وناظر کا اطلاق قرآن مجید اور صحاح ستہ اور فقہا حنفیہ سے کیوں نہیں دکھا دیتے۔ اگر یہ لفظ حاضر وناظر کوئی شرعی اصطلاح ہے تو میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن مجید نے یا حضور سرکار دو عالم ﷺ نے یا خلفائے راشدین نے یا فقہائے حنفیہ نے کسی ایک مقام پر بھی رحمت دو عالم ﷺ کے لیے لفظ حاضر وناظر کا اطلاق کیا ہو تو لائیے چشم ما روشن دل ما شاد ھَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ.

مگر یقین مانیے قیامت برپا ہو جائے گی۔ستارے اپنے مقام سے ہٹ جائیں گے۔ یہ علمی یتامیٰ یہ اصطلاح کہیں سے بھی ثابت نہیں کر سکیں گے۔ چونکہ چنانچہ میں وقت ضائع کرتے رہیں گے جو خدا آپ کے لیے شاہداً لفظ بول سکتا ہے، وہ حاضر وناظر کا لفظ بھی تو قرآن مجید میں لا سکتا تھا۔

حضرات گرامی: یہ اصطلاح ایجاد بندہ ہے اسے شرعی عقیدہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔اگر گواہ کے لیے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے تو یہ ملاں جب التحیات کے آخر میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتے ہیں تو یہ بتلا سکتے ہیں کہ جس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا تو یہ حضرات وہاں موجود تھے؟ اگر یہ حضرات وہاں موجود نہیں تھے تو یہ گواہی کس طرح دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی علم کلام میں تو گواہ کے لیے موقعہ پر موجود ہونا ضروری ہے! جب تکبیر میں شہادت دیتے ہیں تو اس وقت کیا اسی معنی میں انکی شہادت ہوتی ہے ۔جنت و دوزخ، سدرۃ المنتہیٰ، آسمان دنیا کے علاوہ دوسرے آسمان کی گواہی دیتے وقت بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ دوزخ کا ملاحظہ تو کیا ہی ہوگا؟ سدرۃ المنتہیٰ کا مشاہدہ کیا ہے؟ اگر انہوں نے دیکھا ہے تو بتائیں اگر نہیں دیکھا تو ان کی موجودگی کی گواہی کیوں دیتے ہیں۔

یہ مفروضہ ان کا اپنا قائم کردہ ہے اسے حقیقت سے کوئی سا تعلق نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ایسی گواہیوں کا تذکرہ ہے جسے قرآن نے تسلیم کیا ہے۔مگر شاہد موقعہ پر موجود نہیں تھا۔مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے دامن چھڑایا اور دروازوں کی طرف دوڑے تو اللہ تعالیٰ نے دروازے کو کھول

دیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو عزیز مصر دوراز ے پر کھڑا تھا۔ زلیخا نے فوراً کہا۔

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءً اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّمِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (پ ۱۲ سورۃ یوسف)

بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی، مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب دردناک۔ یوسف بولا اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے کرتا اسکا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا اور اگر ہے کرتا اس کا پھٹا پیچھے سے تو جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے۔

جس بچہ نے یا کسی دوسرے فرد نے گواہی دی کیا وہ موقعہ پر موجود تھا؟ اگر نہیں تھا اور یقیناً نہیں تھا تو بتایئے تم اس گواہ کو سچا قرار دے کر یوسف علیہ السلام کی صداقت کے قائل ہوتے ہو یا اپنی منطق کے مطابق اس گواہ کی گواہی مسترد قرار دیتے ہو! اللہ تعالیٰ نے تو اس کی گواہی کو درست قرار دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی صحیح مانا اور عزیز مصر نے اس کو قبول کرلیا، مگر اس وقت فاحشہ عورتوں نے اس کو قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ یہی رٹ لگاتی رہی کہ **مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْم.** یہ تو بشر نہیں، بلکہ ایک فرشتہ ہے۔

بتایئے تم بھی ان عورتوں کے ساتھ ہو یا پیغمبر کی صداقت کو اس گواہی کی وجہ سے تسلیم کرتے ہو کہہ دو کہ اس گواہ کی تسلیم نہیں ہے، کیونکہ وہ موجود نہیں تھا؟ بولو نا اب تمہیں کوئی سانپ سونگھ گیا ہے؟ جس طرح بچہ بن دیکھے ایک پیغمبر کی صداقت کا گواہ ہوسکتا ہے اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ بھی امت کی گواہی دیں گے جس طرح اس معصوم بچے کی گواہی قابلِ قبول ہے اسی طرح اس معصوم پیغمبر اعظم ﷺ کی گواہی بھی قابل ہوگی یا تو سرکار دو عالم ﷺ کا کلمہ مت پڑھو یا آپکی گواہی کو بلا جرح کے قبول کرو۔ یہ کیا کہ کلمہ بھی آپ کا پڑھو اور جرح بھی آپ پر کرو۔ یاللعجب

حضرات! اب آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آگئی ہوگی کہ گواہ کے لیے موقعہ پر ہونا ضروری

نہیں ہے ورنہ دین کے سینکڑوں مسائل سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مبشراً کی توضیح

صفت شاہد کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صفت مبشراً بیان فرمائی ہے اس کے متعلق حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ آپ ایمانداروں کو جنت کی بشارت دینے کے لیے تشریف لائے ہیں۔قرآن وحدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ نے ایمان باللہ اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت دی ہے۔

نذیراً کی بشارت

جس طرح قرآن مجید نے آپ ﷺ کو مبشراً کی صفت سے نوازا ہے اسی طرح نذیراً کی صفت سے بھی معزز فرمایا ہے۔ نذیراً کے معنی ڈرانے والے کے ہیں۔ گویا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو جہاں انعامات خداوندی اور عنایات ربانی کی خوشخبری سناتے ہیں وہیں پر آپ ﷺ امت کو خداوند قدوس کے عذاب اور احتساب سے ڈرانے والے بھی ہیں چنانچہ قرآن وحدیث میں سینکڑوں ایسے واقعات ومثالیں موجود ہیں جن میں آپ نے امت کو خدائی عذاب سے ڈرا کر اعمال صالحہ کی ترغیب دی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرور کائنات ﷺ کی پیروی اور اتباع کامل کی توفیق عنایت فرمائے مفسرین کرام نے نذیراً سے مراد کفار کو عذاب خداوندی سے ڈرانے والا بھی مراد لیا ہے۔

داعی اِلی اللہ

مبشر ونذیر میں آپؐ کے دعی اِلی اللہ ہونے کی ابتدائی صفات کا تذکرہ کر کے اب آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کے اصل اور حقیقی کام کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کو اللہ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے

حضرات العلامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ (**وداعیا الی اللہ باذنہ**) **ای وداعیا للخلق الی عبادۃ ربھم** ۔یعنی آپ مخلوق کو ان کے ربّ کی طرف دعوت دینے

والے ہیں۔تفسیر ابن کثیر ص۴۹۷ ج۳

''عبادت ربّ'' کا مفہوم بہت وسیع ہے۔انسان اپنی زندگی کی تمام تر خواہشات کو جب تک اس مالک حقیقی کے احکامات سے مربوط نہیں کرے گا۔اس وقت تک ''عبادت ربّ'' کے حقیقی تقاضا کو پورا نہیں کر پائے گا۔جس قدر انبیاء علیہم السلام اس عالم میں تشریف لائے ہیں۔ان سب کی دعوت کا مرکزی نقطہ یہی عبادت ربّ ہی رہا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

(پ ۳ سورۃ ال عمران رکوع ۸)

کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر بناوے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر، لیکن یوں کہیے کہ تم اللہ والے بن جاؤ۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے ساتھیوں کو ارشاد فرمایا کہ

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(پ ۱۲ سورۃ یوسف رکوع ۵)

اے رفیقو! قید خانہ کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست؟

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(پ ۱ سورۃ بقرہ رکوع ۳)

اے لوگو! بندگی کرو اپنے ربّ کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ پرہیز گار بن جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کا کام اپنی عبادت کرانا یا اپنے سجدے کرانا یا اپنے آپ کو خدائی اختیارات کا مالک منوانا یا الوہی صفات کا حامل بتلانا نہیں ہوتا، بلکہ پیغمبر کا کام تو سب سے رشتہ توڑ کر ربّ سے جوڑنا مقصود ہوتا ہے۔خود اپنی زندگی کے متعلق پیغمبر سے اعلان کرایا گیا کہ

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ الانعام رکوع ۲۰)

تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لیے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

ان آیات بینات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی دعوت کا اصل مقصد دعوت اِلی اللہ ہوتا ہے۔ پیغمبر کسی مقام پر لوگوں کو اپنی پوجا کی دعوت نہیں دیتے اللہ تعالیٰ ہمیں انبیاء علیہم السلام کے مقصد حیات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سِراجاً منیراً

پانچویں صفت آپؐ کی ''سورج روشن کرنے والا'' بیان فرمائی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

قولہ وسراجا منیرا ای وامرک ظاهر فیما جئت به من الحق کا لشمس فی اشراقها واضاء تها لا یجحدها الا معاند. (تفسیر ابن کثیر، سورۃ احزاب)

سراج منیر کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر تمہارا معاملہ تمہاری لائی ہوئی شریعت کے بارہ میں ایسا نمایاں اور واضح ہے یعنی تم اپنے امر میں ایسے روشن اور کھلے ہوئے ہو جیسے سورج اپنی چمک میں نمایاں ہوتا ہے کہ معاند کے سوا کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو سورج کے ساتھ تشبیہ دے کر آپ ﷺ کی نبوت کا عمومی فیض بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح آسمانوں کے سورج کے بعد کسی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح اس آفتاب نبوت کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس طرح آپ کی ختم بنوت کا مسئلہ بھی بیان فرمادیا گیا۔

نکتہ

آفتاب کے طلوع وغروب کا ایک وقت مقررہ ہے اسی طرح اس کے چلنے کا بھی ایک راستہ

متعین ہے۔سورج اپنے وقت مقررہ پر طلوع ہوگا اور وقت مقررہ پر غروب ہو جائے گا۔سورج کو اپنی تمام حرکات و کیفیات میں منشائے خداوندی کے مطابق چلنا ہوگا وہ خود مختار نہیں ہوگا۔اسی طرح پیغمبر بھی اپنی زندگی میں خداوند قدوس کے احکامات کا پابند ہوگا جو پابند ہوگا وہ مختار نہیں ہوگا اور جو مختار ہوگا وہ کسی کا پابند نہیں ہوگا جس طرح سورج اپنی تمام کیفیات میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اسی طرح سرور کائنات ﷺ بھی اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں۔

نکتہ

جس طرح سورج طلوع ہونے سے قبل رات کی تاریکی ہوتی ہے آسمان پر تارے جھلملاتے ہیں اور چاند اپنی پوری تابانیوں سے کائنات کو منور کرتا ہے جوں جوں صبح صادق نمودار ہوتی ہے اور سورج طلوع ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے۔ستارے اور چاند اپنی روشنی سمیت غائب ہو جاتے ہیں۔اسی طرح آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کا وقت جوں جوں قریب ہوتا چلا گیا۔انبیا علیہم السلام اپنے اپنے وقت پر شمع نبوت فروزاں کر کے تشریف لے گئے۔آفتاب رسالت یوں ہی فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا۔اعلان کر دیا گیا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

نکتہ

جس طرح سورج کی آمد سے قبل صبح صادق طلوع ہوتی ہے اور وہ آفتاب کی آمد کا اعلان کرتی ہے اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کی نبوت کے آفتاب کے لیے صبح صادق کا کام حضرت عیسیٰؑ نے انجام دیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔تمہاری طرف تصدیق کنندہ ہوں سامنے کی تورات کا اور بشارت دہندہ ہوں اس رسول ﷺ کا جو میرے بعد

آئیں گے نام ان کا احمد ہے۔

جس طرح حضرت محمد ﷺ خاتم النبین ہیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر لے گیا۔ اسی طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کو معراج کرایا گیا مگر فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چرخ چہارم تک لے گیا، مگر نبی اکرم ﷺ کو سدرہ سے بھی آگے تک لے جایا گیا۔ جہاں نوریوں کے سردار حضرت جبرائیل کو بھی رسائی حاصل نہیں ہوسکی۔

نکتہ

جس طرح سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمانوں پر صبح صادق نمودار ہوتی ہے اسی طرح اس روحانی آفتاب کو طلوع ہونے سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور صبح صادق تشریف لائے اور جس طرح سورج غروب ہونے کے بعد آسمانوں پر شفق نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور شفق نمودار ہوں گے جو اس بات کی دلیل ہوگی کہ اب نظامِ کائنات ختم ہونے کو ہے کیونکہ سورج اپنا کام کر چکا ہے۔

حضرات! سراج منیر کو اگر وضاحت سے بیان کیا جائے تو یہ ایک مستقل تقریر بن جائے گی۔ جس کے لیے مزید وقت کی ضرورت ہوگی اس لے اختصار کے ساتھ اسے بیان کیا جا رہا ہے۔

نور یا نور گر

اس صفت منیر سے معلوم ہوا کہ آپؐ صرف خود ہی روشن نہیں بلکہ نبوت کی ضیاء اور ہدایت سے پورے عالم کو روشن کرنے والے ہیں۔ آپؐ نہیں آئے تھے تو ابو بکر ابن قحافہ تھے، مگر جب آپ ﷺ تشریف لائے اور ابو بکر نے آپ سے رشتہ جوڑا، ابو بکر صدیقؓ بن گئے، سراج منیر نے آپ کو نبوت کی روشنی سے صدیق بنا دیا۔ جب تک آپ ﷺ سے حضرت عمرؓ کا رشتہ نہیں جڑا تھا۔ اس وقت تک آپ عمر بن خطاب تھے، مگر جب آپ ﷺ سے تعلق قائم ہوا تو آپ فاروقِ اعظمؓ بن گئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین بن گئے اور علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب بن گئے۔ یہ سب اعزاز آپ ﷺ کے ساتھ تعلق جوڑنے سے نصیب ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

خود نہ تھے جو راہ پراوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

بعض کور باطن علماء دیوبند پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ پیغمبر اعظم حضور ﷺ کی نورانیت کونہیں مانتے۔ان بھلے مانسوں سے کوئی کہے کہ اگر تو نور سے مراد اللہ کا نور کا ٹکڑا ہے یا بشریت کی ضد کوئی چیز ہے تو یقیناً نور کا یہ مفہوم نہیں مانتے اور اگر نور سے مراد ہدایت ہے ۔نبوت کی روشنی اور ضیاء پاشیاں ہیں تو بگوش ہوش یہ سن لیں کہ اگر تمام کائنات کی روشنیوں کو جمع کر لیا جائے ،تو ہمارا مسلک ہے کہ یہ تمام روشنیاں اور رعنائیاں رخسار نبوت کی ایک نورانی جھلک کا مقابلہ نہیں کرسکتیں !تم پہلے نور کا مفہوم تو متعین کرو کہ تمہاری نور سے مراد ہے؟ تا کہ ہم اسی کے متعلق کچھ عرض کرسکیں۔

جیسے تم اپنے دیگر عقائد کی کوئی واضح اور متعین شکل نہیں بنا سکتے ۔اسی طرح تم نور کا صحیح مفہوم بھی نہیں بتا سکتے۔

..................فرمائیے..................

۱: آپکی نور سے کیا مراد ہے؟

۲: کیا آپ سرکارِ دوعالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا مانتے ہیں؟

۳: کیا آپ نور تخلیقی مانتے ہیں؟

۴: لفظ نور کے معنی کیا ہیں یہ کوئی پنجابی یا ہندی یا اردو لفظ تو نہیں ہے یہ تو عربی لفظ ہے۔اس کا معنی کیا ہے وضاحت کیجئے ؟

۵: کیا نور مراد لینے سے آپ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بشریت کے بھی قائل ہو یا نور سے بشریت کی نفی کرتے ہو؟

۶: قرآن مجید میں نور کا اطلاق کسی اور چیز کے لیے بھی ہوا ہے اگر ہوا ہے تو اس کو بیان کیجئے۔

۷: کیا نور اور بشر اور نار کی تخلیق ایک چیز سے ہوئی ہے یا ان تمام کی تخلیق کے الگ الگ مادے ہیں۔

۸: نور آپ ﷺ کی ذات ہے یا صفت؟

۹: کیا کوئی ایسا نور آپ بتا سکتے ہیں جس کی تخلیق جنس ملائکہ سے متعلق ہو اور اس کو تاج نبوت سے سرفراز کیا گیا ہو؟

۱۰: کیا قرآن مجید کی ایک آیت یا صحاح ستہ کی ایک حدیث یا فقہائے حنفیہؒ کا ایک قول بتا سکتے ہو جس میں نور کو بشریت کا مقابل یا ضد قرار دیا ہو؟ **تلک عشرة کاملة**

قیامت تک کوئی ملا اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔

حضرات: اس تمام بحث سے آپ کو روز روشن کی طرح آشکارا ہو گیا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچ صفات سے متصف فرما کر ایک عظیم شان محبوبیت اور مخلوق میں شان یکتائی عطا فرمائی ہے۔ دنیا کا کوئی ولی اور کوئی قطب، ابدال، غوث، مجدد اور کوئی نبی بھی آپ ﷺ کے درجہ اور مقام رفیع کو نہیں پہنچ سکتا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کیساتھ گذرے ہوئے لمحات کی داستان عقیدت

میرے شیخ القرآنؒ

مصنف

حضرت مولانا محمد ضیا القاسمی صاحب

ناشر: مکتبہ قاسمیہ، اے بلاک غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زمانہ طالب علمی میں جو اکابر میری عقیدتوں اور والہانہ محبتوں کا مرکز تھے ان میں فنافی التوحید حضرت مولانا محمد اسمعیل شہید (نور اللہ مرقدہ) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (نور اللہ مرقدہ) امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان (نور اللہ مرقدہ) سر فہرست ہیں۔ان اکابر پر اگر مختصر الفاظ میں کوئی تبصرہ ہوسکتا ہے اور الفاظ بہت کوشش کے باوجود اپنی گہرائیوں میں ڈوب کر ان کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں تو انہیں تاریخ کا شاہکار اور عظمتِ رفتہ کے عظیم روشن مینار قرار دیا جاسکتا ہے یہ شخصیتیں نابغہ روزگار اور عبقری حیثیت کی حامل تھیں۔ان کو فرد واحد بھی کہا جاسکتا ہے اور ایک انجمن اور ایک ادارہ بھی کہا جا سکتا ہے۔بعض شخصیات کو تاریخ جنم دیتی ہے۔لیکن ان شخصیتوں نے خود تاریخ کو جنم دیا ہے اور جریدہ عالم پر تاریخی نوادرات چھوڑ گئے ہیں جن سے تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہمیشہ دمکتا رہے گا

محبت خود بخود ہوتی ہے اس میں کسی تحریک یا ترغیب کو دخل نہیں ہوتا۔اہل اللہ اور مقربان خداوندی کی محبت کا تو مسئلہ ہی اور ہے اس میں ان کی مقناطیسی شخصیت اور من جانب اللہ محبت کے اسباب موجود ہوتے ہیں۔جس کی وجہ سے ان کی محبت دلوں میں خود بخود اتر جاتی ہے اور انسان غائبانہ طور پر ہی ان کے لیے اپنے قلب وجگر میں محبت کی چاشنی محسوس کرتا ہے حضرت شیخ القرآن (نور اللہ مرقدہ) سے میرا لگاؤ کچھ اسی طرح کا تھا۔ان کو دیکھا تک نہیں تھا اور ان سے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔مگر دل میں ان کے لیے بہت ہی اشتیاق تھا اور بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔طلباء میں جب کبھی ان کا ذکر چھڑتا تو میں بہت دلچسپی سے ان کے حالات سنتا اور ان کی توحید میں ڈوبی ہوئی تقریر کی لذت دل ہی دل میں محسوس کرتا۔اور اس بات کے لیے بہت ہی آرزو رکھتا

کہ اے کاش وقت بہت ہی قریب آ جائے کہ میں حضرت شیخ القرآنؒ کو قریب سے دیکھ سکوں اور ان کے جذبہ توحید سے ایمان کو حلاوت اور یقین کو جلا عطا کر سکوں۔

آرزو پوری ہوگئی

حضرت شیخ القرآن تشریف لا رہے ہیں! یہ تھی خوشخبری جو ایک طالب علم نے مجھے دی اور ساتھ ہی سوال کر دیا کہ کیا تم حضرت شیخ القرآن کی تقریر سننے کے لیے چلو گے! میرے دل کی کیفیت ہی بدل گئی اور دل کی دھڑکن تیز ہوگئی میں خوشی میں پھولا نہیں سما تا تھا۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میری تو انتہائی خواہش کی تکمیل کا وقت آیا میں کیسے نہیں چلوں گا۔ میں ضرور چلوں گا اور حضرت شیخ کے سامنے بیٹھ کر ان کی تقریر سنوں گا۔ میں تصورات میں ہی حضرت شیخ کا ایک سراپا تجویز کرتا اور پھر اس میں اپنے رنگ بھرتا رہا۔

چہرہ، قد، رنگ، آواز، انداز تقریر، سوز اور ولولہ توحید و رسالت پر نقشے خود ہی کھینچتا اور اپنی مرضی کے نقش و نگار ترتیب دیتا رہا اور اس خبر پر سب سے زیادہ اپنے ساتھیوں میں مجھے خوشی تھی کہ حضرت شیخ القرآن کی زیارت بھی ہوگی اور تقریر بھی سننے کا سنہری موقعہ مل گیا۔ لیکن اچانک میری تمام خوشی افسردگی میں تبدیل ہوگئی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ تقریر فیصل آباد نہیں ہوگی۔ بلکہ سمندری میں ہے۔ جو فیصل آباد سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میرے پاس سمندری جانے کے لیے کرایہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی ایسا ذریعہ تھا جس سے میں سمندری پہنچ سکتا۔ میرے فرط غم میں آنسو نکل آئے اور دل میں عجیب سی حسرت و یاس کی کیفیات نے پژمردہ کر دیا۔

اچانک خیال آیا کہ اپنے کسی ساتھی سے قرض لے لیا جائے اور آہستہ آہستہ اسے ادا کر دیا جائیگا۔ میں نے اپنے ساتھی سے دو روپے قرض لیا اور اس طرح میرا سمندری جانے کا پروگرام بن گیا۔ کچھ اور دوست بھی تیار ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ کل ظہر سے پہلے تقریر ہوگی۔ اس لیے ہم علی الصبح ہی اساتذہ سے رخصت لیکر سمندری روانہ ہو گئے۔

سمندری کمیٹی باغ میں حضرت شیخ القرآن کی تقریر کا اعلان تھا۔ اعلان کے مطابق ٹھیک وقت پر حضرت شیخ القرآن تشریف لے آئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا حضرت شیخ کو دیکھنے کا، لمبا قد، سرخ و

سفید چہرہ، بارعب شخصیت اور گرجدار آواز دردسوز، میں ڈوبی ہوئی تلاوت اور انداز بیان نرالا بھی اور اچھوتا بھی۔

توحید خداوندی پر بیان ہوا، سامعین اگر چہ کم تھے مگر لذت توحید میں سب گم ......اور توحید کی چاشنی میں سب مست......قرآن پڑھنے کا انداز اس قدر دلربا تھا کہ سننے والا اس کے کیف وسرور میں ڈوبا ہوا تھا۔ دو گھنٹے کے لگ بھگ توحید خداوندی کا بیان اور سرکار دو عالم ﷺ پر مسئلہ توحید کے بیان کے سلسلہ میں قریش مکہ کے مظالم کا تذکرہ تھا، سامعین پر ایک وجد کی کیفیت تھی، ان کے تاثرات تقریر کے بعد کیا تھے اس کو تو مجھے علم نہیں ہے مگر میرے دل پر یہ بات نقش ہوگئی کہ عقیدہ توحید دین کی اساس ہے اور اس کے بغیر ایمان کی دنیا ویران رہتی ہے۔ یہی مسئلہ توحید تھا جس کو بیان کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام سلسلہ وار آتے رہے اور آخر میں سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے مسئلہ توحید کو اس انداز سے بیان فرمایا کہ اس عقیدہ کو انبیاء علیہم السلام کی اور اپنی محنت کا مدار قرار دے دیا۔

جیسے آپ کا وجود گرامی رسالت کا جوہر تھا اسی طرح آپ کا بیان گرامی مسئلہ توحید کے جواہرات کا انمول خزانہ تھا۔

دل میں شیخ القرآن کی تقریر اُتر گئی، اور توحید و رسالت سے والہانہ محبت و شیفتگی کا ایک نقش اولین ثبت ہو گیا۔

شیخ کا دیوانہ بن گیا

حضرت شیخ القرآن کی تقریر سے میرے فطری جذبات کو جلا ملی۔ اور میرے جذبات میں توحید وسنت کا ایک طوفان بپا ہو گیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ جب بھی فرصت ملتی حضرت شیخ کے انداز میں انہی کی طرز پر طلباء میں بیٹھ کر تقریر کرتا اور تمام رفقا اس سے محظوظ بھی ہوتے اور خوش بھی ہوتے۔ یہ زمانہ میری ابتدائی تعلیم کا تھا۔ صرف نحو کا طالب علم تھا، اساتذہ کی سخت نگرانی کی وجہ سے صرف ونحو میں بھی خاصا محنتی تھا، اور کتاب الصرف اور نحو میر مجھے حرف بحرف زبانی یاد تھیں۔ بہت کم ہوا ہوگا کہ اساتذہ نے سبق نہ یاد ہونے کی وجہ سے سزا دی ہو۔ لیکن اسباق کے ساتھ ساتھ توحید کی تقریر

میرے شب و روز کا حصہ بن چکی تھی اور اسے والہانہ انداز میں دہراتا رہتا تھا، جس کی وجہ سے میرے دل میں عقیدہ توحید و رسالت سے محبت وعقیدت رچ بس گئی۔ یوں بھی فیصل آباد میں کچھ بدعت فروش عیاروں نے شرک و بدعت کی سنڈ اس سے فضا کو مسموم کر دیا تھا۔ اس لیے ردِ عمل کے طور پر بھی اس عقیدۃ کو استحکام ملا۔ یوں شیخ القرآن میرے آئیڈیل اور میری محبوب شخصیت بن گئے۔ اس تقریر کے بعد مجھے ہمیشہ آرزو رہتی کہ حضرت شیخ فیصل آباد کے قرب وجوار میں ت تشریف لائیں تو میں پھر اپنے ایمان وایقان کو قرآن وسنت کی غذا سے سکون اور راحت بخشوں۔ مگر اس قدر جلدی میری آرزو پوری نہ ہوسکی۔

حضرت شیخ فیصل آباد میں

اچانک شہر میں دیواروں پر اشتہارات دیکھنے میں آئے کہ مدرسہ اشرف المدارس کا سالانہ اجلاس ہوگا۔ جس میں دوسرے اکابر کے علاوہ حضرت شیخ القرآن اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری بھی تشریف لائیں گے۔ میرے لیے یہ اشتہارات عید کی سی مسرتیں لائے۔ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اسم گرامی اور بھی اشتیاق کا باعث بنا...... کیونکہ حضرت شاہ صاحب کا نام بھی طلباء کی مجلسوں کا محبوب اور پسندیدہ نام ہوا کرتا تھا، جلسہ کی تاریخوں کا بہت بے چینی سے انتظار ہونے لگا، خدا خدا کر کے وہ دن بھی آ پہنچا۔ جب فیصل آباد کے گلی کوچوں میں رات کو دھوبی گھاٹ گراؤنڈ میں حضرت شیخ القرآنؒ اور حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا اعلان ہو رہا تھا۔ رات کو دھوبی گھاٹ گراؤنڈ میں تقریباً پچاس ہزار انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا اجتماع تھا جس میں ان دونوں حضرات نے بیان کرنا تھا۔

فیصل آباد کی فضا میں اہل بدعت کے ہاں ان حضرات کی تقریروں کے اعلان سے خاصا ہیجان تھا، اور ہر طرف اضطراب اور طوفان کی لہریں تھیں۔ غالباً کئی مساجد سے اعلان ہوئے کہ ان کی تقریروں میں سنیوں کو شریک نہیں ہونا چاہیے اسطرح کے اعلانات سے موافق ومخالف کا آنا اور بھی جلسہ کی رونق کا باعث ہوا، عشاء کے بعد جلسے کا آغاز ہوا، مولانا عبدالرحمٰن صاحب ان دنوں

اشرف المدارس کے مہتمم تھے اور ان کا فیصل آباد میں طوطی بولتا تھا طلباء اور شہر کے نوجوان مولانا عبدالرحمٰن صاحب کی عقیدہ توحید کے بیان اور اہل بدعت کے خلاف یلغار کی وجہ سے ان پر دیوانہ وار فریفتہ تھے میں بھی ان کے رضا کاروں میں تھا اور دینی مدارس کے طلباء ہمیشہ ہی اہل حق کے لیے ہراول دستے کا کام دیتے ہیں۔ رات کے جلسہ میں سینکڑوں شہریوں اور طلباء کے ساتھ مجھے بھی اس جلسے میں رضا کارانہ خدمات سرانجام دینے کا سنہری موقعہ ملا۔

اس طرح تقریر سننے کا بھی زرین موقعہ ملا، اور دین کے رضا کاروں میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ ضروری کاروائی کے بعد مائیک پر حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو تقریر کی دعوت دی گئی۔ ایک حسین وجمیل چہرہ اور پروقار خوبصورت شخصیت سٹیج پر نمودار ہوئی۔ گلے میں قرآن مجید اور کندھے پر بندوق سر پر ایک خوبصورت سبز ٹوپی نے تو شاہ صاحب کو اور بھی نکھار دیا۔ آپ کے پرشکوہ اور باوقار چہرہ کے دیکھتے ہی مجمع پر ایک سناٹا چھا گیا، شاہ صاحب نے بہت ہی درد وسوز سے خطبہ مسنونہ اور قرآن پاک کی خوش الحانی سے تلاوت فرما کر اس کا ترجمہ کیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ تقریر کا آغاز فرمایا۔ موضوع تھا دین صحیح کیا ہے جوں جوں وقت گزرتا گیا شاہ صاحب کی تقریر مجمع پر جادو کرتی گئی۔ دلائل، اندازِ بیان اور پرسوز تلاوت اور قرآنی حقائق و معارف کی بارش سے مجمع پر ایک جادو کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تقریر کیا تھی ایک خطابت و بلاغت کا دریا تھا جو بہتا چلا جارہا تھا۔

یوں معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کے موتی ہیں جو شاہ صاحب کی جھولی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی پرکیف عالم میں مجمع میں سید عطا اللہ شاہ بخاری کا نعرہ بلند ہوتا ہے دیکھا تو دنیائے خطابت کے تاجدار سید عطا اللہ شاہ صاحب بخاری سٹیج پر تشریف لے آئے ہیں۔ مجمع کی حالت دیکھنے کی تھی۔ حضرت امیر شریعت (نور اللہ مرقدہ) نے آتے ہی مجمع کو اشارہ سے خاموش رہنے کا اشارہ فرما کر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کے سامنے چوکڑی مار کر بیٹھ گئے اور شاہ صاحب سے فرمایا...... بیان جاری رکھیے۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا بیان جوبن پر تھا۔ حضرت امیر شریعت داد

تحسین کے ڈونگرے برسا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضرت امیر شریعت کی روح بول رہی ہے عجیب سماں تھا یہ پہلا موقعہ تھا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کو میں نے سنا۔ سچی بات ہے اس تقریر سے شاہ جی کی شخصیت میرے دل میں اتر گئی۔ اور ان کی خطابت اور سلاست بیان کا میں فریفتہ ہو گیا۔ حضرت شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ اس جلسہ میں تشریف لائے ان کی تقریر تو ہمارے دل کی گہرائیوں کی ترجمان تھی۔ اس طرح شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کو دوبارہ فیصل آباد میں سننے کا اتفاق ہوا حضرت شیخ نے جس انداز سے مسئلہ توحید اور قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح کی، مجمع پھڑک اٹھا شیخ کی خطابت میں بلا کی کاٹ تھی۔ جوش تھا طوفان تھا۔ اور قرآنی آیات کا اس والہانہ انداز میں بیان ہوتا تھا کہ مجمع توحید وسنت کا شیدائی بن کر اٹھتا تھا اور شرک وبدعت سے بے زاری اس طرح قلوب میں راسخ ہو جاتی تھی جس طرح قرآن وسنت کا اپنے سننے والوں سے تقاضا ہے۔ حضرت شیخ القرآن کا درس قرآن تقریر سے بھی زیادہ پر مغز اور ایمان افروز ہوتا تھا۔ اس لیے شیخ القرآن اور درس قرآن دونوں ایک نام ہو کر رہ گئے تھے جو لوگ تقریر میں ہوتے تھے ان کی پیاس ابھی باقی ہوتی تھی۔ اس لیے وہ رات بھی جاگتے رہتے تاکہ صبح کا درسِ قرآن ان سے رہ نہ جائے۔ پھر شیخ القرآن اسی طرح تازہ دم ہو کر درس قرآن دیتے اور اس طرح لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کو قرآن کا درد آشنا بنا گئے۔ فیصل آباد کی ان تقریروں سے میرے عقائد اور خیالات میں اور بھی پختگی پیدا ہو گئی اور دل میں شرک وبدعت سے نہایت ہی نفرت اور حقارت پیدا ہو گئی مگر طالب علمی کا دور تھا اس لیے مستقبل کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ اور ویسے بھی بچپن تھا، اس لیے میرے تحت الشعور میں جو نقشہ بنا وہ یہی تھا کہ توحید وسنت کی تبلیغ اور شرک وبدعت کا استحصال ہر مومن کی زندگی کا منشور اور دستور حیات ہونا چاہیے۔ طلباء میں جب بھی مذاکرہ ہوتا میرا ووٹ ہمیشہ ان طلباء کے ساتھ ہوتا تھا جو توحید وسنت کے احیاء اور شرک وبدعت کے استیصال کے حامی ہوا کرتے تھے! حضرت شیخ القرآن سے وابستگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی۔ مگر بالمشافہ روبرو کبھی ملاقات اور بات چیت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ اس لیے ہمیشہ اس بات کی آرزو رہی کہ کہیں بالمشافہ حضرت شیخ القرآن سے اپنی محبت وعقیدت کے اظہار کا شرف حاصل ہو۔ اس آرزو میں

عرصہ بیت گیا۔اور میں ایک سال کے لیے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخل ہوگیا۔ساہیوال میں حاجی فیروز دین مرحوم ہوا کرتے تھے۔وہ حضرت شیخ القرآن کے شیدائیوں میں شامل تھے۔شہر کے مشہور تاجر تھے اور مسئلہ توحید کے ساتھ انہیں عشق تھا اور اسی وجہ سے حضرت شیخ القرآن کو وہ دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے انہیں جب بھی شوق اٹھتا وہ اپنی کار پر حضرت شیخ القرآن اور شاہ صاحب کو ساہیوال لے آتے اور غلہ منڈی کی مسجد میں ان حضرات کا بیان کراتے طلباء اور شہری سب شوق سے ان حضرات کا بیان سننے کے لیے کشاں کشاں آتے۔ان دنوں میں نے غنیمت جانا کہ چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر حضرت شیخ القرآن کے ہاں حاضری دی جائے اور اس طرح بالمشافہ گفتگو اور نیاز مندی کے اظہار کا موقع مل گیا۔اس کے بعد دورہ حدیث تک بارہا حضرت شیخ القرآن کی خدمت میں حاضری اور بیانات سننے کا موقعہ ملتا رہا۔اور باہمی تعارف اور نیاز مندی میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا اور حضرت شیخ القرآن (قدس سرہ) کی شفقتوں اور علمی مجالس سے بہرہ ور ہوتا رہا۔

دورہ حدیث میں دلچسپ عنایات

دورہ حدیث میں نے قاسم العلوم ملتان میں کیا ہے۔قاسم العلوم کے شیخ الحدیث محدثِ اعظم حضرت العلام مولانا عبدالخالق صاحب (قدس سرہ) تھے حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب، بخاری وقت امام المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری (قدس سرہ) کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔آپ کا درس حدیث طلباء اور علماء میں مقبول عام تھا۔ہم انہیں دیکھ کر اور سن کر حیران تھے کہ جب حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نور اللہ مرقدہ کے علوم کا یہ حال ہے تو حضرت محدثِ العلام مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کا کیا حال ہوگا۔سچی بات ہے۔ان سے حدیث پڑھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اب کسی دوسرے شیخ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔اللہ اللہ کیا علم تھا اور کیا درایت اور علوم قرآن وحدیث پر نظر تھی۔نادر روزگار تھے ان کا وجود عبقری تھا۔

حضرت شیخ الحدیث (نور اللہ مرقدہ) کو کسی نے بتادیا کہ (راقم الحروف) حضرت شیخ القرآن سے متاثر ہے بس پھر کیا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث کسی نا کسی موقعہ پر غلام خانی ہونے کا جملہ چست

کر جاتے اور بہت سے مسائل میں وقتاً فوقتاً چٹکیاں لیتے رہتے۔ اور میں بھی دبے لفظوں سے کوئی شوشہ چھوڑ دیتا۔ بس پھر آدھ گھنٹہ اسی پر لگ جاتا اور ہم اس بہانے اس سمندر سے علم وعرفان کے موتی لوٹتے رہتے۔

میں حضرت شیخ القرآن کا دفاع کرتا اور حضرت شیخ الحدیث انہیں اہل بدعت کے مقابلے میں متشدد قرار دیتے اس پر خوب خوب علمی لطائف سے ہم لوگ محظوظ ہوتے۔ سچی بات ہے ان اکابر کا اختلاف بھی احترام اور اخلاص کے دائرے میں رہتا تھا۔ مجال ہے کبھی نام لیتے ہوئے اختلاف کرتے ہوئے ذرا سا احتمال بھی استحقار کا نکلتا ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ان کی شفقتوں اور عنایات نے ہی مجھے اس قابل کیا ہے کہ گلشن توحید ورسالت کی چوکیداری کرسکوں۔

جب علمی مسائل میں کافی سنجیدہ فضا ہو جاتی تو میں کبھی کبھار حضرت شیخ القرآن کا نام لے کر کوئی بات کر دیتا۔ چند منٹوں کے لیے مجلس پھر کشت زعفران بن جاتی۔

اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے تھے جنہوں نے اخلاص اور تقوے سے بہت سے ویران کھلیانوں کو آباد کیا ہے۔

شیخ القرآن پر قاتلانہ حملہ

جوں جوں وقت گزرتا گیا حضرت شیخ القرآن سے لگاؤ اور تعلق میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ میں فیصل آباد میں ایک چھوٹی سی مسجد میں خطیب تھا۔ ابھی دورہ حدیث سے فارغ ہی ہوا تھا کہ دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ القرآن کی تقریر اپنی مسجد میں کراؤں۔ اسی جذبہ اور خواہش کے پیشِ نظر حضرت شیخ القرآن سے وقت لیا۔

آپ نے بہت ہی شفقت فرمائی اور مجھے فیصل آباد کے لیے وقت عنایت فرمایا یہ پہلا موقعہ تھا کہ جس شخصیت کو میں دل وجان سے چاہتا تھا اور جن کا مشن میری زندگی کا مرکز ومحور تھا آج انہیں دعوت دے کر اپنے ہاں بلا رہا تھا میں ابھی دورہ حدیث سے فارغ ہی ہوا تھا۔ اور میری عمر بھی کوئی

۱۹یا۲۰ برس کے لگ بھگ تھی جب میں ایک مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ حضرت شیخ القرآن کی آمد آمد تھی مبتدعین کے دم گھٹ رہے تھے۔ انہوں نے تھانے میں درخواستیں اور مجھے دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ جس سے مجھے بے حد صدمہ ہوا کہ صرف اس جرم میں مجھے دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ بار بار تھانے میں بلوایا جارہا ہے کہ میں نے ایک توحید وسنت کے شیدائی اور شرک و بدعت کو بیخ وبن سے اکھاڑنے والے عالم حقانی کو عوت دی ہے۔ ان دھمکیوں اور تھانے کی پیشیوؤں سے میرے حوصلہ کو بلندی اور فکر کو پختگی ملی۔ بجائے دل برداشتہ ہونے کے میرا حوصلہ اور بھی بلند ہو گیا۔ اور میں نے ہر صورت میں حضرت شیخ القرآن کی تقریر کرانے کا عزم اور بھی پختہ کر لیا۔ عین اس دن جب حضرت شیخ القرآن کو فیصل آباد تشریف لانا تھا۔ حضرت شیخ القرآن پر ایک شقی، بد باطن بدعتی نے قاتلانہ حملہ کر دیا۔ اس مشرک کا یہ وار اگر چہ مکمل کام تو نہ کر سکا۔ مگر پھر بھی حضرت شیخ القرآن شدید زخمی ہو گئے، ناک اور گلے پر استرے کا ایک گہرا زخم ہو گیا۔ مقامی جماعت نے فوراً ہسپتال پہنچایا۔ اور ڈاکٹروں نے نہایت محنت سے زخموں پر قابو پا لیا۔ اس طرح توحید وسنت کا یہ مخلص مبلغ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے زندہ سلامت بچ گیا۔ اور مشرکین کے تمام ارادے اور منصوبے خاک میں مل گئے۔ حضرت شیخ القرآن پر حملہ کی خبر اخبارات میں اسی روز چھپ گئی تھی اس لیے جلسہ کا پروگرام تو نہ ہو سکا۔ مگر حضرت شیخ القرآن سے محبت وعقیدت دو چند ہو گئی بہت کم شخصیات ہیں جن کو اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اس طرح موت وحیات کے مراحل سے گزرنا پڑا۔ ہماری تاریخ ماضی کے کچھ واقعات دہراتی ہے جن سے ایسی عظیم شخصیتوں کا سراغ ملتا ہے جنہوں نے جان کی بازی لگا کر دین کی شمع کو روشن کیے رکھا۔ اور اللہ کے راستے میں خون دیکر وفا کی قندیلیں روشن کیں امام اعظم امام حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ مجدد الف ثانیؒ اور بے شمار ہستیوں کے خون کے قطرات توحید وسنت کے گلشن کی ہریالی اور تزئین کے کام آئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کنداں عاشقان پاک طینت را

یہ حملے ہوتے ہیں

بدقسمتی سے ملک کی اکثریت کتاب وسنت کی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔اور بہت کم لوگ ہیں جنہیں دین کے اصول وفروع سے واقفیت ہے۔ چند ضمیر فروش اور نام نہاد جاہل علماء کی مسند پر بیٹھ گئے انہوں نے اپنی دکان چمکانے اور حصول زر کے لیے دین کی روح کو بدل ڈالا اور اپنی طرف سے چند ایسے مسائل وضع کر لیے جو آسان بھی تھے۔اور جاہل عوام میں قبولیت کے لیے چنداں محنت کی ضرروت نہ تھی۔صرف چند رسوم پر عمل کرنے کا نام اسلام رکھ لیا اور ان رسوم اور بدعات کے خلاف جہاد کرنے والے کو وہابی اور گستاخ کا فتویٰ دے دیا۔کسی مسلمان کے سامنے کہہ دیا جائے کہ فلاں گستاخِ رسول ہے اس شخص کی موت کے لیے اس قدر الزام ہی کافی ہے۔ محبت رسول ہر مسلمان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکی ہے چونکہ علمائے دیوبند اور حضرت شیخ القرآن دین ربانی کے داعی ہیں۔اور اہل بدعت اس دین ربانی سے گریز پا ہیں اس لیے اپنے فاسد عقائد پر جب ضرب کاری لگانے والے عالم کو دیکھتے ہیں تو اس کا سامنا کرنے کی بجائے اس کی جان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔اس طرح حیلے بہانوں سے سادہ لوح مسلمان کو مشتعل کر کے اپنے لیے راستہ صاف کراتے ہیں۔کہ اہل حق کا وجود ان کی من مرضی کارروائیوں کے لیے سدِ راہ نہ ثابت ہو۔اسی لیے اہل بدعت اور اہل باطل جب بھی موقعہ پاتے ہیں تو اہل حق کو قتل اور جان سے مار دینے کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں۔انبیائے سابقین کو مشرکین نے اپنے فاسد عقائد کو باقی رکھنے کے لیے قتل کیا،مگر اس گھناؤنے کردار اور قتل جیسے بھیانک منصوبوں کے باوجود اہل حق کے قافلے آگے بڑھتے رہے اور دنیا کی کوئی قوت ان کا راستہ نہ روک سکی۔

ہندوستان میں اس فتنہ اور غنڈا گردی کو فروغ چند رضا خانی مولویوں کی وجہ سے ہوا۔جن کا رات دن کا وظیفہ ہی یہی ہے کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند گستاخِ رسول ہیں (معاذ اللہ) ان کا کوئی وعظ،کوئی میلاد،کوئی عرس اس فتویٰ سے خالی نہیں ہوتا۔ان کی محنت کا صرف اور صرف یہی نکتہ ہے اور اسی جہاد میں ان کی عمریں کھپ گئی ہیں کہ علمائے دیوبند کو رسوا کیا جائے۔

حالانکہ برصغیر میں جو خدمت اسلام اور دین کی علمائے دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر چراغ رخ

زیبا لے کر تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔ علمائے دیوبند نے برصغیر میں جان کی بازی لگا کر خدا اور اس کے محبوب حضرت محمد رسول ﷺ کے گلشن کی خون دل سے آبیاری کی ہے علم تفسیر ہو یا علم حدیث، علم فقہ ہو یا علم سیرت۔ اسلامی اخلاق ہو یا علم تصوف ہر میدان میں سکے جمائے ہیں۔ الحمد اللہ کوئی باطل فتنہ ایسا نہیں ہے جس کی سرکوبی کے لیے علمائے دیوبند نے کارہائے نمایاں سرانجام نہ دیتے ہوں۔

انگریز کے خلاف جہاد اور مسیلمہ پنجاب قادیانی دجال کی جھوٹی نبوت کے خلاف علم بلند کر کے جیل کی تنگ وتار کوٹھڑیوں کو علمائے دیوبند ہی نے آباد کیا۔ کوئی فتنہ ایسا نہیں ہے جس کے خلاف علمائے دیوبند نے جہاد نہ کیا ہو اہل بدعت اسی حسد اور عناد میں جل بھن گئے کہ ہائے علمائے دیوبند اسلام کا ہراول دستہ کیوں ہیں۔ اسی حسد اور بغض کی وجہ سے ہمیشہ سازشوں میں مصروف رہے اور علمائے دیوبند کے خلاف الزام تراشیوں اور دشنام طرازیوں کا تانا بانا بنتے چلے گئے اور جب بھی موقع ملا جھوٹے پروپیگنڈے اور جھوٹے دجل سے علمائے دیوبند کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ اس مکروہ پروپیگنڈے میں تمام باطل طاقتیں رضا خانی مولویوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ مرزائی، تبرائی رضائی ایک متحدہ پلیٹ فارم قائم کر کے علمائے حق پر گولہ باری کرتے ہیں۔ ابھی ماضی قریب کی بات ہے کہ لاہور میں ایک رضا خانی راہب نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ بادشاہی مسجد میں دیوبندی خطیب نے یارسول اللہ مردہ باد کہا ہے۔

استغفر اللہ، معاذ اللہ............بس پھر کیا تھا قادیانیوں نے بھی اس لاہوری راہب کا ساتھ دیا اور تبرائی بھلا کیوں پیچھے رہتے انہوں نے بھی جی بھر کر علمائے حقانی کو گالیاں دیں یہ کسی کو بھی سوچنے کا موقعہ نہ دیا کہ ابھی حال ہی میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی ختم نبوت کے لیے قربانیاں دینے والے علمائے دیوبند ہی تھے اور کفن سر پر باندھ کر مسیلمہ پنجاب کی جھوٹی نبوت کو بیخ وبن سے اکھاڑنے والے علمائے دیوبند ہی تھے۔ بھلا جو علمائے حق سرکارِ دو عالم ﷺ کی عزت وناموس پر کٹ مرنا عین ایمان سمجھتے ہوں وہ یارسول اللہ مردہ باد معاذ اللہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ یہ تمام کاروائی ایک لاہوری راہب نے صرف اس لیے وضع کی تاکہ خطیب شاہی مسجد کو قتل کرایا جائے۔

لیکن مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین

جھوٹی منصوبہ بندی، من گھڑت افسانے اور جھوٹے الزامات ہی ان بدعت فروش راہبوں کا ہتھکنڈہ اور ہتھیار ہیں جن سے کام لے کر علمائے ربانی کو قتل کرانے کے منصوبے بناتے ہیں۔ علمائے دیو بند رسول اللہ ﷺ کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں سرور کائنات ﷺ کی ذاتی گرامی کو اپنے ایمان کی جان اور زندگی کا سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ وراثت اور دین کی خدمت انہی کو عطا ہوئی ہے جس پر ہم جس قدر شکر کریں کم ہے۔

اسی طرح کوشوشہ چھوڑ کر پشاور کے راہبوں نے حضرت شیخ القرآن پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت شیخ القرآن سلامت رہے اور دشمن ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار ہو گیا۔

زمانہ طالب علمی کے بعد

قاسم العلوم ملتان سے فراغت کے بعد میں نے فیصل آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ فیصل آباد میں توحید وسنت کے احیاء اور فتنہ بدعت کے استیصال کے لیے شب و روز جد و جہد کا آغاز کر دیا اس سلسلہ میں مجھے بھی بارہا قید و بند اور قاتلانہ حملوں کی تکلیف دہ وادیوں سے گزرنا پڑا۔ مصائب اور آلام نے مجھے اور بھی پختہ کر دیا۔ اور اس دور مصائب اور آلام کی وجہ سے حضرت شیخ القرآن سے ذاتی مراسم کا دور شروع ہو گیا فیصل آباد میں جامعہ قاسمیہ کے سالانہ اجتماعات میں حضرت شیخ القرآن کو مدعو کیا جانے لگا۔ اور حضرت شیخ القرآن کی تقریروں سے توحید وسنت کے شیدائیوں کی ایک خاصی جمعیت تیار ہو گئی جو اس علم کو لے کر آگے بڑھنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتی۔ اور حضرت شیخ بھی ایسے غیور نوجوانوں پر بے پناہ شفقت فرماتے تھے۔ جو شرک و بدعت کی بیخ کنی کے لیے میدان عمل میں مصروف جہاد رہتے تھے۔

مجھے ابتدا ہی سے خطابت کا شوق تھا، اور میں بہت ہی محنت سے جمعہ کے لیے تیاری کر کے خطبہ دیتا تھا۔ انہی معلومات افزا تقریروں کی وجہ سے مجھے بھی ملک کے تبلیغی اجلاسات میں شرکت

کے دعوت نامے ملنے لگے۔ جن کی وجہ سے مختلف مقامات پر حضرت شیخ القرآن سے بعض کانفرنسوں میں ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اور یہ ملاقاتیں چونکہ دینی تبلیغی کانفرنسوں میں ہوا کرتی تھیں۔ اور لوگ میری تقریر کے متعلق حضرت شیخؒ کو بتایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے یہ دینی رشتہ دن بدن مضبوط اور مستحکم ہوتا چلا گیا۔ اور حضرت شیخ القرآن مجھ سے بے پناہ محبت کرنے لگے اس طرح شرک و بدعت کے خلاف جہاد نے ہمیں ایک دوسرے کو حبل اللہ کے سچے موتیوں میں پرو دیا۔

شیخ القرآن کی مجاہدانہ زندگی

یوں تو شیخؒ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ انقلابی اور جہاد کے نغموں سے سرشار تھا۔ مگر وطن عزیز کی جن تحریکوں نے میرے سامنے جنم لیا اور پَر پُرزے نکالے ان کی جوانی اور توانائی میں شیخ القرآن کی ولولہ انگیز اور روح پرور قوت ایمانی کا بہت بڑا دخل ہے۔ پاکستان میں سیاسی نشیب و فراز اور طوفان تو اٹھتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن انہیں نہ تو استقلال حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے پسِ منظر میں کوئی روحانی نظریہ کارفرما ہوتا ہے۔ بس اقتدار کی جنگ یا بہت زیادہ تعلیمی زعم ہوا تو اسے جمہوریت کا فروغ کہہ کر اس کے لیے چند پسینے کے قطرے بہا دیئے گئے اور اسے دنیا کی تاریخ ساز قربانی کا نام دیا گیا۔ اسلام کو ایسی تاریخ اور سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں جس کی روح میں اسلام کی بالادستی شامل نہ ہو۔

حضرت شیخ القرآن باضابطہ سیاسی نہ ہوتے ہوئے بھی ایسی سیاسی تحریکوں کے ساتھ رہے جن کے نتائج اور ثمرات گلشن اسلام کے لیے آب پاری کا کام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر تحریک نظامِ مصطفٰی پاکستان میں صرف اس لیے چلائی تھی کہ ملک اسلام کے نظام حیات کے روح پرور اور خوشگوار ثمرات سے بہرہ ور ہو سکے۔ قومی اتحاد نے اسلامی نظام یا نظام مصطفٰی کے نعرے کو سیاسی اور بنیادی قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ چلنے کا عہد کیا تھا اور پوری ملت اسلامیہ کو اسی ایک نعرے سے اپنے اردگرد جمع کیا تھا۔ اس نعرے کو فروغ اور اسے ملت اسلامیہ کے دلوں کی دھڑکن بنانے کے لیے فضا کو ہموار کرنا اور اس کے لیے ایک مرکزی پلیٹ فارم کا ہونا ضروری

تھا۔ایسا پلیٹ فارم جومرکزی بھی ہواور مرکز میں بھی ہو چنانچہ اس پلیٹ فارم کے لیے ان لوگوں نے سوچنا بھی سوحان روح سمجھا۔ جومقام مصطفٰی کے نام پر آج تک روٹیاں توڑتے رہے اور ان کی دکان کی رونق ہی اسی نام کے برکت سے تھی۔ راولپنڈی کے ایک ایسے ہی راہب جومرکزی جامع مسجد کے امام وخطیب ہیں ان کی توند اور چار من کا پھیلا ہوا جسم اسی زرخیز نام کی پیداوار تھا مگر جب قربانی کا وقت آیا تو انہوں نے حکومت وقت میں ضمیر فروشی اور دوں نہادی کردار ادا کر کے رسوائی اٹھائی۔اور حضرت شیخ القرآن نے نہایت جرات اور قوت ایمانی سے اپنی مسجد اور مدرسہ کا وسیع احاطہ قومی اتحاد کی تحریک نظام مصطفٰی کے لیے وقف کر دیا۔ تاکہ آنے والا مورخ جب ملک میں چلنے والی اس تحریک کا تذکرہ کرے تو اس کو اس مرکزی سٹیج کو تاریخ کا ایک موزوں اور مناسب ترین کامیاب کردار قرار دیتے ہوئے ''باب فتح'' قرار دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ القرآن کی راجہ بازار کی وسیع وعریض جامع مسجد ہی قومی اتحاد کی تحریک کا ابتدائی اور اساسی قلعہ ثابت ہوئی۔ دیوبندی ہو یا بریلوی سیاسی ہوں یا غیر سیاسی۔ مقلد ہوں یا اھل الحدیث ولی خاں ہو یا اصغر خاں، نورانی ہوں یا ان کے اعوان وانصار سب کے لیے کمک اور مضبوط حصار شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ ہی نے مہیا کیا۔اور تعلیم القرآن سے شروع کی ہوئی یہ تحریک نہ صرف پاکستان بھر کے ہر شہر اور بستی اور ہر قریہ کی جان بن گئی بلکہ بیرون ملک بھی اس شاندار تحریک کو پاکستانی باشندوں نے خراج تحسین پیش کیا۔ چونکہ اس تحریک کا نکتہ عروج ہی نظام مصطفٰی تھا اور نکتہ آغاز بھی مسجد تھی اس لیے یہ تحریک ملت اسلامیہ کے دلوں میں اتر گئی۔ حضرت شیخ القرآن نے اپنا وقت، اپنا روپیہ، اپنا مدرسہ، اپنے طلباء، اپنے متوسلین اور اپنے رفقاء دل وجان سے اس تحریک کی نذر کر دیئے تھے اس کی پاداش میں حکمرانوں نے مولانا کا مدرسہ ضبط کیا، مسجد ضبط کر لی، مسجد کی مارکیٹ ضبط کر لی، اور طلباء علماء اور صلحا، مدرسین کو لاٹھیوں اور سنگینوں سے مار مار کر ادھ موا کر دیا۔مگر حضرت شیخ القرآن کے پائے استقلال میں ذرہ لغزش پیدا نہیں ہوئی بلکہ ان کا ولولہ اور ایمانی قوت فزوں تر ہوتے چلے گئے۔

جب ان تمام ضبطیوں اور پابندیوں سے اس توحید کے شیر کو زیر نہ کیا جا سکا تو پھر حضرت شیخ

القرآن کو جان سے مار دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ تحریک نظام مصطفٰی کے دوران جب ابھی تحریک کا آغاز ہی ہوا تھا اور تحریک میں راولپنڈی کا یہ جری عالم دین ایک عظیم رہبر رہنما تھا۔ حکومت وقت نے پوری قوت سے حضرت شیخ القرآن کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔ صرف اس جرم میں کہ پوری تحریک کا مرکزی فکر حضرت شیخ کا مدرسہ اور مسجد تھی اور اس میں حضرت شیخ کا تاریخی کردار اور تاریخ کا روشن اور نا قابل تسخیر مجاہدانہ رویہ تھا۔ سی آئی ڈی اور ایف ایس ایف کے گماشتے اس کام کے لیے مامور کر دیئے گئے تھے۔ اور شیخ کی قیام گاہ اور شیخ کو بم سے اڑا دینے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ مگر بر وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے توحید کے پروانے کی حفاظت فرمائی اور دشمنوں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور دشمن ذلیل وخوار ہوا مسجد کا محاصرہ بھی ہوا۔ اجرت کے بے دین غنڈوں نے ایمان سے عاری بدقماشوں نے ذلیل دنیا کے چند ٹکوں کے لیے پوری منصوبہ بندی سے شیخ کی نیست و نابود کرنے کے پلان کی عملی جامہ بھی پہنا دیا۔

پرانی قلعہ کی مسجد میں بم کا دھماکہ بھی ہوا۔ تعلیم القرآن کا خوفناک محاصرہ بھی ہوا شیخ کی قیام گاہ کو بم سے اڑانے کی ناپاک کوشش بھی ہوئی............مگر شیخ بال بال بچ گئے۔

ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت کا اعتراف نہ کرنا خود ایک فریب ہے اور احسان فراموش کر دینا خود ایک غیر اخلاقی فعل ہے، مولانا کوثر نیازی کا تذکرہ جب بھی مولانا غلام اللہ خاں کے سامنے ہوتا تھا تو آپ کے چہرہ پر احسان شناسی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے، اگر کوئی اچھے لفظوں میں تذکرہ کرتا تو آپ خوش ہوتے اور تائید فرماتے اور کوئی برے لفظوں سے مولانا کوثر نیازی کا تذکرہ کرتا تو آپ فوراً فرماتے بھئی ان سے سیاسی اختلاف رکھنا کوئی جرم نہیں ہے مگر میں نے ان جیسا باوفا اور صاحب کردار بہت کم دیکھا ہے۔

میں کبھی کبھار انہیں ذرا چٹکی لینے کے لیے عرض کرتا کہ حضرت مولانا کوثر نیازی میرے بھی دوست ہیں مگر اس قدر ان کی وکالت تو میں بھی نہیں کرتا جس طرح آپ کرتے ہیں۔

دو چار دفعہ تو اس پر طرح دے گئے۔ مگر اسی طرح ایک سفر میں مولانا کوثر نیازی کا تذکرہ چل نکلا تو مجھے خاص طور پر متوجہ کر کے فرمایا کہ مولانا کوثر نیازی صاحب کا احسان میں زندگی بھر نہیں اتار سکتا۔ میں حیران ہو گیا کہ وہ ایسا کون سا احسان ہے جو مولانا کوثر نیازی نے شیخ القرآن پر کر دیا ہے جس سے شیخ القرآن بہت ہی زیادہ متاثر ہیں شیخ نے فرمایا کہ تحریک نظام مصطفٰی کے دوران جب جابر حکمرانوں نے مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔ اور ایک دن کے بعد اس منصوبے پر عمل ہونا تھا تو اچانک رات کے وقت مجھے ایک خاص آدمی نے میری قیام گاہ پر پہنچ کر مولانا کوثر نیازی کا پیغام پہنچایا کہ آپ اپنی قیام گاہ کو چھوڑ کر کسی اور قیام پر سکونت اختیار کر لیں۔ آپ کو ان دنوں جان سے ختم کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا ہے اور آپ کو خدانخواستہ کسی وقت بھی ختم کرایا جا سکتا ہے۔ مولانا کوثر نیازی کے پیغام کے بعد میں نے شہر ہی میں کسی اور مقام پر سکونت اختیار کر لی اور پہلی قیام گاہ کو احتیاطاً چھوڑ دیا۔ بس ۴۸ گھنٹے گزر جانے پر وہی کچھ ہوا جس کی مجھے مولانا کوثر نیازی نے اطلاع دی تھی۔ میرے خدا نے مجھ سے ابھی اور دین کا کام لینا تھا اور مولانا کوثر نیازی کو اس کا ذریعہ بنادیا۔ ورنہ میں بھی اس وقت وہاں ہوتا جہاں جاتے واپس نہیں آتے۔ مولانا کوثر نیازی کو میں اس لیے بہت ہی محبت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے ایک آڑے وقت میں میرے ساتھ وفا کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔

شیخ القرآن کا تاریخی کردار

جان انسان کی عزیز ترین متاع ہوتی ہے۔ عزت وآبرو اس سے بھی پیاری مگر مقصد حیات ان سب سے اونچا ہوتا ہے۔ شیخ صاحب کا مقصد حیات اس تحریک سے نظام اسلام کا نفاذ تھا جس میں آپ نے اپنی پوری زندگی اس کی نذر کر دی اپنے خفا، بیگانے خفا، دوست خفا، دشمن خفا، حکمران خفا اور حکمرانوں کے زلہ خوار خفا مگر شیخ تھے کہ اپنے تاریخی کردار شمع توحید ورسالت کو فروزاں کئے جا رہے تھے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مورخ پاکستان میں نظام اسلام کے ہراول دستہ کے رہنماؤں کوخراج تحسین پیش کرے گا تو ان میں سرفہرست شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں کا ذکر آئے گا جن کی مومنانہ للکارنے باطل کے درودیوار ہلا کے رکھ دیئے اور پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے راستے ہموار کردیئے۔میرا کام اس مضمون میں قومی اتحاد کے کردار کا تجزیہ کرنا نہیں ہے پاکستان کا ہرفرد اس سیاسی اتحاد کے مسلسل انتشار اور نظام مصطفٰے کے نعرہ سے غداری کو بری طرح سے محسوس کررہا ہے۔

شائد یہی سزا ان سیاسی بزرجمہروں کو خدا کی طرف سے دی جارہی ہے کہ ان کے نظام مصطفٰے کے نعرہ سے غداری کی وجہ سے قوم ان کے کسی پروگرام کو سننا تک پسند نہیں کرتی......اے کاش یہ بزرجمہر نظام مصطفٰے کے پرچم کو ہاتھوں سے نہ چھوڑتے ہاتھ قلم ہوجاتے پرچم کو دانتوں سے پکڑ لیتے جان چلی جاتی۔مگر اس نعرہ سے غداری نہ کی جاتی تو آج قوم اور خود یہ سیاسی راہنما اس یاس ونا امیدی کا شکار نہ ہوتے......یہ زندہ رہ کر بھی مرچکے ہیں اور مولانا غلام اللہ خاں مرکر بھی زندہ ہیں۔

ہر گز نمیرو آنکہ دلش زندہ شد بعشق

صداقت کی زندگی......اسلام کی حقانیت کی زندگی......مرکر جینا اسے تو کہا جاتا ہے کہ انسان خود فنا ہوجائے اور مقاصد کو زندہ کر جائے۔اور ان کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیلا جائے ۔غرضیکہ شیخ القرآنؒ کی مجاہدانہ زندگی کے یہ وہ نقوش ہیں جو ہر آنکھ دیکھ چکی ہے اور ہر فرد نے دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا ہے۔کیا تحریک نظام مصطفٰے کے صلہ میں کوئی وزارت لی یا کوئی دنیا کے انبار لگائے یہ قربانی یہ ایثار، یہ جان کی بازی، یہ طوفان سے ٹکراؤ ان کی توحید میں ڈھلی ہوئی زندگی کی ایک ادنیٰ جھلک تھی جو انہیں اپنے اکابر سے ورثے میں ملی تھی وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حدیث تو امام المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری (نور اللہ مرقدہ) سے پڑھی ہے مگر میری رگوں میں مولانا حسین احمد مدنی کی محبت اور مجاہدانہ زندگی کا خون دوڑتا ہے میں اس امام انقلاب مدنی کا خوشہ چین ہوں جس نے فقیری میں بادشاہی کو ہلا کر رکھ دیا۔نکتہ توحید بھی تو یہی ہے

الا اللہ کے سوا لا اِلٰہ کا نعرہ مستانہ بلند کیا جائے اور محمد رسول اللہ پر پروانہ وار جان فدا کر دی جائے یہی منزل مراد ہے اور اسے ہی نکتہ توحید کہا جائے گا کہ

لا الہ................. الا اللہ محمد الرسول اللہ

شیخ القرآن ہر تحریک کا سپہ سالار

۵۳ ء میں تحریک ختم نبوت چلی وہ تحریک پاکستان میں پہلی بھرپور تحریک تھی جو مسیلمہ پنجاب اور اس دجال قادیانی امت کے خلاف چلی تھی اس تحریک میں قیادت بھی بہت جاندار تھی حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری جیسے بہادر جرنیل اور مدبر قائد اس میں موجود تھے۔

مسلمانوں نے جی بھر کر داد شجاعت دی اور قادیانیت کے دجل وفریب کے محلات میں دراڑیں پڑ گئیں حضرت شیخ القرآنؒ نے اس تحریک میں ایک قائدانہ اور مومنانہ کردار ادا کیا۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ جو ملک کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شیخؒ کی گرفتاری سے میدان عمل میں آ گئے اور پورا ملک قادیانیوں کے خلاف آتش فشاں بن گیا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتوں کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اور مسئلہ ختم نبوت میں اپنی پوری توانائی صرف کر کے پرچم نبوت کو بلند رکھا۔ ۵۳ء کی تحریک کے بعد آپ کی تقریروں میں مسئلہ ختم نبوت کا بیان بھی شامل ہو گیا تھا۔ آپ جب آیت کریمہ **ما کان محمد ابا احد من رجا لکم ولٰکن رسول اللہ خاتم النبین.**

تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم اٹھتا۔ اور سامعین پر ایک وجد طاری ہو جاتا۔

مسئلہ اِلٰہ اور توحید باری تعالیٰ کا بیان تو آپ کی زندگی کا سرمایہ افتخار تھا ہی مگر مسئلہ ختم نبوت آپ کے بیان و ایمان کی روح کی حیثیت رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ جہاں آپ کی تقریر سے احبار و رہبان اور قبر پرستوں کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی تھی وہیں پر قادیانی جماعت بھی آپ کی تشریف آوری سے خوف زدہ ہو جاتی تھی۔

دورِ ایوبیؒ اور شیخ القرآنؒ

ایوب خاں کا دور اہل حق کے لیے مصائب وآلام کا دور تھا، علمائے حق پر اس دور میں بے پناہ مصائب ڈھائے گئے۔ خود مجھے کئی مرتبہ جیل جانا پڑا اور دو دفعہ ایک سنسان وادی میں نظر بندی کے دن گزارنا پڑے شیخ القرآنؒ پر دور ایوبی ایک سخت ابتلاء اور آزمائش کا دور بن کر آیا۔ ایوب خاں نے مذہبی مسائل میں کچھ اس طرح دخل اندازی شروع کر دی جس سے پورے اسلام دوست حلقوں میں تشویش پیدا ہوگئی۔ فتنہ انکار حدیث، فتنہ تکفیر، فتنہ قادیانیت اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا فتنہ یہ سب فتنے دور ایوبی میں پھر سے جوان ہوئے اور انہوں نے ملک میں افتراق وانتشار کی خلیج وسیع سے وسیع کر دی۔ ثقافت کے نام پر بے حیائی کو فروغ دیا جانے لگا۔ یہاں تک ڈھٹائی کی گئی کہ چین کی مقتدرِ اعلیٰ شخصیت کی آمد پر مسلمان بچیوں سے اس کے سامنے رقص کرایا گیا۔ مسلمان بچیوں کا چینی سربراہ کے سامنے رقص شیخ القرآن کی دینی اور ملی غیرت نے گوارا نہیں فرمایا اور آپ نے عید کے اجتماع میں اس پر شدید احتجاج فرماتے ہوئے ایوب خاں کو للکارا............اور فرمایا کہ چین کے راہنما اور عوام ہمارے دوست ہیں اور ہم پاکستانی ان کی قدر کرتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قوم کی بچیوں سے ان کے سامنے رقص کرایا جائے۔ شیخ القرآن کی تقریر سے قصر ایوبی لرز اٹھا۔ ایوب خاں جس کے جبر وقہر کے سامنے پتہ نہیں ہلتا تھا۔ اس کے حکم پر اسکی مشینری حرکت میں آگئی اور شیخ القرآن کو تاحکم ثانی حضرو ضلع اٹک میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور آپ کی وسیع جامع مسجد کو اسی دوران اوقاف کی تحویل میں لے کر اس پر حکومت نے غاصبانہ قبضہ کا منصوبہ بنا لیا۔ ملک بھر میں شیخ کی اس نظر بندی پر شدید احتجاج کیا گیا مگر چونکہ نظر بندی طویل ہوتی گئی۔ اور صدائے احتجاج میں بھی شیخ کے جماعتی رفقاء وہ گرمی باقی نہ رکھ سکے جو انہیں جماعتی اور اخلاقی اعتبار سے رکھنا ضروری تھی۔ حتیٰ کہ خطبہ جمعہ کے لیے بھی شیخ کے خاص رفقاء سرد مہری کا شکار ہوگئے میرے نقطہ نظر سے یہی وہ وقت تھا جب شیخ کے مخلص اور جانثار دوست جانچے گئے اور زر خالص اور زر ناقص کا امتیاز قائم ہوا آپ کی جماعت کے نمایاں افراد اور شخصیات کو اس وقت شیخ کی رفاقت اور جماعتی زندگی کا حق ادا کرنا چاہیے تھا شیخ القرآن کے ہزاروں تلامذہ تو اپنا اپنا کردار ہر مقام پر ادا

کر رہے تھے مگر جنہیں شیخ کے رفقاء یا جماعت کے قائدین کہا جاتا تھا ان کی مسلسل سرد مہری ہر فرد نے محسوس کی حتیٰ کہ جب شیخ کی جامع مسجد پر حکومت نے اوقاف کے خطیب کو پولیس اور مقامی افسروں کی معیت میں غاصبانہ قبضہ کی تعمیل کرنا چاہی تو اس وقت بھی جس آدمی نے نمایاں کردار ادا کیا وہ مولانا عبدالستار توحیدی اور مولانا مفتی عبدالمجید کشمیری اور تعلیم القرآن کے طلباء اساتذہ تھے شیخ کے ہم عصر رفقاء اس وقت بھی غائب تھے جس کو شیخ پوری زندگی فراموش نہیں کر سکے۔ میرا مقصد کسی خاص فرد کی مطعون کرنا نہیں ہے بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعتیں تشکیل کرنے کا مطلب تو یہی ہوتا ہے تاکہ آڑے وقت میں مل بیٹھ کر کسی مصیبت کا مداوا کیا جائے اور مصائب و آلام کا جماعتی سطح پر مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔ اگر ایک فرد نے ہی قربانی دینا ہوتی ہے تو جماعتوں کی تشکیل اور ان کا وجود بے معنیٰ ہو کر رہ جاتا ہے۔

شیخ جبل استقامت تھے اور عزیمت کا کوہِ گراں تھے آپ نے دریا کی نظر بندی بہت ہی جرات اور استقلال سے کاٹی اور تمام ایام نظر بندی میں جرات و بہادری کے نادر الوقوع واقعات جریدہ عالم پر ثبت کئے۔

مجھے چونکہ شیخ سے والہانہ عقیدت تھی میں اس وقت شیخ کا نہ شاگرد تھا اور نہ مرید اور نہ ہی ان کی جماعت کا رکن تھا مجھے تو آپ کے مشن اور توحید خداوندی سے لگاؤ اور عشق رسالت سے سرشار آپ کی زندگی سے بے پناہ عقیدت تھی۔

الحمدللہ میں اس وقت پورے ملک میں متعارف تھا میں نے جب شیخ کے حلقہ کی اس خامشی کو دیکھا تو پورے ملک میں ایک احتجاجی طوفان پیدا کر دیا، میرے برادر عزیز مولانا قاری عبدالحئی عابد میرے ہمنوا تھے شیخ کے جمعہ کے خطبات کے انتظامات میں ذاتی دلچسپی لے کر ان میں تعطل نہیں آنے دیا۔ اور اسی طرح ملک کا کوئی اجتماع اور کانفرنس ایسی نہیں تھی جس میں شیخ کے لیے احتجاج نہ کیا گیا ہو۔

بلکہ یہی احتجاج تھا جو رفتہ رفتہ ایک احتجاجی تحریک کی شکل اختیار کر گیا اور ملک کے تمام قابل قدر رہنما اور اخبارات و جرائد اس احتجاج میں شامل ہو گئے، جناب آغا شورش کاشمیری نے میری

درخواست پر چٹان میں سخت احتجاج کیا اسی ملک کی نامور شخصیات نے اس احتجاج میں موثر کردار ادا کیا، تنظیم اہل سنت کے قائدین مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ مولانا قائم الدین علی پوریؒ اور سردار احمد خاں پتافی نے شیخ کی نظر بندی کے دوران ان کے گلشن تعلیم القرآن اور جمعہ کے خطبات کے لیے اپنے تمام پروگرام چھوڑ کر بھر پور تعاون کیا اور شیخ القرآنؒ کو مدرسہ اور مسجد کے سلسلہ میں فکر مند نہیں ہونے دیا تنظیم اہل سنت کے قائدین اور رہنماؤں کے شیخ کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ اور برادرانہ مراسم رہے۔ ہر آڑے وقت میں شیخ کا بڑی دلیری اور جرات کے ساتھ ساتھ دیا۔ شیخ اس کا برملا اعتراف کرتے تھے اور ہمیشہ خراج تحسین پیش کرتے تھے۔

دریا، تفسیر قرآن کا دریا بن گیا

ایوبی حکمرانوں نے تو شیخ القرآن کو ایک چھوٹے سے قصبے دریا میں اس لیے نظر بند کیا تھا کہ شیخ یہاں پر سمٹ کے رہ جائیں گے اور اس دیہاتی ماحول میں نہایت تکلیف اور مشقت سے وقت گزاریں گے مگر خداوند قدوس کو کچھ اور ہی منظور تھا وہ دریا جو شیخ کا آبائی گاؤں تھا اور شیخ کو ہزار کوشش کے باوجود وہاں جانے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا بستی اور علاقہ کے لوگ شیخ کے لیے تڑپتے اور ترستے رہتے تھے۔ آج وہ دریا علوم قرآن کا دریا بن گیا اس سے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون پاکستان کے ہزاروں طلباء عشق قرآن لیے ہوئے کشاں کشاں دریا کی طرف رواں دواں ہیں۔ ایک ہجوم ہے جو اُمڈتا چلا آرہا ہے اور فدایانِ توحید کا ایک سیلاب ہے جو دریا کی طرف چلا آرہا ہے۔

رجب میں دورہ قرآن شروع ہونے کو ہے پورے ملک سے تشنگان تفسیر قرآن توحید کے جواہر پاروں سے اپنا دامن بھرنے کے لیے پروانہ وار آرہے ہیں مجھے بھی بہت شوق تھا کہ میں دریا میں شیخ القرآنؒ کی مصروفیات دیکھ کر آؤں اور اس طرح ملاقات بھی ہو جائے گی اور باہمی مشاورت اور آپ کو احتجاجی تحریک کے سلسلہ کی رپورٹیں بھی عرض کرتا آؤں گا۔ میں نے دریا جانے کا پرورگرام بنایا تو میرے مخلص دوست مولانا عبدالرحمن صاحب خطیب سنہری مسجد ماڈل

ٹاؤن فیصل آباد (جو شیخ القرآن کے چہیتے اور پیارے شاگرد ہیں) وہ بھی میرے ہمراہ تیار ہو گئے، تعلیم القرآن کی انتظامیہ کا اصرار تھا کہ شیخ کی ملاقات کے لیے آنا ہے تو جمعہ پنڈی پڑھانا ضروری ہوگا۔ ان کے اصرار پر میں نے اپنا جمعہ بھی قربان کر دیا، حالانکہ میں جمعہ کسی حالت میں نہیں چھوڑتا۔ الحمد اللہ میرے پچیس برس سے معمول ہے کہ جمعہ نہ تو چھوڑتا ہوں اور نہ ہی بغیر مطالعہ اور مضمون کی تیاری کے جمعہ پڑھاتا ہوں بعض اوقات ایک ہفتہ پورا جمعہ کی تقریر کا مضمون اور مواد ترتیب دینا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے جمعہ کا اجتماع ملک کے مثالی اجتماعات میں شامل ہے الحمد اللہ...... میرے رب کا شکر ہے اور احسان عظیم ہے میں نے راولپنڈی کے دوستوں کے اصرار کو تو ٹال ہی دیا تھا مگر حضرت شیخ نے حکم بھجوایا کہ جمعہ پنڈی ضرور پڑھایا جائے۔

اس لیے جمعہ کا پروگرام پنڈی بن گیا۔ اور ہفتہ کو پنڈی سے دریا روانہ ہو گئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب دریا کے قریب بس اسٹاپ پر اترے تو سامنے ایک کھائی میں ایک سانپ کو موجود پایا یہ میری زندگی کا پہلا موقعہ تھا کہ میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس سانپ کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ دراصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شیخ کے دشمنوں کے خلاف اور آپ کے مقدس مشن کے خلاف کام کرنے والے اعدائے دین کے خلاف جہاد کی سعادت مجھے نصیب ہوگی سڑک سے دریا تقریباً چار فرلانگ کے فاصلہ پر واقعہ ہے وہ سفر نہایت ہی اشتیاق میں پیدل طے کیا۔ اور اس طرح تقریباً دس بجے دن شیخ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی مجھے دیکھ کر شیخ اس محبت اور شفقت سے آگے بڑھے کہ مجھے زندگی بھر اس کا کیف و سرور یاد رہے گا۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے ملک بھر میں جس انداز سے میں اور برادر عزیز مولانا قاری عبدالحئیؒ صاحب عابد شیخ کے لیے احتجاجی تحریک پیدا کر رہے تھے اس پر تو بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور جاتے ہی اس مسرت میں اپنا قیمتی رومال میرے سر پر ڈال دیا یہ گویا کہ اعزاز تھا مجھے شیخ کی روحانی وراثت کا، اور سند تھی شیخ کی قلبی محبت کی۔ مجھے بھی اس بے پناہ شفقت سے بہت ہی مسرت ہوئی اور میں خوشی کے آنسو نہ روک سکا جن لوگوں کو حضرت شیخ القرآن کا مہمان رہنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ شیخ کا دستر خوان کس قدر وسیع تھا اور شیخ اپنے مہمانوں پر کس قدر فدا ہو جاتے ہیں۔ اور انواع و

اقسام کے کھانے سے اکرام ضیف فرماتے تھے۔ یہ انہی کے دستر خوان کا حصہ تھا۔ میں نے علماء کے دستر خوان میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ القرآن کے دستر خوان کی سعادت بے مثال پائی ہے۔ یہ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ ہر واقف حال کو اس کا علم ہے شیخ نے بے پناہ مہمان نوازی فرمائی۔ بہت سے قیمتی مشوروں سے نوازا اور بہت سے اہم امور پر مشاورت ہوئی طلباء نے مجھ سے پوچھے بغیر میرے درس کا اعلان کر دیا۔ میں نے سختی سے انکار کیا تو طلباء نے شیخؒ سے عرض کیا اس طرح طلباء کامیاب ہو گئے اور میں درس دینے پر مجبور ہو گیا۔ کوئی ہزار کے لگ بھگ طلباء پورے ملک سے شیخ سے دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ شیخ کچھ سوز و گداز سے قرآن پڑھاتے کہ پڑھنے والا قرآن کی تاثیر اپنے قلب وجگر میں سمیٹ کر اٹھتا۔

دریا میں آکر محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ کو توحید وسنت کے نور سے منور فرمانا تھا۔ اس لیے شیخ کو یہاں نظر بند کیا گیا۔ اس میں بھی حکمت ربانی کے پورے انوارات مضمر تھے خود بستی کے لوگوں نے جب شیخ کے درس قرآن کے منظر کو دیکھا تو بہت قلوب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور برسوں کے دشمن گرویدہ ہو گئے۔ بستی میں گدی نشین بھی تھے، شیخ کے درس کا ان پر بھی اثر ہوا، اگر چہ دنیاوی مفادات اور شکم پروری انہیں راہ راست پر تو نہ لا سکی، مگر گفتگوؤں میں شیخ کی جرات اور اپنے مشن سے والہانہ وابستگی ان کے لیے بھی ایک عظیم کردار کی حامل تھی۔ دریا میں شیخ کے رمضان شریف میں تو وہی معمولات رہے رات تراویح میں قرآن سننا اور ہر چار رکعت کے بعد جو کچھ پڑھا گیا ہو اس کا خلاصہ بیان کرنا اور اسی طرح صبح سے شام تک تفسیر پڑھانا اور طلباء کی علمی پیاس بجھانا، عصر کے بعد مہمانوں سے ملاقات اور آنے والے علماء کی خدمت کرنا اور دور دراز سے تشریف لائے ہوئے احباب کی خاطر مدارت کرنا اور پھر ہر شخص کی اس کے مرتبے اور مقام کے مطابق عزت وتوقیر کرنا۔ یہ تھیں دریا میں شیخ کی روزمرہ کی مصروفیات، جن کی وجہ سے آپ مرجع عوام وخواص تھے، ہزاروں روپیہ تھا جو صبح وشام کے دستر خوان پر اٹھتا تھا۔

ایوب خاں اور اس کی نوکر شاہی نے پنڈی سے نکالا تھا تا کہ انکا فیض محدود ہو جائے مگر خداوند قدوس نے آپ کے فیض عام کو دریا کی صورت عطا فرمادی۔ اور آپ کا فیض پورے ملک بلکہ

پوری دنیا میں پھیل گیا۔ مجھے دریا میں حضرت مجدد الف ثانی (نور اللہ مرقدہ) کا وہ واقعہ یاد آ گیا کہ جب جابر سلطان نے آپ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تو آپ نے اپنے معمولات اور احیائے سنت کی تحریک سے قلعہ کے در و دیوار کو بھی متاثر کر دیا، جس پروگرام کو ایک بادشاہ نے نظر بندی سے محدود کرنا چاہا تھا۔ اسی پروگرام کو مالک یوم الدین نے اس فقیر کے ذریعہ پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ جہانگیر کو سوائے چند کتابیں پڑھنے والوں کے کون جانتا ہے۔ مگر مجدد الف ثانی (نور اللہ مرقدہ) کا اسم گرامی پوری دنیا کی لوحِ محبت وعقیدت پر ثبت ہے وہی کام جو باہر کرتے تھے اللہ والوں نے جیل میں بھی جاری رکھا اور ہزاروں قلوب نور سنت سے تابندہ ہوئے۔

اسی طرح حضرت سیدی ومرشدی مولانا سید حسین احمد مدنی کو جب دیوبند سے گرفتار کیا جاتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اللہ تعالیٰ کو اب یہی منظور ہے کہ میں طلباء کو بخاری پڑھانے کی بجائے جیل کے قیدیوں کو قرآن پڑھاؤں گا جب ان دو واقعات کو سامنے رکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیل کی اصلاح کے لیے اہل حق کو بھی جیل کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں پابند سلاسل کرایا تاکہ جیل خانہ کے قیدی بھی ان کے اصلاحی اور فکرِ آخرت کے پروگراموں سے مستفید ہوسکیں۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ دریا کی نظر بندی میں حضرت شیخ القرآن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے حیران کن دین کے کام لئے ہیں جو شیخ کی عاقبت اور آخرت کا ذخیرہ بن گئے۔

مجھے شیخ کی دریا میں نظر بندی کے دوران بارہا دریا جانے کا اتفاق ہوا، ہر مرتبہ ایک عجیب کیف وسرور محسوس کیا، اور اس علاقے میں قرآنی انقلاب کے حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے، درس قرآن کے علاوہ دریا میں شیخ القرآن کا جمعہ کے اجتماع میں خطاب ہوا کرتا تھا اس میں ہزاروں عوام وخواص علاقہ بھر سے دریا کی صورت میں آتے اور شیخ کی توحید وسنت کی درد بھری آواز سے مست ہو کر جاتے لیکن یہ جمعہ اور اس کا عظیم اجتماع بھی حکمرانوں کو پسند نہیں آیا۔ انہوں نے اس فقیر کی اس شاہی پر بھی وار کیا اور حضرت شیخ سے تعمیل کرائی گئی کہ آپ جمعہ کے اجتماع میں توحید بھی نہیں بیان کر سکتے۔ اس سے علاقہ بھر میں اشتعال پھیلا، اس زبان بندی کو چیلنج کیا گیا جسے عدالت

عالیہ نے منسوخ کر دیا۔ پھر شیخ کا جمعہ علاقہ کے لوگوں کے لیے غذائے روح بن گیا۔ اس طرح پھر ایک مرتبہ شاہی ہار گئی اور فقیری جیت گئی۔ دریا کی نظر بندی کے دوران ملک میں احتجاج دن بدن زور پکڑتا گیا حکومت نے مختلف ذرائع سے شیخ کو ترغیب دلانا چاہی کہ آپ ایوب خاں اور اس کی جابرانہ پالیسی کے خلاف کچھ تبصرہ نہ فرمایا کریں آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔

مگر یہ ترجمان حق اور توحید وسنت کا بے باک اور نڈر مجاہد ایک سیسہ پلائی دیوار بن گیا۔ اور ایوبی گماشتوں کو دوٹوک لفظوں میں کہا کہ غلام اللہ کٹ تو سکتا ہے مگر ایوب کی خلاف اسلام پالیسیوں سے سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

شیخ القرآن کی عزیمت رنگ لائی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب وجگر کو اپنی خصوصی نصرت اعانت سے سرفراز فرمایا۔

پندرہ ماہ کی مسلسل نظر بندی کے بعد خلوص جیت گیا اور فریب ہار گیا حق جیت گیا اور باطل ہار گیا حامل سنت جیت گیا حامل بدعت ہار گیا فقیری جیت گئی اور شاہی رسوا ہوگئی۔

حق و صداقت پھر ابھرے
باطل دم دبا کر بھاگ گیا

اور حکومت نے اس طویل نظر بندی کو ختم کر کے شیخ القرآن کو رہا کر دیا مولانا کی رہائی کی خبر سن کر میں بھی سیدھا پنڈی اور وہاں سے دریا پہنچ گیا میں جس وقت دریا پہنچا تقریباً دس ہزار کا اجتماع وہاں موجود تھا حضرت شیخ راولپنڈی روانہ ہونے والے تھے۔ دوستوں نے ہجوم ہی سے دوڑ کر میرے آنے کی اطلاع شیخ کو دی تو فوراً آگے بڑھے اور ہجوم کو چیرتے ہوئے مجھے وفور محبت سے گلے لگا لیا اور ساتھ ہی گاڑی میں بٹھا کر راولپنڈی کے لیے روانہ ہو گئے اس طرح دریا کے درو دیوار شیخ کو حسرت سے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے بے پناہ ہجوم نے شیخ القرآن زندہ باد ختم نبوت زندہ باد کی آواز سے علاقہ میں ایک گونج پیدا کر دی۔ اس طرح پورے پندرہ ماہ کا ایک تسلسل اپنی

رونقوں اور بہاروں کو ساتھ ہی لے کر رواں دواں تھا راولپنڈی کے عشاق نے بھی اپنے دلی جذبات پورے کرنے کے لیے پنڈی سے بارہ میل باہر استقبال کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ جونہی ہماری گاڑی ریلوے پھاٹک ترنول پہنچی پنڈی سے آئے ہوئے ہزاروں سکوٹروں، موٹر کاروں اور گاڑیوں نے شیخ کا والہانہ استقبال کیا اور جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو بہت دور تک پھیلا ہوا یہ لوگوں کا دریا ایک بے مثال اور یادگار محبت کی عکاسی کر رہا تھا۔ پنڈی میں داخل ہوئے تو دریا کناروں سے نکل گیا انسان ہی انسان، سر ہی سر، لوگ شیخ القرآن زندہ باد اور ایوب آمریت مردہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔

سچ پوچھئے تو یہ دن ایوب کے زوال کا آغاز بن گیا اور اسی دن نے ایوب خاں کے بلند و بالا ایوان ہلا دیئے۔ اسی دن سے اسلام اور جمہوریت کے بہی خواہوں کو حوصلے ملے جامع مسجد میں استقبالیہ جلسہ اسی وقت ہوا۔ دو لاکھ کے قریب اجتماع تھا۔ اس میں بہت سے آئے ہوئے احباب سمیت میں نے بھی تقریر کی اور اسی میں ایوب خاں کو للکارتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ بوریا بستر گول کر لو اب اللہ کا شیر ایک نئے ولولے اور جذبے سے تحریک حریت اور تحریک اسلامی کو جلا دے گا فقیروں کا راستہ چھوڑ دو۔ قلعے اور میدان مسخر کرنے آسان ہیں مگر منبر و محراب اور مسجد و مصلٰی کو مسخر کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں۔ آج شیخ القرآن کے استقبال سے تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہی بوریا نشین ترے اقتدار کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکیں گے۔

الحمد اللہ پھر ایوب خاں کے خلاف ایک ایسی بے مثال تحریک نے جنم لیا کہ ایوب خاں نے اعتراف کیا کہ اب میرے گھر بچے بھی میرے خلاف نعرہ بازی کر رہے ہیں۔ الحمد اللہ شیخ القرآن جس طرح پہلے دور ابتلاء میں خدا کے فضل و کرم سے شادکام و شادماں رہے اور کامیابی سے امتحانی مراحل سے گزر گئے اسی طرح ایوب کی شاہی بھی اس شیر کو زیر نگیں نہ کر سکی۔

اکابرین دیوبند اور شیخ القرآنؒ

اکابر علمائے دیوبند اس برصغیر میں قرآن و حدیث کے ترجمان اور جہاد آزادی کے علمبردار رہے ہیں۔ ان کی جد و جہد آزادی اور قرآن و سنت کی خدمت کا اعتراف دنیا بھر نے کیا ہے حجتہ

الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (قدس سرہ) اور فقیہ اسلام حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (قدس سرہ) اس قافلہ علم و جہاد کے سرخیل تھے۔ آج پاک و ہند میں مدارس و مساجد میں قال اللہ وقال الرسول کی بہاریں انہی نفوس قدسیہ کی انتھک جدوجہد اور مخلصانہ محنت کا نتیجہ ہے شاہ ولی اللہ جو اس برصغیر میں علم تفسیر، علم حدیث کے امام مانے جاتے ہیں۔ اکابر علمائے دیوبند نے ان علوم کے فیض کو پورے عالم میں پھیلایا ہے دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم اسلامی دینی یونیورسٹی ان حضرات کی جدوجہد سے وجود میں آئی اور انہی کی بے مثال قربانیوں نے اسے پروان چڑھایا۔ اس لیے قدرتی اور فطری بات ہے کہ ان اکابر سے محبت وعقیدت ہر اس شخصیت کو ہوگی جو ان کے علمی فیض سے بہرہ ور ہوا ہے حضرت شیخ القرآنؒ جب دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں شرکت فرمانے کے لیے دیوبند تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں پر جو مقالہ پڑھا اس میں صرف اور صرف حضرت نانوتوی کی ان بے مثال خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ

حضرت نانوتویؒ ایک درسگاہ کے محض بانی معلم و مدرس ہی نہ تھے بلکہ آپ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی ڈگر پر چلنے والے مجاہد بھی تھے چنانچہ شاملی کا میدان ان کے عملِ جہاد پر شاہد عدل ہے۔ انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے اور وطن عزیز کو ان سامراجیوں سے پاک کرنے کے لیے میدان کارزار میں مجاہدین کا جو ہر دستہ نظر آتا ہے وہ فرزندان نانوتویؒ پر مشتمل ہے وہ کون سی اذیت اور مصیبت ہے جو ان مجاہدین نے آزادی کی خاطر انگریزوں کے ہاتھوں نہیں اٹھائی۔ برصغیر کے قید خانے ان مجاہدین کے صبر و استقلال کے گواہ ہیں، مالٹا کا قید خانہ حضرت شیخ القرآنؒ شیخ الحرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عزیز گل مدظلہ کے دور کی زندہ یادگار ہے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

ایک اور مقام پر شیخ القرآن اکابر علمائے دیوبند اور حضرت نانوتوی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ............ حضرت نانوتوی کے مناظروں کے تحریری دستاویزات اور

بیش بہا تصانیف وتالیف اوران کے روحانی فرزندوں کی علمی اور قلمی خدمات اس قدر ہیں کہ علوم اسلامیہ کا کوئی گوشہ ایسانہیں جہاں ان ہستیوں نے قرآن اور اسلام کی قابل قدر خدمت کی جھلک نہ دکھائی ہو۔تراجم قرآن ہوں۔قرآن مجید کی تفاسیر ہوں۔کتب احادیث کی شروح ہوں۔صرف ونحو۔منطق وفلسفہ ہوغرضیکہ علمی تحقیق کے ہر میدان میں اپنی مہارت وحدانت کے پرچم لہرائے بلکہ ان کتابوں پر شروح وحواشی لکھ کر ہر اشکال ابہام اور اغلاق کو دور کر کے تمام اہل علم اور اصحاب تحقیق پر احسان کیا۔حضرت نانوتوی اور فرزندان نانوتوی کے علمی کارنامے دیکھ کر سر فخر ومباہات سے اونچا ہو جاتا ہے۔اور دارالعلوم دیو بند کا ہر عقیدت مند غیر کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر اس کو للکار سکتا ہے۔

میری عادت تھی کہ سفر میں شیخ القرآنؒ سے اکابر کی مختلف شخصیات کے بارے میں دریافت کرتا رہتا ایک دن اثنائے سفر میں قطب عالم حضرت گنگوہی (اقدس سرہ) کے متعلق تذکرہ چھیڑ دیا تو حضرت شیخ القرآن پر رقت طاری ہوگئی آپ نے ذرا سنبھلتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت گنگوہی ،اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اس صدی کے مجدد تھے انہوں نے توحید وسنت کے احیاء اور استیصال شرک و بدعت کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں تاریخ دیو بند ان سے تاقیامت درخشندہ تابندہ رہے گی۔اور پھر آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا کہ میرے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ مرقدہ کا فیض حضرت گنگوہیؒ کا مرہون منت ہے میرے شیخ نے جب علوم حدیث کی تعلیم سے فراغت حاصل کر لی تو علوم قرآن کا جو خزینہ آپ کے سینہ میں ودیعت فرمایا گیا یہ حضرت گنگوہی (قدس سرہ) کے علوم قرآنیہ کی وراثت تھی جسے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے امت مسلمہ تک پہنچایا۔

پھر حضرت گنگوہی (قدس سرہ) کی ذات گرامی کے تذکرہ میں فرماتے کہ اہل بدعت کو علمائے دیو بند میں سے حضرت گنگوہی (قدس سرہ) سے اسی لیے خصوصی بیر اور عداوت ہے کہ حضرت نے پوری قوت سے ہندوستان میں شرک وبدعت کے قلعوں کو مسمار کر دیا تھا۔

حضرت گنگوہیؒ کے متعلق حضرت شیخ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ان میں امام ابوحنیفہؒ کی

فقاہت رچ بس گئی تھی۔ علم حدیث اور علم فقہ کے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہیؒ کو جو قرآن اور تفسیر قرآن سے گہرا لگاؤ تھا اس کے متعلق ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ میرے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ جب علم حدیث سے فارغ ہو کر حضرت گنگوہی سے واپسی کی اجازت لینے کے لیے گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حسین علی میرا دل چاہتا ہے کہ آپ مجھ سے قرآن بھی پڑھ لیں تا کہ علم قرآن کے خزانوں سے بھی مالا مال ہو جائیں حضرت مولانا حسین علی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے حضرت کا حکم مان کر قرآن پڑھنے کا فیصلہ کر لیا مگر میں سوچتا تھا کہ جب ہم نے دوران تعلیم علم تفسیر بھی پڑھ لیا ہے تو اب خاص طور پر حضرت کون سا طریقہ ہے جس سے علوم قرآنیہ کا درس دیں گے مگر چند دنوں کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ قرآن کا جو منشاء اور مقصد ہے وہ تو اب حضرت گنگوہیؒ سے قرآن پڑھنے کے بعد سمجھ میں آیا ہے حضرت گنگوہی نے اس اخلاص اور درد سے قرآن پڑھایا کہ دل و دماغ روشن ہو گئے اور یہ وہی درد میں علماء اور طلباء کے سامنے لئے پھرتا ہوں جو حضرت شیخ گنگوہیؒ سے میں نے حاصل کیا تھا۔

چونکہ حضرت شیخ القرآن علوم قرآن میں ایک واسطے سے حضرت گنگوہیؒ سے سلسلہ فیض کے تاب دار موتی بنتے تھے اس لیے حضرت گنگوہیؒ کے ذکر پر ہمیشہ آنسوؤں کا سیلاب بہہ پڑتا تھا۔ اور دعائیں دیتے ہوئے اکثر فرماتے تھے واہ گنگوہیؒ آپ کی قبر پر اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ آپ نے اس ظلمت کدہ ہند میں قرآن وسنت کی روشنی سے کروڑوں قلوب کو منور کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیخ القرآن کو معلوم ہوتا کہ کسی بد بخت شقی مبتدع نے حضرت گنگوہی پر گستاخانہ حملہ کیا ہے تو آپ سیخ پا ہو جاتے اور زورِ خطابت سے حضرت گنگوہیؒ کی وکالت کا حق ادا فرما دیتے۔

مجھے چونکہ اکابر علمائے دیوبند سے عشق کے درجہ کا تعلق ہے اور میں انہیں اس برصغیر میں کتاب وسنت کا ترجمان اور توحید وسنت کا نور پھیلانے والے آفتاب و ماہتاب سمجھتا ہوں اس لیے مجھے جب بھی اکٹھے سفر میں حضرت شیخ القرآن کے ساتھ رفاقت کی سعادت میسر آتی تو میں اپنے ذوق کے مطابق سوال کرتا رہتا اور حضرت شیخ القرآن بڑی خندہ پیشانی سے جواب عنایت فرماتے اور

بعض اوقات تو یوں فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے آج اکابر کا ذکر چھیڑ کر ایمان تازہ کر دیا دل میں ایقان کی ایک روح پیدا ہوگئی ایک دن میں نے سفر کے دوران ہی پوچھ لیا کہ آپ طالب علمی کے دور میں کن حضرات کی علمی عظمتوں سے متاثر ہوئے اور آپ نے کن حضرات سے قرآن وحدیث اور علوم اسلامی کا حصول کیا تو آپ نے سرد آہ بھر کر فرمایا کہ مجھے ''انہی'' کے اساتذہ نے بہت متاثر کیا اور ''انہی'' سے سن کر میں حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کے خدمت میں قرآن پڑھنے کے لیے گیا تھا حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں ضلع میانوالی میں قیام پذیر تھے۔ میں بڑے شوق سے وہاں ساتھیوں کے ساتھ قرآن پڑھنے کے لیے گیا۔ مولانا حسین علی صاحبؒ کی پہلی بار زیارت کی تو ایسا معلوم ہوا کہ یہ کوئی میانوالی کا دیہاتی کسان ہے۔ مگر چہرے پر نور ایمانی کا ایک گہرا تاثر نمایاں تھا میرے ساتھ مولانا عبدالرؤف صاحب تھے۔ ہم نے حضرت صاحبؒ کو (حضرت شیخ القرآن مولانا حسین علی صاحب کو پیار اور عقیدت سے حضرت صاحب کے عقیدت ومحبت پیار بھرے جملے سے یاد کرتے تھے)

شیخ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت صاحب سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو آپ بہت ہی خوش ہوئے اور آپ نے خصوصی توجہ فرما کر ہمیں پڑھانا شروع کر دیا ابتدائی دنوں میں میرا دل نہیں لگا۔ اور میں اس قدر اداس ہو گیا کہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو واپس جاتا ہوں۔ ساتھیوں نے مجھے بہت سمجھایا اور بالخصوص مولانا عبدالرؤف صاحب نے بہت کہا کہ واپس نہ جاؤ۔ یہ ایک علوم قرآنی کا خزانہ ہے اس سے دامن بھرتے جاؤ۔ یہی علم آپ میں بصیرت ونور ایمانی کے دورازے کھول دے گا۔ مگر میں راضی نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت کو میرے واپس جانے کی کسی سے خبر ہوگئی تو مجھے بلا کر میرا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا۔ اور ہاتھ کو دبا کر فرمایا کہ اللہ راضی تھیوی واپس نہ جا۔ قرآن پڑھ فائدہ تھیسی۔ حضرت صاحبؒ نے ہاتھ اس طرح دبایا کہ میرے قلب وجگر میں ایک بجلی سی دوڑ گئی اور میں نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ میں انشاء اللہ پورا قرآن حکیم پڑھ کر واپس جاؤں گا اس دن کے بعد میرا دل ایسا لگا جیسا کہ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں۔ حضرت صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا لا کر دیتے اور طلباء کی خود خبر گیری کرتے اور صبح تہجد کے لیے اٹھاتے

اور قرآن مجید اس درد اور سوز سے پڑھاتے کہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کی تاثیر ہمارے دلوں میں اتر گئی ہے............حضرت شیخ پر رقت طاری ہوگئی اور روتے روتے فرمایا کہ ہم صبح کو جب نماز کے لیے اٹھتے تو دیکھتے تمام لوٹے پانی سے بھرے ہوئے ترتیب سے پڑے ہوئے ہیں۔ پانی مسجد کے کنوئیں سے خود نکالنا پڑتا تھا۔ ہم حیران تھے کہ صبح صبح تمام لوٹے کون بھر جاتا ہے۔ ایک دن ہم نے فیصلہ کیا کہ آج رات کو چھپ کر دیکھنا ہے کہ علی الصبح طلباء کے لیے پانی بھرنے کی کون سعادت حاصل کرتا ہے۔ صبح ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ خود تشریف لائے اور تمام برتن جمع کر کے کنوئیں سے پانی نکال کر بھر رہے ہیں۔ طلباء کی چیخیں نکل گئیں طلباء نے دوڑ کر حضرت صاحب سے ڈول پکڑنا چاہا مگر حضرت انکار فرماتے جارہے تھے اور فرماتے جارہے تھے اللہ راضی تھیوی تسیں اللہ دا قرآن پڑھن آئے ہو میرا فرض ہے تہاڈی خدمت کرنا۔

اگر سچ پوچھا جائے تو متقدمین میں استاد اور شاگرد کا جو باہمی مضبوط اور مستحکم رشتہ ہوتا تھا وہ اسی اخلاص اور للھیت کی بنیادوں پر قائم تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے علوم کے فیض کی جڑیں بہت مضبوط ہوتی تھیں۔ اور استاد اور شاگرد دونوں دین کی رسی میں منسلک ہوتے تھے بھلا جن لوگوں نے مولانا حسین علیؒ کے بھرے ہوئے پانی سے وضو کیا ہوگا اور ان کی نماز اور تعلیم کیوں نہ کامل اور مکمل ہوگی۔ ان کے رگ وریشہ میں کیوں نہ دین کی مٹھاس سمائی ہوئی ہوگی۔

اہل دل اور اہل اللہ اپنی اداؤں سے اپنے حلقے کے متوسلین کے قلوب میں گھر بناتے ہیں کہ ان کی ہستی خود ایک جذب اور تاثیر کا درجہ رکھتی ہے۔

گرچہ سنگِ خارہ مرمر شوی
گر بصاحب دل رَسی گوہر شوی

شیخ وقت فناء فی التوحید عالم ربانی حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ صرف خشک فلسفی یا منطقی عالم ہی تھوڑا تھے وہ حضرت گنگوہیؒ کے رنگ میں رنگے ہوئے ایک عارف باللہ تھے، وہ حضرت خواجہ عثمان قدس سرہ کے گلشن کے ایک سدا بہار مہکتے ہوئے پھول تھے ان کے علم کے ساتھ ساتھ معرفت وسلوک کے دریا بہتے تھے وہ روحانیت کے سمندر تھے اور ان کی موجوں سے سینکڑوں

ہزاروں قلوب توحید وسنت کی چاشنی سے لذت آشنا ہوئے۔حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کا حضرت شیخ القرآنؒ کے ہاتھ کو دبانا نا معلوم کتنے سمندر تھے جو شیخ کے وجود میں اتار گیا۔اس کا اندازہ وہی کر سکیں گے جنہوں نے اہل اللہ کو دیکھا ہے ان کے شب و روز کے نظارے دیکھے ہیں۔اور انہوں نے اہل اللہ کی آنکھوں میں سحر کے سجدوں کے دلربا اثرات دیکھے ہیں۔اگر مجھ سے پوچھا جائے تو یہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی کرامت تھی کہ اس نے ایک باصلاحیت نوجوان کو قرآنی جواہر پاروں کے لیے منتخب فرمالیا ور خصوصی توجہ سے اس دل و دماغ میں توحید کا کیف و سرور پیدا کر دیا۔

حضرت شیخ القرآن کو میں نے اپنے دل کی بات عرض کر ہی دی کہ یہ حضرت صاحب کی کرامت معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے قرآن پڑھنے کے لیے حضرت صاحب کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کرلیا۔حضرت شیخ نے فرمایا کہ واقعی۔واقعی حضرت شیخ جب اپنے حضرت صاحب کا تذکرہ فرماتے تو اکثر بے قابو ہو جاتے اور روتے روتے چہرہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا......اور بڑی دیر تک پھراس تذکرہ سے دل کی ویرانی کو سیراب کرتے رہتے......میں کبھی کبھی چٹکی لیتا............اور عرض کرتا کہ شیخؒ آپ کے حضرت صاحب سلوک وطریقت میں اس قدر سرآوردہ تھے مگر آپ نے اس سلسلہ کی طرف زیادہ توجہ کیوں نہیں دی............تو حضرت شیخ القرآن میرے سوال پر ہنس دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے حضرت صاحب بھی فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو اگرچہ سلوک کے اصولوں کی طرف توجہ نہیں ہے میں آپ کو قرآن کا ایسا سلوک طے کرادوں گا کہ بڑے بڑے چلا کش بھی وہاں نہیں پہنچ سکیں گے جو خداوند قدوس آپ سے کام لیں گے۔چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت شیخ القرآن قرآن کی خدمت میں اس قدر مصروف ہوگے کہ غورغشتوری جیسے شیوخ بھی آپ کو شیخ القرآن کے لقب سے یاد فرماتے اور بڑے بڑے شیوخ بھی اپنے حلقہ درسِ قرآن کو دیکھ کر آپ سے رشک کرتے۔یہ دراصل اسی محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا جو حضرت شیخ القرآن کو اپنے اکابر علمائے دیوبند سے تھی۔انہی کی محبت نے انہی کی عقیدت نے شیخ کو ایسا رنگ دیا کہ پھر ہزاروں انسان شیخ نے اپنی دردبھری آواز سے توحید کے رنگ میں رنگ دیئے حضرت شیخ القرآن نے پوری

محنت اور ذوق سے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر قرآنی علوم سے اپنے سینہ کو منور کیا۔ اس طرح حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ جس خاص انداز سے قرآن پڑھاتے تھے، شیخ القرآن کو اس میں سب سے زیادہ حصہ ملا۔ اور شیخ القرآن کا درسِ قرآن نہ صرف پاکستان بلکہ افریقہ، امریکہ، ممالک اسلامیہ انڈیا اور پوری دنیا کے طلباء کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ اس کا اندازہ مجھے سفر حج میں ہوا جب میں حضرت کے ساتھ حج میں تھا دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں سے آتے ہوئے علماء شیخؒ کی زیارت کے لیے نہ آئے ہوں۔ کوئی بلا واسطہ شاگرد تھے تو کوئی بالواسطہ، غرضیکہ حضرت مولانا حسین علی صاحب (قدس سرہ) کا لگایا ہوا یہ پودا ایک تناور درخت بن گیا اس کے سائے اس کے پھل اور اس کی ٹھنڈی ہواؤں سے دنیا کے کئی خطے بہرہ ور ہوئے۔

اللھم اغفرله وارحمه

شیخ کا سفر دیوبند

اکابر علمائے دیوبند سے شیفتگی اور عقیدت حضرت شیخ القرآن کو یکا یک پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس میں اس تعلیمی دور کو بڑا دخل تھا۔ جب آپ نے ایک طالب علم کی حیثیت سے دیوبند کا سفر کیا اور اکابر کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ شیخ نے میرے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میرا دل ہمیشہ امام المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب (قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث کے حصول کے لیے تڑپتا تھا۔ میں نے ایک دن حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ سے عرض کیا کہ میرا دل حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ راضی تھیوی ضرور ونج۔

اللہ راضی ہو آپ وہاں ضرور جائیں۔ میں نے حضرت صاحب کی رائے کو دیکھتے ہوئے فوراً درخواست کی کہ حضرت مجھے گرامی نامہ حضرت شاہ صاحبؒ کے نام پر تجویز فرما دیں تاکہ حضرت شاہ صاحب مجھ پر خصوصی توجہ فرمائیں اور میں ان کی توجہات کا مرکز بن سکوں۔ حضرت صاحبؒ نے بخوشی اس کو قبول فرمایا اور مجھے رقعہ لکھ کر دے دیا اور میں حضرت صاحب سے اجازت لے کر دیوبند روانہ ہو گیا۔ دیوبند پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ شدید علیل ہیں اس

لیے آپ نے درس و تدریس موقوف فرما رکھا ہے۔ چونکہ حضرت شاہ صاحبؒ ان دنوں ڈابھیل تشریف لے گئے تھے اور عارضی طور پر دیو بند میں مقیم تھے اور بیماری کی وجہ سے آپ اکثر گھر پر ہی استراحت فرماتے تھے۔ اس لیے میں رقعہ لے کر حضرت شاہ صاحب کی قیام گاہ پر حاضر ہوا مجھے چونکہ شاہ صاحبؒ کی شدید علالت کی خبر ہو چکی تھی اس خیال سے میں نے سمجھا کہ اگر میں نے از خود حضرت کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی تو شاید فی الحال اجازت نہ ملے اس خطرہ کے پیشِ نظر میں نے خادم سے کہلا دیا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچروی کا ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے اور حضرت کا ایک والا نامہ جو آپ کے نام ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ خادم نے حضرت شاہ صاحب کو میرا پیغام اسی طرح پہنچا دیا اور حضرت شاہ صاحب نے مجھے فوراً بلا لیا۔ میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کا مکتوب گرامی حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا ۔حضرت شاہ صاحب بستر ے پر لیٹے ہوئے تھے فوراً اُٹھ گئے اور حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کا گرامی نامہ آنکھوں پر رکھ لیا اور فرمانے لگے کہ بہت اونچی شخصیت کا والا نامہ ہے۔ پھر گرامی نامہ کھول کر پڑھا گیا اور اس میں میرے متعلق سفارش تھی ....حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ابھی تو میں بیمار ہوں اس لیے آپ فی الحال دیو بند ہی قیام کریں۔ میں صحت یاب ہو کر جب ڈھابیل جاؤں گا تو آپ کو ساتھ لے جاؤں گا، چنانچہ حضرت شاہ صاحب صحت یاب ہونے کے بعد ڈھابیل تشریف لے گئے تو مجھے بھی ساتھ جانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح مجھے برصغیر کے عظیم محدث سے ترمذی اور بخاری پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ شیخ فرماتے تھے کہ میرے حضرت صاحب کی کمال شفقت کی وجہ سے مجھے حضرت شاہ صاحب کی خصوصی توجہ میسر آئی۔

شیخ القرآن فرماتے تھے کہ حضرت امام المحدثین نے جب میرے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کا رقعہ آنکھوں پر رکھا تو میری آنکھیں کھلیں کہ میرے حضرت صاحب کا کس قدر بلند مقام ہے کہ حضرت شاہ صاحب جیسی جلیل القدر شخصیت نے حضرت صاحبؒ کا خط کا اس قدر احترام کیا۔ حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب کا مقام و مرتبہ ایک اور واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

کس مقام ولایت پر فائز تھے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نے ایک مرتبہ مجھے سنایا کہ شیرانوالہ جامع مسجد میں انجمن خدام الدین کا جلسہ تھا اس میں تمام ہندوستان کے علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے جن میں عارف باللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے حضرت مولانا کا درس قرآن شروع تھا اوراس کے بعد کوئی اورضروری پروگرام تھا احباب نے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ سے عرض کیا کہ آپ حضرت صاحبؒ سے درس ختم کرنے کے لیے خود ارشاد فرمائیں۔حضرت لاہوری نے ان دوستوں سے فرمایا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں حضرت مولانا حسین علی صاحب سے درس ختم کرنے کی جسارت کروں،حضرت خود ہی ختم فرمادیں تو ٹھیک ورنہ تمام پروگرام درہم برہم ہو جائے مگر میں یہ جرات کبھی نہیں کروں گا۔حضرت لاہوری اور تمام علمائے دیوبند حضرت مولانا حسین علیؒ کے مقام ولایت اورللھیت سے واقف تھے۔

حضرت قطب ربانی مولانا حسین علی صاحبؒ کی وفات پر جمعیت علمائے ہند نے جوقرارداد تعزیت پاس کی وہ حضرت کی عظمت اور مقام کی بلندیوں کی ایک اعلیٰ دستاویز ہے۔اس قرارداد کو پیش کرنے والے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (نوراللہ مرقدہ) تھے اوراس کی تائید میں تقریر کرنیوالے مجاہداسلام حضرت العلامہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی (نور اللہ مرقدہ) تھے چنانچہ قرارداد پاس کی گئی اور پورے ملک میں حضرت کی وفات پر جمعیت علمائے ہند نے تعزیتی قراردادیں پاس کیں۔جمعیت علمائے ہند کی قرارداد کا متن یوں ہے جمعیت علمائے ہند کا اجلاس مولانا حسین علی صاحب میانوالی جوتوحید کے بیان میں سیف عریاں اورتمام مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف جبل الاستقامہ اوراعلائے کلمتہ الحق میں انا لنذیر العریان کی شان کے حامل تھے کے سانحہ ارتحال کوملت کا نقصان عظیم خیال کرتے ہوئے دلی حزن وملال کا اظہار کرتا ہے یہ قرارداد آل انڈیا کانفرنس جمعیت علمائے ہند سہارنپور میں ۱۹۴۵ میں پیش کی گئی۔

حضرت شیخ القرآن نے حضرت امام المحدثین مولانا سید انورشاہ صاحبؒ اورشارح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ سے دورہ حدیث کیا۔دورہ حدیث کے ساتھ شیخ القرآن نے

جو درد اور سوز مسئلہ توحید کا اپنے مرشد سے حاصل کیا تھا وہ بھی اپنے طالب علم ساتھیوں کو پڑھاتے رہے حضرت شاہ صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ بہت ہی خوش ہوئے اور دورہ حدیث سے فراغت کے بعد جب حضرت شیخ القرآن واپس آنے لگے تو حضرت شاہ صاحب نے شیخؒ کو روک لیا اور اس طرح ایک سال اپنے شیخ کے پہلو میں اور آپ کی نگرانی میں تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ حضرت شاہ صاحب شیخ پر اس قدر خوش تھے کہ جب آپ بعض مجبوریوں کی وجہ سے واپس وطن آنے کے لیے اجازت لینے کے لیے گئے تو حضرت شاہ صاحب نے ایک کپڑوں کا جوڑا شیخ کو ہدیہ عطا فرمایا............ اکابر کا احترام شیخ کے رگ و ریشے میں سمایا ہوا تھا اسی طرح حضرات اکابر بھی دل کی گہرائیوں سے آپ سے محبت فرماتے تھے۔ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ سے بہت ہی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی شیخؒ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مفتی صاحب ڈھیروں دعائیں دیا کرتے تھے اور جاتے وقت کچھ نا کچھ ہدیہ بھی ضرور عنایت فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت شیخ القرآنؒ ایک مرتبہ سفر حج کے لیے بذریعہ ریل کراچی کے لیے روانہ ہوئے تو کسی نے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کو خبر دی۔ حضرت لاہوری (قدس سرہ) ریلوے اسٹیشن شیخ القرآن سے ملاقات کرنے کے لیے خود تشریف لے گئے۔ اور حضرت شیخ القرآن کے لیے ڈھیروں دعائیں دیں۔ اکثر مجالس میں حضرت لاہوری (قدس سرہ) شیخ القرآن کی تائید فرماتے اور حضرت شیخ کے احیائے توحید وسنت کے کام کو بہت ہی اونچا کام قرار دیتے۔ اسی طرح حضرت شیخ القرآن بھی حضرت مفسرِ لاہوریؒ کا بہت ہی احترام فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت لاہوری کا وصال ہوا تو حضرت شیخ کے آنسو نہیں تھمتے تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ قرآن کا مفسر اُٹھ گیا۔ توحید وسنت کا منادا اُٹھ گیا۔ صرف لاہور ہی نہیں ہم سب اپنے عظیم دینی اور ملی رہنما سے محروم ہو گئے۔ حضرت لاہوری کو شیخ پنجاب کا شاہ اسماعیل شہید کہا کرتے تھے۔ سچ ہے جب خلوص کے رشتے مضبوط ہوں تو پھر ہر طرف محبت و پیار کی ہوائیں ہی چلتی ہیں ان اکابر کا باہمی رشتہ محبت وعقیدت دور دور تک محبت و پیار کی خوشبو سے ایک عالم کو معطر کر گیا۔

شیخ القرآن فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے اکابر دیو بند نہ ہوتے تو یہ وطن آزادی کا سانس نہ لیتا اور اگر ان کی دینی جد و جہد نہ ہوتی تو آج انڈو پاک میں توحید وسنت کا انقلاب نہ برپا ہوتا ......علمائے دیو بند کا ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے کہ ان کے دم قدم سے ہمیں انگریز اور کفر سے آزادی بھی ملی ۔ اور اسلام کی صحیح تصویر بھی میسر آئی ۔ یہی وجہ تھی کہ جب رضا خانی راہبوں نے علمائے دیو بند کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا تو شیخؒ نے حب اکابر کے پیش نظر پوری قوت اور خداداد صلاحیتوں سے ان کا مقابلہ کیا۔ اور جب تک اکابر کے خلاف گستاخ زبانیں گنگ نہیں ہو گئیں اس وقت تک آپ چین سے نہیں بیٹھے۔

شیخ القرآن علمائے دیو بند کے مسلک اور ان کے مشرب کی پورے ملک میں دلائل کے ساتھ ترجمانی فرماتے تھے ۔ یہی ان کی خصوصیت تھی جس کی وجہ سے شیخ القرآن کو دیو بند مکتب فکر میں صرف احترام و تعظیم کی نظر سے ہی نہیں دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ آپ کی قیادت اور دینی رہنمائی پر بھی اعتماد کیا جاتا تھا میں نے اس بات کا بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت شیخؒ کو اکابر دیو بند سے والہانہ عقیدت تھی ۔ عمر کے آخری دور میں تو یہ عقیدت و محبت اور بھی فزوں تر ہو گئی تھی ۔ اکثر حضرت مدنی کا ذکر فرماتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر چہ میرے اساتذہ میں بڑے بڑے جبال علم شامل ہیں ۔ مگر میری زندگی پر جس شخصیت نے سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے وہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات گرامی ہے۔

حضرت مدنی کی علمی شخصیت تو مسلمہ تھی ہی مگر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہ نے جو جہاد اور جذبہ حریت کی روح حضرت مدنیؒ میں پھونکی تھی دراصل علمائے دیو بند نے اسی جذبہ جہاد سے انٹرنیشنل شہرت حاصل کی ہے مالٹا کے در و دیوار سے لے کر پوری دنیا میں حضرت مدنی کی شخصیت نے روح جہاد مسلمانوں کے قلوب میں پھونک دی، یہی ولولہ اور جہاد تھا جس نے انگریز کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کیا اس بات کا حضرت شیخ نے بارہا میرے سامنے تذکرہ کیا کہ ہم تو مدنیؒ ہیں اور ہمارا آئیڈیل ہی مدنی ہے اور ہم نے جذبہ جہاد حضرت مدنیؒ ہی سے سیکھا اور آپ کی سیاست و قیادت ہی ہمارا سرمایہ افتخار ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے فرزندارجمند جب پہلی بار پاکستان تشریف لائے تو حضرت شیخ القرآن نے نہایت محبت و پیار سے حضرت مولانا اسعد مدنی کو دارالعلوم تعلیم القرآن تشریف لانے کی دعوت دی اور جب حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب راولپنڈی تشریف لے گئے تو آپ نے فقید المثال استقبال کر کے ثابت کر دیا کہ پاکستان کے علماء اور عوام وخواص حضرت مدنی کے لیے بے پناہ محبت وعقیدت دلوں میں رکھتے ہیں۔ دارالعلوم میں حضرت مولانا اسعد مدنی کو بے مثال عصرانہ دیا جو شیخ کی روائتی مہمانی کا عظیم مظہر تھا۔ اس میں حضرت شیخ العرب والعجم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مدنی اگرچہ جغرافیائی سرحدوں کی وجہ سے ہم سے جدا ہو گئے تھے۔ مگر آپ کا علم آپ کا تقویٰ اور آپ کی سیاست اور بے پناہ روحانی اور ملی رہنمائی ہماری زندگی کا روشن اور قابل فخر سرمایہ ہے۔ حضرت مدنی صرف ایک خطے کے نہیں بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے توحید وسنت کے شیدائیوں کی دلوں کی دھڑکن تھے۔

مولانا اسعد مدنی کا احترام اسی طرح کیا گیا جس طرح ایک شیخ کے صاحبزادے کا کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب بھی حضرت شیخ القرآن کی دینی اور ملی خدمات سے بے حد خوش ہوئے مجھے اس بات پر تعجب رہتا تھا اور تعجب ہے کہ جو لوگ اکابر کے نام سے بڑی بڑی بلڈنگیں کھڑی کر چکے ہیں۔ اور ان کی عزت اکابر دیوبند کے دم قدم سے وابستہ ہے انہوں نے کبھی اکابر کے مشن کے لیے کبھی اور کوئی قربانی نہیں دی وہ ہمیشہ اکابر کا نام کا کھاتے ہیں۔ اور انہی کی نسبت سے اپنا بھرم قائم رکھتے ہیں۔ مگر اکابر کے مسلک اور آبرو کے لیے ان کا پسینہ بھی کبھی نہیں بہا .... یا اسفٰی۔

شیخ القرآن ہمیشہ اس لشکر کے سپہ سالار رہے جس نے اکابر کے مشن کو زندہ رکھا اور اس کے لیے تن من دھن قربان کر دیا۔

مسئلہ حیات النبی اور شیخ القرآن

پاکستان میں مسئلہ حیات النبی پر ایک عظیم معرکہ برپا رہا اور اس پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت ہی سے مذاکرات برپا ہوئے اس میں بھی شیخ القرآنؒ نے احتیاط کا دامن تھامے رکھا، اور بالآخر

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور آپ نے راولپنڈی میں حضرت شیخ القرآنؒ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ القرآن کی میانہ روی اور مصالحانہ رویے سے ہی مسئلہ پر حضرت قاری محمد طیب صاحب کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں۔ اور یہ معرکۃ الآراء مسئلہ فریقین کے ہاں طے پا گیا اور دونوں فریق ایک متفقہ تحریر کے ذریعے باہمی تنازعہ اور علمی مسئلہ کے نکات پر متفق ہو گئے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارت پر دستخط ثبت ہوئے۔ اور حضرت شیخ القرآن اور عارف باللہ حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب آف قلعہ دیدار سنگھ والوں کی کوشش اور مخلصانہ مساعی سے یہ بحث ختم ہوگئی۔ اور ملک بھر کی فضا میں ایک خوش گوار اور اطمینان بخش باہمی اعتماد کی لہر دوڑ گئی۔

میرا ذاتی مسلک

مسئلہ حیات النبی ﷺ میں میرا مسلک اور موقف وہی ہے جو میرے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (نور اللہ مرقدہ) اور علمائے دیوبند کا ہے۔ میرے دوستوں کو معلوم ہے کہ میں نے طوفانوں میں بھی اپنے اکابر کے مسلک کو نہیں چھوڑا اور میں اسی میں اپنی نجات اور اسی کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتا ہوں۔ یہی نہیں باقی مسائل میں بھی میں نے جمہور اہلسنت کے مسلک ہی کو حرز جاں بنایا اور علمائے دیوبند نے اہلسنت کے مسلک کو جس تعبیر سے صحیح سمجھ کر اپنایا میں اسی راہ پر چلنا سلامتی سمجھتا ہوں اس دور میں تو بد قسمتی سے ہر مقرر ہر واعظ ہر مدرس خود امام ہے اس کا اپنا خیال ہی ایک مسلک اور اپنی مادر پدر آزاد رائے ہی اس کا مشرب ہے لیکن میں اس کو درست نہیں سمجھتا۔ اگر ہر ایرے غیرے کو منہ زور گھوڑے کی طرح آزادی دے دی جائے تو اس سے بہت سی دینی قدریں مجروح ہو کر رہ جائیں گی۔

الحمد اللہ مجھے اہل سنت کے علم وتقویٰ کا شعار حضرات اکابر دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد ہے۔ جس طرح مسئلہ حیات النبی میں مجھے حضرات اکابر دیوبند پر اعتماد ہے اسی طرح مجھے ناصبیت اور خارجیت سے بھی خار ہے کیونکہ میرے اکابر ان راستوں پر بھی نہیں گئے جن راستوں پر آج کا بے علم، غیر محقق، علم وتقویٰ سے عاری واعظ مقرر مدرس دیوبند کہلانے کے باوجود جارہا ہے۔

میرا مسلک ہے کہ میرے اکابر علمائے دیو بند حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (قدس سرہ) قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی (قدس سرہ) جن مسائل پر علمی تحقیق کر کے ہمارے لیے راہ متعین کر گئے ہیں میرے جیسے علم وعمل سے عاری افراد کو انہی راستوں پر آنکھیں بند کر کے چلنا چاہیے۔ کیونکہ ان اکابر نے قرآن وسنت کی روشنی میں وہی راستہ ہمیں بتایا ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول کا بے غبار اور صحیح راستہ ہے۔ علمائے دیو بند کا مرکزی محور قرآن وسنت اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا مسلک ہی مرکز فکر ونظر ہے۔

دیو بند............کوئی اینٹ پتھر کا نام نہیں ہے دیو بند قرآن، حدیث، منشائے رسول پر صحیح صحیح عمل کرنے کا نام ہے علمائے دیو بند نے کسی مستقل فرقہ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ جمہور اہلسنت نے قرآن وسنت کی روشنی میں جس مسلک کو اپنایا ہے علمائے دیو بند اسی کے پیرو کار ہیں چونکہ برصغیر میں علما دیو بند کی علمی وعملی جدو جہد سے عوام وخوص تک دین پہنچا ہے اس لیے سچے اور زر خالص کی طرح دیو بند دین کا سچا اور خاص ترجمان کے طور پر نمایاں ہو گیا۔ شیخ القرآن نے اس مسلکی اختلافات کی بحث میں علمائے دیو بند کے احترام واکرام میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا۔

اس بحث میں ان دستخطوں کے بعد اس مسئلہ پر بحث ختم ہو جانی چاہیے تھی ۔ اور کچھ نہیں تو مسلک کے تحفظ کے لیے ہی اس مسئلہ کے بعد زور خطابت شرک و بدعت کے استحصال اور رفض و ضلالت کے قلعے مسمار کرنے پر صرف ہونا چاہیے تھا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ بلکہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مسلسل اس مسئلہ کو موضوح سخن بنالیا اور اس طرح حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کی کوششوں پر پانی پھر گیا۔

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کا میں شروع سے احترام کرتا ہوں اور اب بھی میرے احترام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے توحید وسنت کے احیاء کے لیے بے بہا خدمات

سرانجام دی ہیں ۔ان کی خطابت نے ماضی میں شرک و بدعت کے بخیے ادھیڑے ہیں ۔ میری یہ عادت نہیں ہے کہ جب کسی سے ختلاف ہو جائے تو پھر اس کے محاسن پر بھی پانی پھیر دیا جائے اور دنیا بھر کے عیب تلاش کر کے اس کے ساتھ وابستہ کر دیئے جائیں مجھے اس بات کا اعتراف ہے اور میں اس کو صفحہ قرطاس پر لانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتا کہ حضرت شاہ صاحب نے توحید و سنت کے موضوع پر اس قدر محنت اور جدو جہد اور قربانیاں دی ہیں کہ ان کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی لیکن میں جہاں کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتا اسی طرح یہ حقیقت بیان کرنے میں مجھے کوئی حجاب نہیں کہ شیخ القرآن کی وفات کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنی تمام تر صاحیتیں علمائے دیوبند کی تردید میں صرف کر دی ہیں ۔

پوری عمر جو مسئلہ توحید کے احیاء اور شرک و بدعت کے استحصال کے لیے محنت کی تھی ، اب اس محنت کا رخ بدل کر خطابت کا پورا زور اہل حق کی تردید و ملامت میں صرف ہوتا ہے ۔ جو قرآنی آیات مشرکین مکہ اور مشرکین ہند کے خلاف ان کی قوتِ استدلال ہوتی تھیں ۔اب انہی آیات کا مصداق انہیں علمائے دیوبند نظر آتے ہیں حضرت شیخ القرآن اور حضرت شاہ صاحب نے ہمیشہ توحید وسنت پر بیان فرمایا اس سے کفر وشرک کی دنیا میں خوف و ہراس طاری ہو جاتا تھا۔ اشاعۃ توحید وسنت بھی اسی مقصد کے لیے معرض وجود میں آئی تھی ۔جس کے حضرت شاہ صاحب امیر تھے اور امیر ہیں مگر شاہ صاحب نے جماعتی موقف کے مطابق تردید شرک و بدعت تو کیا کرنا تھا البتہ اپنے ہی اکابر اور معاصر دوستوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے جس کا حضرت شیخ القرآن کو بھی بے حد صدمہ تھا۔ اور حضرت شیخؒ کی طرح ہزاروں توحید وسنت کے شیدائیوں کو صدمہ ہے کہ شاہ صاحب نے بیگانوں کی بجائے اپنوں کو مشق ستم بنالیا ہے میری نہایت ادب سے گذارش ہے کہ شاہ صاحب کو اب بھی علمائے حقانی کی تنقیص و تردید کی بجائے رضا راہوں اور شرک و بدعت کے پجاریوں کی طرف اپنا رخ موڑنا چاہیے ۔

میں خلفاً عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب کی روش سے سخت ناراض اور بے زار تھے، میں نے یہ چند سطور نہایت احتیاط سے

اس لیے سپرد قلم کی ہیں تا کہ حضرت شیخ القرآن کے لاکھوں عقیدت مندوں اور تلامذہ کے لیے مشعل راہ بن جائیں ۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے اپنے ایک ایک لفظ کا اللہ کے ہاں جواب دینا ہے اس لیے میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں فکر آخرت اور عنداللہ جواب دہی کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے۔

رضا خانی فرقہ شرک و بدعت کی جس طرح وکالت کرتا ہے شیخ القرآن کے ہزاروں تلامذہ کو وقت ضائع کیئے بغیر اس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اور توحید وسنت کا جو جذبہ جو ولولہ بے مثال قربانیاں دے کر عطا کر گئے ہیں اس کو زندہ رکھنے کی بے حد ضرورت ہے۔ اور ساتھ ساتھ شاہ صاحب کو بھی اپنے رویے میں تبدیلی کر کے مقاصد کی طرف لوٹنا چاہیے۔

میری یہ درخواست ہے نہ میرا کسی پر زور ہے اور نہ ہی احتساب۔

برا نہ مانئے.......... اور اپنی خطابت کا زور تردید شرک و بدعت ۔ استحصال رفض والحاد پر صرف کیجئے۔

مردے سنیں نہ سنیں مگر باطل تو آپ کی تقریروں کو ضرور سنتا ہے اس پر ضرب کاری لگایئے تا کہ آپ کی عاقبت سنورے اور باطل کا زور ٹوٹے۔

شائد کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

شیخ القرآن کا دورہ قرآن

حضرت شیخ القرآن شعبان رمضان میں اپنے مرشد حضرت مولانا حسین علیؒ کے طرز پر دورہ تفسیر قرآن پڑھاتے تھے اس دورہ تفسیر قرآن میں اس قدر کشش تھی کہ طلباء ایک مقناطیسی طاقت کے ذریعے کھنچے چلے آتے تھے دورہ تفسیر کے طلباء اور علما میں اکثر تذکرے ہوتے رہتے تھے۔ طلباء پورا سال اس کے انتظار میں رہتے جوں ہی شعبان میں مدرسے میں چھٹیاں ہوتیں طلباء نہایت والہانہ اور عاشقانہ انداز میں حضرت شیخ القرآن کے ہاں تعلیم القرآن راولپنڈی پہنچ جاتے۔ بس پھر کیا تھا آتے تو نہ آشنا ہوتے اور جاتے تو آشنا ہو جاتے آتے تو روح توحید سے بے خبر ہوتے اور جاتے تو مسئلہ توحید کی چاشنی سے باخبر ہو کر جاتے۔ ہر سال طلباء کا ہجوم بڑھتا چلا گیا حضرت شیخ

القرآن کو دریا میں نظر بند کیا گیا تو طلباء کا ہجوم اور بھی بڑھ گیا اور اس طرح دریا کی زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی۔مگر شیخ کا دل اور دستر خوان تنگ نہ ہوا۔اس سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن پاک کی برکت سے طلباء کے دلوں میں مسئلہ توحید ورسالت کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا ہے۔

مجھے بہت شوق تھا کہ شیخ کے دورہ قرآن کو خود سنوں۔مگر تبلیغی مصروفیات اس قدر شدید تھیں کہ رات دن کے سفر اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے کہ میں تھوڑا سا وقت نکال کر دورہ تفسیر میں شامل ہوسکوں۔اور جب میں فرصت نکالنے کے لیے احباب سے دوستوں سے نظام الاوقات میں تبدیلی کے لیے کہتا تو سب مجھے مذاق کرتے کہ بھئی .... تمہیں کیا ضرورت اس عالم میں شیخ سے دورہ پڑھنے کی۔تمہاری خطابت کا تو طوطی بولتا ہے۔خود حضرت شیخ کے سالانہ اجتماع میں تم خود ان مقررین کی صف میں ہوتے ہو جن کو سننے کی لوگوں میں نہ صرف امنگ بلکہ تڑپ ہوتی ہے وہ مجھے اس طرح قائل کرنے کی کوشش کرتے مگر میں نے کبھی بھی اپنی وجاہت اور شہرت کو تحصیل علم اور علمی جواہر پاروں کے حصول میں حائل نہیں ہونے دیا۔اور سچ پوچھئے تو بڑائی اور عزت زیور علم سے ملتی ہے جھوٹے دعووں سے نہیں۔الحمدللہ مجھ اس بات پر فخر ہے کہ میں نے اپنے آپ کو آج تک دین کا سپاہی اور علوم دین کا طالب علم ہی سمجھا ہے۔ذاتی اَنا۔ضد۔بغض۔فریب اور دجل وتلبیس میری زندگی سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔میں نے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے حضرت شیخ کے دورہ تفسیر قرآن میں شرکت کا فیصلہ کرلیا لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں باوجود انتہائی کوشش کے پندرہ دن سے زائد وقت نہ نکال سکا۔لیکن ان پندرہ دنوں میں بھی الحمدللہ شیخؒ کے طرز تفسیر اور قرآن کے خصوصی نکات کی طرف توجہ ہوگئی مجھے یہ سن کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کا آپس میں ربط ہے۔اور ہر سورت کا ایک موضوع ہے اور اس موضوع کے دلائل ہیں ۔اوران دلائل میں کچھ عقلی دلائل ہیں اور کچھ نقلی دلائل ہیں۔میں ان نکات پر غور کرتا تو مجھے قرآن کا اعجاز ایک عجیب شان سے سامنے آتا۔بہر حال پندرہ یوم میں مجھے بہت کچھ حاصل ہوا۔اور حضرت شیخ نے میری بے پناہ عزت اور خدمت کی جو مجھے زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔میں یہاں پر سوانح نہیں لکھ رہا ورنہ حضرت شیخ کے ترجمہ اور تفسیر نکات پر سیر حاصل بحث کرتا۔مجھے پندرہ دن

میں جو محسوس ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ پڑھنے سے اگر چہ علم تفسیر کے تمام پہلوؤں پر احاطہ نہیں ہوتا تھا، لیکن اس کو مسئلہ اِلٰہ کی تڑپ شرک و بدعت سے نفرت اور انبیاء علیہم السلام کے مشن اور پروگرام سے ایک گہرا اور عاشقانہ لگاؤ ہو جاتا تھا۔ اور ساتھ ہی طالب علموں میں باطل قوتوں سے ٹکرانے کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اور شیخ کے درس سے فارغ ہونے والا طالب علم توحید و سنت کا شیدائی اور شرک و بدعت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والا مبلغ بن کر جاتا تھا۔

لا اله الا الله

مشکل کشا کوئی نہیں، حاجت روا کوئی نہیں، عالم الغیب کوئی نہیں، حاضر ناظر کوئی نہیں یہ نعرہ ہر طالب علم کی زبان پر ہوتا اور اس کے لیے جان کی بازی لگانا وہ سعادت سمجھتا۔

محمد رسول الله

حضرت شیخ القرآن یہ بات بھی طلباء کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کرتے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اس مشن توحید باری تعالیٰ کے سب سے بڑے داعی تھے اور آپ نے اپنی پوری مکی زندگی اس مسئلہ کے بیان کرنے میں صرف کر دی اس لیے حضرت محمد ﷺ کا سچا مطیع۔ فرمانبردار عاشق وہی ہو سکتا ہے جو آپ کے لائے ہوئے مشن کو پورا کرے اور آپ کے مشن رسالت پر فدا ہو جائے شیخ کے درس میں زیادہ زور احیائے توحید اور استحصال شرک پر ہوتا اور اس کے بعد ختم نبوت، حجیت حدیث، عظمت رسالت اور عظمت صحابہ آپ کے محبوب موضوع ہوتے تھے۔

مودودی صاحب سے بھی حضرت شیخ کو سخت اختلاف تھا اس لیے درس قرآن میں ان کی کتاب خلافت و ملوکیت پر بھی شدید تنقید فرماتے تھے۔ اس پر شیخ کے قریبی دوستوں کا ایک حلقہ ناراض بھی ہو گیا تھا۔ بلکہ دار العلوم تعلیم القرآن کا ان لوگوں نے چندہ بھی بند کر دیا۔ مگر شیخ کی مضبوط اور مستحکم رائے کو وہ لوگ بدل نہ سکے اور نہ ہی ان کی مخالفت کا شیخ پر اثر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے اکثر تلامذہ مودودی صاحب کی کتاب خلافت و ملوکیت سے بیزار ہیں اور شیخ کے ہمنوا ہیں۔

مسئلہ اِلٰہ

مسئلہ اِلٰہ شیخ القرآن کے دورہ تفسیر کی روح ہوا کرتا تھا اور واقعی اس مسئلہ پر شیخ بہت زور دیتے تھے اور طلباء کو بہت محنت اور خصوصی توجہ سے پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ مجھے بھی دراصل زیادہ شوق اسی بات کا تھا کہ یہ مسئلہ اِلٰہ کا مفہوم کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے میں بھی ان دنوں حاضر ہوا جب حضرت شیخ القرآن اس مسئلہ کو تفصیل سے طلباء کو پڑھا چکے تھے اس لیے مجھے اس مسئلہ کی تفہیم کے وقت حاضری کی سعادت نہ مل سکی۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مسئلہ اِلٰہ کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ شریف میں جو لفظ اِلٰہ ہے اس کی حقیقی مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ اسے شیخؒ کی اصطلاح میں مسئلہ اِلٰہ کہا جاتا ہے میں نے جہاں تک اس مسئلے میں غور کیا ہے اور اِلٰہ کے مفہوم کو قرآن اور لغت کی روشنی میں سمجھا ہے اس سے احساس ابھرتا ہے کہ اگر اِلٰہ کا مسئلہ سمجھ لیا جائے یا عوام کو سمجھا دیا جائے تو شرک و بدعت خود بخود کوسوں دور بھاگ جائیں گے۔ اس لیے میری اس دور کے خطباء، علما، مقررین اور واعظین سے عرض کروں گا کہ اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں انشاء اللہ نکتہ توحید سمجھ میں آجائے گا اور مسئلہ توحید کے تمام پہلو قلب ونظر میں سما جائیں گے۔

شیخ القرآن کو تو اس مسئلہ سے اس قدر عشق تھا کہ آپ راتوں کو اُٹھ کر طلباء کو یہ مسئلہ پڑھایا کرتے تھے اور پھر جھوم جھوم کر فرماتے تھے کہ میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ غلام اللہ قرآن پڑھ ونج اللہ راضی تھیوی۔ رحمت دے دروازے کھل ویسن............غلام اللہ قرآن پڑھ لو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دوازے کھول دے گا۔

شیخ کبھی موج میں ہوتے تو فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے لوگوں کو میرے شیخ نے سلوک کے سبق پڑھائے اور مجھے قرآن کا وظیفہ پڑھا دیا............اور پھر دیر تک شیخ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں............لگ جاتیں۔

دورہ قرآن میں اکثر فارغ التحصیل علماء کو داخل کیا جاتا اور کچھ محنتی طلباء بھی ہوتے ہزار کے لگ

بھگ آخری دنوں میں طلباء ہوا کرتے تھے۔بعض طالب علم ابتدائی کتابیں پڑھنے والے بھی آجاتے تو شیخ انہیں بھی داخل کر لیتے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو طلباء ابتدائی کتابیں پڑھتے ہیں بھلا یہ علم تفسیر کے بنیادی نکات کیا سمجھیں گے تو شیخ مسکرا کر فرماتے علم تفسیر کے بنیادی اصول تو بڑی کتابوں میں پہنچ کر سمجھ لیں گے لیکن اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید تو سمجھ جائیں گے۔میرے اللہ کی توحید تو ان کے قلب وجگر میں سما جائے گی دراصل حضرت شیخ القرآن کا وہ جذبہ تھا جو انہیں اپنے مرشد حضرت حسین علی صاحب (نور اللہ مرقدہ) سے حاصل ہوا تھا اس لیے شیخ القرآن بھی اپنے شیخ کی طرح فنافی التوحید تھے مجھے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ سے بہت عقیدت ہے اس لیے مجھے جہاں بھی کوئی حضرت کی زیارت سے بہرہ ور یا آپ کا شاگرد یا خادم ملتا تو ان سے حضرت کے واقعات پوچھتا رہتا۔ایک مرتبہ ایک بزرگ نے مجھے بتایا کہ ہم حضرت مولانا حسین علی صاحب کے ہاں پڑھتے تھے ایک مرتبہ کسی مسئلہ کو دریافت کرنے کے لیے حضرت کے ہاں حاضر ہوئے مگر معلوم ہوا کہ حضرت تشریف فرما نہیں ہیں بلکہ باہر جنگل کی طرف تشریف لے گئے ہیں ہم بھی مسئلہ پوچھنے کے لیے باہر جنگل میں نکل گئے تو دور سے دیکھا کہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ ایک درخت کے نیچے محویت کے عالم میں کھڑے ہیں اور اس درخت کو مخاطب کر کے پوچھ رہے ہیں او درخت تیری طوفانوں میں کون حفاظت کرتا ہے، او درخت اس دھوپ میں تیرے پتوں میں سرسبز شاداب رنگ کس نے بھرا ہے او درخت تیری غذا کون مہیا کرتا ہے اور بارش اور آندھی میں تیری حفاظت کون کرتا ہے حضرت صاحب کچھ اس درد وسوز سے بول رہے تھے اور درخت سے مخاطب ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ ہم باوجود پورے ضبط کے قابو میں نہ رہ سکے اور چیخیں نکل گئیں حضرت چیخیں سن کر خاموش ہوئے تو ہماری طرف دیکھ کر فرمایا اچھا طالب اللہ ہیں حضرت صاحب طلبا کو محبت سے طالب اللہ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے یہ مقام ولایت کا ایک بہت ہی اونچا مقام ہے جس میں طالب کو مقام فنا حاصل ہوتا ہے اس پر بحث تو کوئی کامل ہی کر سکتا ہے مگر مجھے یقین ہے کہ میرے اکابر میں ایسے حضرات کی کمی نہیں تھی جن کو توحید وسنت اور عشق میں بہت ہی اونچا مقام حاصل تھا، حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ بھی ان نفوس قدسیہ میں شامل تھے

جب کو تصوف اور سلوک میں بھی بہت بلند مقام حاصل تھا، حضرت شیخ القرآن بھی ذکر توحید کے وقت بعض اوقات اسی طرح جذب و مستی میں گم ہو جاتے تھے اور توحید و رسالت کی تجلیوں سے انکی قلبی کیفیات میں ایک عجیب سوز و گداز پیدا ہو جاتا تھا۔

ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء

جو شیخ القرآن سے دورہ تفسیر پڑھ آتا وہ انہی کا ہو جاتا یہی وجہ ہے کہ آج ملک اور بیرون ملک ہزاروں مدارس و مساجد ہیں جن میں شیخ کے تلامذہ خدمت قرآن و سنت سرانجام دے رہے ہیں۔ میں نے برطانیہ۔ متحدہ عرب امارات، لیبیا، انڈیا، سعودی عرب، بنگلہ دیش کا سفر کیا ہے مجھے ہر ملک میں شیخؒ کے تلامذہ ملے ہیں جو توحید و سنت کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

ناراض نہ ہوں کام کریں

میرے بعض دوست میری اس تحریر کو مبالغہ آرائی سمجھتے ہوئے ناراض ہوں گے۔ انہیں ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں ان کی تسلی کے لیے عرض کروں گا کہ باطل طاقتیں بالخصوص رضا خانی راہب کھل کر توحید و سنت کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں اور وہ کھل کر اپنے مقصد شرک و بدعت کی تبلیغ کا محاذ بنائے ہوئے ہیں اور وہ کھل کر اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور کھل کر علمائے ربانی کی تکفیر کرتے ہیں۔ خطبہ جمعہ ہو یا عیدین۔ میلاد ہو یا عرس کوئی موقع ایسا نہیں ہوتا جس میں ان کی تقریروں میں مصلحت اور رواداری کو ملحوظ رکھا گیا ہو وہ کھل کر بات کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے عوام بھی اسی رنگ میں ڈھل جاتے ہیں جو وہ ہر جمعہ کو ہر عید کو سنتے ہیں اس لیے ان کے عوام کا بھی وہی عقیدہ بن جاتا ہے جو ان کے راہبوں کا ہوتا ہے اس کے برعکس جو لوگ حق پر ہیں ہوا اپنے جمعہ، عیدین، اجتماعات میں کبھی کھل کر عقیدہ توحید نہیں بیان کرتے۔ شرک و بدعت کے مسئلہ کے مضرات نہیں بیان کرتے اعتصام سنت پر زور نہیں دیتے۔ اہل شرک اور بدعت کی نجاستوں سے الگ رہنے کی تلقین نہیں کرتے اس لیے اس کا بھی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ صاف ہے

رضا خانی راہبوں کے مقتدی ان کے ہم عقیدہ ہوتے ہیں اور آپ کے امام و خطیب کا عقیدہ

اور ہوتا ہے اور مقتدیوں کا عقیدہ اور ہوتا ہے جب اہل بدعت ہماری کسی مسجد پر قبضہ کے لیے آتے ہیں تو سب سے پہلے اس خطیب کے مقتدی ہتھیار ڈالتے ہیں کہ چلو جی یہ بھی مسلمان اور آپ بھی مسلمان ہم نے تو نماز پڑھنی ہے ہم کیوں محلے اور علاقے میں انتشار پیدا کریں۔ آپ امام و خطیب نہ سہی تو آنے والے حضرت مولانا عبدلدا ہم ہی سہی۔

بس مسئلہ ختم .... مسجد بھی گئی عقیدہ بھی گیا۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے حضرت شیخ القرآن پر کہ انہوں نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ الگ کر دیا۔ اور اپنے طالب علم کو عقیدہ توحید وسنت میں اس قدر پختہ کر دیا کہ اس کی جان چلی جائے گی مگر عقیدہ متزلزل نہیں ہوگا اس کے حلقہ اثر میں جس قدر لوگ ہوں گے پکے ہوں گے اور لوہے کے چنے ہوں گے۔ طلباء اور علماء رضا خانی راہبوں کے ستم رسیدہ ہیں انہیں تو جہاں سے تریاق ملے گی وہیں سے لیں گے۔ آپ ہیں کہ مرض کا علاج بھی نہیں کرتے اور تریاق بھی نہیں دیتے اور دوائی بھی نہیں پلاتے اور ویسے یہ تسلیاں دیتے چلے جا رہے ہیں۔ بس صبر کرو ابھی ٹھیک ہو جائے گا اس طرح آپ ہی بتائیں کہ آپ کس طرح وقت کے فتنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آیئے باطل کا علمی قوتوں سے مقابلہ کیجئے۔ شرک و بدعت، رفض، قادیانیت، انکار حدیث ان فتنوں کے ساتھ ساتھ اسلام دشمن قوتوں کا ایمان کی طاقت سے مقابلہ کیجئے۔ خواہ مخواہ ناراض نہ ہوں۔ کام کریں وقت نکلتا جا رہا ہے آپ کے اکابر کی وراثت اگر آپ نہ سنبھال سکے تو اللہ کسی اور قوت کے سپرد کر دیں گے جو امین بھی ہوگی اور اہل بھی ہوگی۔ قوی بھی ہوگی۔

دوڑ و زمانہ چال قیامت کی چل گیا

سواد اعظم اہلسنت اور شیخ القرآن

پاکستان میں رضا خانی راہبوں کا یک ٹولہ ہمیشہ تخریب کاری میں مصروف رہتا ہے ہر شہر میں تکفیر کی گرم بازاری کر رکھی ہے علمائے دیوبند ان کے مشق ستم ہیں ان کو علمائے دیوبند کی مخالفت کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔ اسی پر ان کی تمام مذہبی کاروبار کا انحصار ہے اور یہی ان کے حلوے مانڈے اور پیٹ کے جہنم کو پر کرنے کا ذریعہ ہے۔

کاررراہب فی سبیل اللہ فساد قادیانی، رافضی، منکر حدیث اور بے دین ملحد سے ان کا یارانہ ہے اورحرام ہے کہ ان کے منہ سے ایک حرف بھی ان باطل فتنوں کے خلاف نکل جائے۔

یہ رضا خانی راہب کبھی مسئلہ ختم نبوت نہیں بیان کرتے انہوں نے کبھی قادیانی فتنہ کے خلاف ملک میں کوئی کنونشن نہیں کیا صحابہ پر تبرا ہوتا رہے ان کی بلا سے۔ان کو تو بس دیو بند ہی سب سے زیادہ خطرناک نظر آتا ہے۔

مدارس ان کے نہیں ہیں۔تعلیم انکے ہاں نہیں ہوتی۔اسلامی قدروں کا تحفظ ان کے ہاں نہیں ہوتا۔ یہ رات دن غریب عوام کو مذہب کے نام پر دھوکہ دے کر لوٹتے ہیں۔اور پھر ستم یہ ہے کہ اس کھلی رہزنی کے بعد یہ اہل سنت کہلانے پر بھی اصرار کرتے ہیں حالانکہ ہر سنت کے مقابلے میں انہوں نے ایک بدعت ایجاد کر لی ہے اور عوام کو سنت کی بجائے بدعت پر عمل کرانے کے لیے خطابت کا پوراز ورصرف ہوتا ہے

بر عکس نہند نام زنگی کافور

ملک عزیز میں وقتاً فو قتاً رضا خانی کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کئے رکھتے ہیں اس سے بہت پہلے انہوں نے وطن عزیز کو تکفیر کی بھٹی میں جھونک دیا الحمد اللہ اس وقت بھی اس فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا گیا ۔اور انکو اپنے کیئے کی پوری ملت اسلامیہ نے سزا دی۔ شیخ القرآن اور آغا شورش کاشمیری اور راقم الحروف نے اس فرقہ کے راہبوں کو للکارا اور ان کے غرور کو اللہ کے فضل سے خاک میں ملا دیا۔ اب پھر اس فتنہ تکفیر کے بازی گروں نے سر اٹھایا اور ملک بھر میں پھر وہی انتشار اور اشتعال کی فضا پیدا کر دی اور ہر طرف اہل حق پر جارحانہ حملے اور توہین و تنقیص کا بازار گرم کر دیا۔اس میں ملک کے بڑے بڑے جفادریوں نے بھرپور حصہ لیا۔جس میں نورانی میاں نے خاص کردار ادا کیا۔اہل حق نے پھر مظلوم علمائے ربانی اور اسلامی سچی اقتدار کے لیے ایک سٹیج پر متحد ہو کر ان راہبوں کا مقابلہ شروع کرنے کی سوچ بچار شروع کر دی چنانچہ میں نے حضرت شیخ القرآن کی خدمت میں عرض کیا کہ رضا خانی راہبوں نے پھر جھوٹ اور تلبیس کا بازار گرم کر کے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے ان کا فوری نوٹس لینا چاہیے اور اہل حق کی تمام جماعتوں کے سربراہوں سے مشورہ

کر کے ایک کنونشن طلب کیا جائے جس میں اس فتنہ تکفیر کے بازی گروں کا احتساب کیا جائے۔ حضرت شیخ القرآن اور میرے درمیان طے پایا کہ اس بات کو ابھی سے آگے بڑھایا جائے چنانچہ ان دنوں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں داخل تھے۔ اور ڈاکٹر ان کا بہت محبت سے علاج کر رہے تھے ہم نے فیصلہ کیا کہ اس مبارک کام کا آغاز حضرت مفتی صاحب کی ملاقات ہی سے کیا جائے۔ اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ سے مشاورت بھی ہو جائے گی اور آغاز بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ راقم الحروف اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا عبد الستار صاحب توحیدی حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے ہسپتال چلے گئے۔ حضرت مفتی صاحب بڑے تپاک سے ملے اور دیر تک مختلف مسائل اور حالات حاضرہ پر آپ سے گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت مفتی صاحب نے ہماری اس رائے کو بہت پسند فرمایا اور طے پایا کہ تمام دیو بندی جماعتوں کے سربراہ اور اہل حدیث کی مختلف تنظیموں کو حضرت شیخ القرآن کی طرف سے دعوت نامہ جاری کیا جائے اور شیخ محمد شریف صاحب کے مکان پر راولپنڈی میں میٹنگ رکھ لی جائے جس میں اہل بدعت کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے ایک فعال جماعت وجود میں لائی جائے۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی دعا پر یہ مجلس برخاست ہوئی اور حضرت شیخ القرآن سے طے شدہ پروگرام کے مطابق دیو بندی جماعتوں اور اہل حدیث جماعت کے راہنماؤں کو دعوت نامے جاری کر دیئے۔ حضرت شیخ القرآن کی دعوت پر تمام جماعتوں کے راہنما اور سر برآوردہ شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب باوجود انتہائی بیماری کے بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ اور اس عظیم اجتماع میں شرکت فرما کر اجلاس کی صدارت فرمائی تمام مہمانوں نے فتنہ تکفیر اور شرک و بدعت کے استحصال کے لیے بھرپور جدو جہد کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور ایک متحدہ پلیٹ فارم قائم کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا۔ پورے ہاؤس نے مفتی صاحب کے اس جماعت کے تجویز کردہ نام کو نہ صرف پسند کیا بلکہ اس کی توثیق وتائید کرتے ہوئے اس جماعت کا نام سواد اعظم اہلسنت پاکستان رکھ دیا گیا، کسی اختلاف کے بغیر مفتی صاحبؒ نے مختلف حضرات کے نام مختلف منصب تجویز کر کے متفقہ طور پر ان کا اعلان

کر دیا چنانچہ جو نام مختلف عہدوں کے لیے تجویز کر کے متفقہ طور پر منظور کئے گئے وہ حسب ذیل تھے:

صدر..............................میاں سراج احمد صاحب دین پوری

نائب.......................مولانا عبدالقادر روپڑی

نائب صدر......................مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری

نائب اعلیٰ......................شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں

ناظم اعلیٰ.......................راقم الحروف محمد ضیاء القاسمی

ناظم دوم......................مولانا محمد لقمان علی پوری

خازن....................جناب میاں فضل حق صاحب جمعیۃ الحدیث

یہ اجلاس عصر تک جاری رہا اور اس کی تشکیل پر حضرت مفتی صاحب نے بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا اور آخر میں علمائے حق کی حقانیت اور ماضی میں ان کی شاندار خدمات پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ اور سواد اعظم اہلسنت کے عہد یداروں کو مبارک باد دیتے ہوئے انہیں اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر کام کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا اور دعا کے ساتھ اس تاریخی مجلس کا اختتام ہوا اور شیخ محمد شریف صاحب نے معزز مہمانوں کو استقبالیہ دیا۔

اس طرح سواد اعظم اہلسنت کی تشکیل عمل میں آئی۔ تمام جماعتوں کے سربراہوں نے بیٹھ کر ایک ٹیم ترتیب دی جس کی ذمہ پورے ملک کا دورہ کر کے سواد اعظم کی تشکیل کو زور دار طریقے سے شروع کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ القرآن نے راولپنڈی کے ایک ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس بلوائی جس میں پورے پریس کو مدعو کیا گیا۔ اس وقت جو حضرات پنڈی میں موجود تھے وہ بھی پریس کانفرنس میں شریک ہوئے اور دوسرے دن تمام ملک کے اخبارات میں سواد اعظم اہلسنت کے معرض وجود میں آنے کی خبر چھپ گئی اور اہل حق میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور ملک سے سواد اعظم اہلسنت کی تشکیل کا خیر مقدم کیا گیا اور حضرت شیخ القرآنؒ کو بذریعہ ٹیلیگرام خطوط اور زبانی لاکھوں اہل حق نے تعاون کا یقین دلایا۔ اس خیر مقدم سے ہمارے حوصلے بھی جوان ہو گئے

اور حضرت شیخ کی صدارت میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ سواد اعظم اہلسنت کے مرکزی قائدین کا ایک وفد حضرت شیخ القرآن کی سربراہی میں چاروں صوبوں کا دورہ کرے گا۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل علمائے کرام شریک ہونگے

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب قائد وفد

محمد ضیا القاسمی ☆ مولانا محمد لقمان علی پوری ☆ مولانا عبد الشکور دین پوری ☆ مولانا میاں فضل حق صاحب

کراچی، پشاور، کوئٹہ، لاہور چاروں صوبوں کے ہیڈ کوارٹرز پر پریس کانفرنس اور جماعت سازی کا کام بھرپور انداز سے شروع کیا گیا۔

کراچی: صوبہ سندھ کا ہیڈ کوارٹرز ہے وہاں پر بنوری ٹاؤن میں مقامی سواد اعظم اہلسنت کے دوستوں نے ایک بھرپور کنونشن رکھا اور رات کو بنوری ٹاؤن کی جامع مسجد میں ہی ایک کھلا جلسہ رکھا گیا۔ مولانا سلیم اللہ خان، مولانا اسفند یار خان اور علمائے کرام نے سواد اعظم اہلسنت کے مرکزی قائدین کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا۔ اور پوری کراچی میں سواد اعظم کی تشکیل کا عہد کیا اور مرکزی قائدین کو ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا اس طرح پورا دن کراچی میں اہل حق میں ایک گہما گہمی رہی۔ کراچی کے اہل حق کی صفوں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور توحید و سنت کے احیاء اور رضا خانی راہبوں کے پیدا کردہ فتنہ تکفیر کا سختی سے محاسبہ کیا گیا۔ رات کو تمام مقررین کے بعد حضرت شیخ القرآن نے ایک تاریخی تقریر فرمائی اور اس میں اعلان فرمایا کہ توحید و سنت کے عقیدہ کے تحفظ کے ساتھ ساتھ فتنہ پرور راہبوں کا پورے ملک میں تعاقب کیا جائے گا اور اس کے لیے میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔

حضرت شیخ القرآن کی اس تاریخی تقریر سے علماء و طلبا کو ایک عظیم ولولہ اور حوصلہ ملا اس طرح سندھ کے مرکز میں سواد اعظم کا کام پورے زور شور سے شروع کر دیا گیا، اسی سفر میں مولانا سلیم اللہ خاں کو حضرت شیخ القرآن نے میرے مشورہ سے سواد اعظم اہلسنت پاکستان کا مرکزی سیکرٹری اطلاعات نامزد کر دیا۔

جس کو مولانا سلیم اللہ خاں نے بخوشی قبول کر لیا۔

سندھ میں مرکزی قائدین سواد اعظم حیدر آباد، نواب شاہ اور سکھر بھی تشریف لے گئے اس وفد میں مولانا قاری نور الحق صاحب ایڈووکیٹ ملتان بھی شامل کر لیے گئے اور حضرت شیخ القرآن نے مولانا محمد قاری نور الحق صاحب کو سواد اعظم اہلسنت کا مشیر قانونی مقرر فرما دیا مولانا محمد لقمان علی پوری مولانا قاری نور الحق صاحب اور راقم الحروف اس دورہ میں شیخ القرآن کے ساتھ رہے مولانا احسان اللہ فاروقی اور مولانا قاری حماد اللہ صاحب کو بھی اس دورہ میں حضرت شیخ القرآن کی خواہش پر شامل کر لیا گیا سندھ کے اس ایک دورہ ہی سے نورانی میاں اور ان تکفیری پارٹی کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے عجیب بوکھلاہٹ کے ثبوت دیئے۔ اپنا ان کا ہفت روزہ صرف سواد اعظم اہل سنت کے قائدین کی دینی ملی سرگرمیوں کے لیے وقف ہو گیا اور پسپائی کا انداز ااختیار کر لیا۔

اس دورے میں مختلف مقامات پر مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری باوجود وعدہ کے تشریف نہیں لائے لوگوں نے ہم سے دریافت کیا مگر ہمیں تو ان کے تشریف نہ لانے کی وجوہات معلوم نہیں تھیں اس لیے ہم نے تو لاعلمی کا اظہار کر دیا اور تمام دورے میں اسی لاعلمی کا اظہار کرتے رہے مگر جب دورے سے واپس پنجاب پہنچے تو دوستوں نے مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری سے اس دورے میں تشریف نہ لانے کی وجوہات دریافت کیں تو مولانا عبد الشکور صاحب نے جواب میں وضاحت فرمائی کہ چونکہ مرکزی قائدین کے دورے میں میرا نام بطور صدر مجلس رکھا گیا تھا۔ یہ میری جماعت کے ناظم صاحب کو پسند نہیں تھا اس لیے انہوں نے اس دینی کام میں مجھے شرکت سے روک دیا اور اس طرح ایک جماعت کے صدر و ناظم باہمی رقابت کا شکار ہو کر ایک دینی خدمت سے محروم ہو گئے اور پھر حضرت شیخ القرآن کی بار بار یاد دہانیوں کے باوجود مولانا عبد الشکور صاحب دین پوری اور ان کے ناظم کہیں بھی شریک نہیں ہوئے۔

اے کاش یہ لوگ دین کو ذاتی تشہیر کی بجائے قلبی تطہیر کا ذریعہ بناتے

..................یا اسفی..................

سچ پوچھیے تو حضرت شیخ القرآن نے باوجود دل کے مریض ہونے کے اس جانفشانی اور خلوص

سے سواداعظم اہل سنت پاکستان کی تحریک کوزندہ کیا کہ پورا ملک حضرت شیخ القرآن کی آواز پر ایک آواز ہوگیا۔اور ہر طرف توحیدوسنت کا غلغلہ بلند ہوگیا۔

کوئٹہ بلوچستان کا مرکزی ہیڈ کوارٹرز ہے سواداعظم اہل سنت کے مرکزی قائدین حضرت شیخ القرآن کی قیادت میں جب کوئٹہ پہنچے تو آپ کا ہزاروں علماء طلباء اور عوام نے والہانہ استقبال کیا کوئٹہ میں پریس کانفرنس ہوئی مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا عبدالقادر صاحب مولانا عبدالواحد صاحب اور کوئٹہ کے نامور علمائے کرام نے شیخ القرآن کے لیے اپنے قلب ونظر فرش راہ کردیئے۔

فیاض صاحب جو ہمارے مخلص دوست ہیں انہوں نے پریس کانفرنس کا اہتمام کیا اور پریس اوراخبارات میں اس وفد اور شیخ القرآن کی تشریف آوری کو اہمیت دلائی گئی۔

خقندار

ان مقامات پر حضرت شیخ القرآن کے تاریخی استقبال ہوئے۔ان کی یاد اب تک تازہ ہے ان روح پرور مناظر سے معلوم ہوا کہ اہل حق کس طرح اپنے مسلک کے کام کے لیے بے چین ہیں مگر قیادتیں ہمیشہ ان کو مایوس کرتی ہیں۔ بڑی عمر کے بوڑھے علماء شیخ القرآن کو نہایت ادب واحترام سے ملتے۔تو میں حیران ہوکران سے پوچھتا تو فرماتے کہ ہم حضرت شیخ القرآن کے شاگرد ہیں ہم نے حدیث حضرت مدنی سے پڑھی ہے اور تفسیر قرآن حضرت شیخ القرآن سے پڑھی ہے دورہ بلوچستان میں مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ القرآن کے ہزاروں شاگرد ہیں جو اپنے اپنے علاقے کے شیخ اور محدث ہیں اور دن رات مساجد ومدارس میں دین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بلوچستان کے تمام دورے میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب مثر دوی مہتمم جامعہ رشیدیہ کوئٹہ ہمارے ہمراہ رہے اوران کی رفاقت سے ہمارا سفر اور بھی پرلطف ہوگیا۔الحمدللہ پورے بلوچستان میں سواداعظم اہل سنت کی تشکیل ہوگئی اور پورے صوبے میں توحیدوسنت کے کام کی روح بیدار ہو گئی اس کا تمام تر سہرا حضرت شیخ القرآن کے سرجاتا ہے۔انہی کی محنتیں اورانہی کی کاوشیں رنگ لائیں کہ ایک مرتبہ پھر پورے پاکستان میں توحیدوسنت کی خوشبو پھیل گئی شیخ القرآن نے دن رات کرکے پورے ملک کے عوام، علما،طلباء کوایک پلیٹ فارم پر متحد کردیا اور پورا ملک شیخ القرآن کی

اس بھرپور جدوجہد سے بیدار ہوگیا اور شیخ کی تحریک کو اپنے دلی جذبات کی آئینہ دار قرار دینے لگا۔

اسی طرح پنجاب لاہور میں جامعہ اشرفیہ میں ایک عظیم کنونشن ہوا۔ جس میں دو ہزار کے لگ بھگ علماء شریک ہوئے۔ لارڈ ہوٹل میں حضرت شیخ القرآن نے ایک پریس کانفرنس کو خطاب فرمایا اور آپ کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ اس طرح پشاور اور گردونواح میں ایک ولولہ انگیز تحریک پیدا ہوگئی۔ لاہور۔ ملتان۔ بہاولنگر۔ وہاڑی۔ فیصل آباد۔ ساہیوال۔ رحیم یار خاں ملک کے مختلف علاقوں میں حضرت شیخ القرآن خود تشریف لے گئے اور علمائے دیوبند کو پھر ایک تازہ ولولہ اور حوصلہ عطا کیا۔

فتنہ تکفیر جو رضا خانی راہبوں کا پیدا کردہ تھا اس کی اس قدر موثر سرکوبی ہوئی کہ نورانی میاں نے خود حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے شکایت کی اور انہیں لجاجت سے کہا کہ شیخ القرآن اور ان کے رفقاء کو روکا جائے انہوں نے ہمارے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا ہے یہی احساس تھا جو سواد اعظم ان راہبوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے جن کے غرور اور نخوت سے چال چلن بگڑ گئے تھے۔ الحمد للہ حضرت شیخ القرآن نے سواد اعظم اہل سنت کے سٹیج سے وابستہ مقاصد کو پوری قوت سے برادران وطن کے سامنے پیش کر کے انہیں ایک روشن راستے پر ڈال دیا۔ سواد اعظم کی تحریک جوں جوں آگے بڑھتی گئی کچھ مقدس چہرے بھی اس کی خداداد مقبولیت سے گھبرا گئے اور انہوں نے اس کو ناکام کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حالانکہ یہ تحریک انہی مقدس چہروں کا تحفظ وتقدس چاہتی تھی۔ لیکن پاکستان کے علماء، طلبا، عوام دل و جان سے سواد اعظم کے پروگرام کے گرویدہ ہو گئے اس لیے چند افراد تو ضرور پس منظر میں چلے گئے اکثریت نے جان و دل سے سواد اعظم کے اس پروگرام کا ساتھ دیا اور حضرت شیخ القرآن پر بے پناہ اعتماد کیا جس کی وجہ سے اہل بدعت کی کمر ٹوٹ گئی اور رضا خانی راہب بلوں میں گھس گئے حضرت شیخ القرآنؒ نے اس آڑے وقت میں بھی علمائے حق کی آبرو بچائی اور دشمن کی تمام طوفانی تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور دشمن تتر بتر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ملت اسلامیہ توحید وسنت کے ترانوں سے گونج اٹھی۔ یہ عزت حضرت شیخ القرآن کے حصے میں آئی کہ انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمود

صاحب قدس سرہ کے حسب ارشاد اپنے رفقاء کے ساتھ ملک میں ایک تازہ بہار کو جنم دیا حضرت مفتی صاحب نے ایک ملاقات میں ان لوگوں کی پرزور مذمت فرمائی جنہوں نے سواد اعظم اہل سنت سے عدم تعاون کیا یا در پردہ اس کی مخالفت کی حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض دوستوں نے مجھے بھی سواد اعظم کی تشکیل کرانے میں سخت سست کہا مگر میں نے پروانہیں کی اور پرواہ بھی کیوں کرتا جبکہ دین کا یہ کام بھی نہایت اہم تھا اور وقت کے شدید تقاضا کے مطابق اس کو شروع کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے الشہاب الثاقب خالص مسلک کے دفاع میں اس وقت لکھی جب متحدہ ہندوستان میں حضرت خود انگریز کے خلاف بھرپور جہاد کر رہے تھے۔

اگر حضرت مدنی اس دور میں بھی مسلک کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور رضا خانی راہبوں کا محاسبہ ساتھ ساتھ جاری رکھتے ہیں تو حضرت مدنیؒ کے پیروکار بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مسلک کی حفاظت کریں گے حضرت مفتی صاحب کے اسی رویہ کی وجہ سے جمعیۃ علمائے اسلام کے حلقوں نے بھی سواد اعظم اہل سنت کے ساتھ بھرپور تعاون جاری رکھا اور کسی مخالف آواز کی پرواہ نہ کی۔

اے کاش باطل فتنوں کی سرکوبی کے لیے ہمیشہ اہل حق کی سوچ وہی جو جائے جو ہمارے اکابر کی تھی انشاء اللہ ان ٹوٹے ہوئے تنکوں سے ہی ایک مضبوط آشیانہ بن سکتا ہے حضرت مولانا شیخ القرآن غلام اللہ خاں کے تلامذہ نے بھی جماعت کے پروان چڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اور حضرت شیخؒ کی آرزؤں کو پورا کیا۔ حضرت شیخ القرآن کی سواد اعظم اب تک زندہ ہے اور ملک بھر میں اس کی شاخیں ہیں اور اسے ہی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور سواد اعظم اہل سنت ایک رجسٹر جماعت ہے اس کے نام سے کسی فرد یا گروہ کو مفادات حاصل کرنے اور اغراض کے سودے کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

دیوبندی اتحاد اور شیخ القرآن

یہ بات میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن کو علمائے دیوبند کی مختلف

جماعتوں کے باہمی اختلاف پر شدید رنج تھا اور وہ ہمیشہ اس پر دکھ کا اظہار کیا کرتے تھے اگر کبھی کسی طرف سے اتحاد کی بات ہوتی تو انہیں بہت خوشی ہوتی اور اس کے لیے خود پیش قدمی کے لیے تیار ہوتے دیو بندی مختلف جماعتوں کا آپس میں اختلاف کوئی اصولی تو ہے نہیں بس یہی طریق کار کا اختلاف ہے یا باہمی غلط فہمیاں اور رنجشیں۔ البتہ اشاعت توحید وسنت سے علمائے دیو بند کو چند مسائل کا اختلاف ہے وہ ایسا نہیں ہے جسے بیٹھ کر باہمی خوشگوار فضا میں حل نہ کیا جا سکے۔ لیکن بعض گوشے یا افراد اس اختلاف کو اپنی انا یا ہٹ دھرمی کا مسئلہ بنا کر ہوا دیتے رہتے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ القرآنؒ اپنی جماعت کے ساتھ اختلاف کو بھی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے کے خواہش مند تھے چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تشریف آوری پر مسئلہ حیات النبی کو جس خوش گوار ماحول میں حل کیا گیا اس میں بھی حضرت شیخ القرآن کی سلامتی طبع اور اعتدال پسندی کو بہت دخل تھا۔ اسی طرح دیو بندی جماعتوں میں اتحاد کے لیے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے ایک مرتبہ خانپور میں ایک اہم اجلاس بلایا جس میں تمام جماعتوں کے ساتھ حضرت شیخ القرآنؒ کو بھی دعوت دی گئی۔

حضرت شیخ القرآن نے مجھے فون کر کے پنڈی طلب فرمایا اور اس مسئلہ پر خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مولانا درخواستی صاحب پورے ملک میں میری اور میری جماعت کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں اور اس پر ان کا ایک عرصہ سے یہی معمول چلا آ رہا ہے جس کی وجہ سے میرے دل میں رنج بھی ہے اور غصہ بھی بہتر تھا کہ مولانا درخواستی اس اجلاس سے قبل مجھ سے ملاقات فرما لیتے اس سے بہت سے گلے شکوے بھی دور ہو جاتے اور خانپور کے اجلاس کا موضوع اور ایجنڈا بھی طے ہو جاتا اس کے بعد میں اپنی جماعت کے دوستوں سے مشورہ بھی کر لیتا اور پھر کھلے دل سے اجلاس میں شریک بھی ہو جاتا۔

اب صرف ایک چھپا ہوا دعوت نامہ رسمی طور پر میرے نام بھی آیا ہے اس پر میں اجلاس میں کیسے شرکت کروں جبکہ اجلاس سے قبل خوشگوار فضا اور ماحول بھی پیدا نہیں کیا گیا۔ حضرت شیخ القرآن کی خدمت میں میں نے عرض کیا کہ اگرچہ آپ کا ارشاد اور اعتراض اصولی طور پر درست

ہے کہ مولانا درخواستی کو اس بلانے سے پہلے آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ اور خود تشریف لاکر معاملہ کے تمام پہلوؤں پر آپ کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا لیکن اب اگر وہ ایسا نہیں کرسکے اور اجلاس خانپور ہر صورت میں ہوگا تو پھر آپ کو روائتی بلند حوصلگی اور وسعت ظرف کا مظاہرہ فرما کر خانپور کے اجلاس میں شرکت فرمانا چاہیے اس سے عوام خواص میں آپ کی عزت وعقیدت میں اضافہ ہی ہوگا اور شاید یہ اجلاس مستقبل کے لیے ایک تاریخ ساز کردار ادا کر جائے۔

حضرت شیخ مجھ پر بے حد شفقت فرماتے تھے آپ نے میری گذارش پر خانپور کے اجلاس میں شرکت کا وعدہ فرمالیا اور میں مطمئن ہو کر واپس چلا آیا۔ اجلاس سے تین دن پہلے شیخ کا میرے نام پیغام آیا کہ میری جماعت اور دوستوں نے فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ مولانا درخواستی صاحب ملک میں ہماری جماعت کے خلاف نفرت پھیلانے اور ہماری کردار کشی کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اب اس تلخی کو دور کیئے بغیر ایک فرمان جاری کر دیا ہے کہ خان پور شرکت کیجائے اس طرح آنے سے، بجائے فائدہ کے نقصان ہونے کا خدشہ زیادہ ہے اس لیے میں اپنی جماعت کے فیصلہ کے پیش نظر خانپور نہیں آؤں گا۔

میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی

کام کرنے والوں کو جن دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کا ہر کس و ناکس کو علم نہیں ہوتا ہمارے رفقاء اور بزرگ تو گھر پر بیٹھ کر تمام مسائل کا حل اپنے تصوراتی منصوبوں میں تلاش کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں مگر ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کے لیے اخلاص کی دولت اور ذاتی انا سے ہٹ کر کام کرنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے میں نے پھر اللہ کا نام لے کر اپنے نہایت ہی مخلص دوست حضرت مولانا عبدالستار صاحب تو حیدی کو ساتھ لے کر حضرت شیخ کو خانپور کے اجلاس میں شریک کرنے پر پوری توجہ مبذول کردی۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ یہی بار بار کا تقاضا آپ تو کرتے ہیں حالانکہ آپ خود اس اجلاس میں ایک فریق کی حیثیت سے شریک ہوں گے۔ یہی تقاضا اور اصرار تو مولانا درخواستی صاحب کو کرنا چاہیے تھا مگر انہوں نے ایک رسمی کارڈ کے سوا کوئی بات نہیں کی اور آپ ہیں کہ اصرار پر اصرار کئے جارہے ہیں۔

میں نے پھر جسارت کرتے ہوئے عرض کیا کہ اَب معاملہ مولانا درخواستی صاحب کا نہیں ہے بلکہ معاملہ دیوبند مکتب فکر کے عظیم اتحاد کا ہے اگر ملک کی تمام جماعتیں اس اجلاس میں شریک ہوکر عملی اتحاد کا مظاہرہ کرتی ہیں اور آپ کو شامل کرنے کے لیے وہ جماعتیں محنت کرتی ہیں اور آپ اس طویل وقفہ کے بعد پھر شمولیت فرماتے ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ من اول یوم آحق تقوم فيه.

میری گذارش کی مولانا عبدالستار صاحب تو حیدی نے بھر پور تائید کی اس طرح حضرت شیخ کو خانپور کے اجلاس میں شرکت پر آمادہ کرلیا گیا۔ یہ آپ کی وسعت ظرفی تھی اور آپ کا وہ اعتدال پسندانہ رویہ تھا جس کی وجہ سے ہمیشہ علمائے دیوبند ایک دوسرے کے قریب آئے۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اگر حضرت شیخؒ اس روز تشریف نہ لاتے تو ملک بھر کے اہل حق مایوس ہوتے اور اجلاس خانپور ناکام ہو جاتا اور اس میں یار لوگ بے پر کی اڑاتے اور تخریب کار حاسد جلے بھنے ہوئے لوگ پھر بغلیں بجاتے اور یہ کاروان دیوبند ایک بار پھر نشست اور انتشار سے بری طرح مجروح ہو جاتا حضرت شیخ نے مجھے فون پر فرمایا کہ میں فلاں فلائٹ پر راولپنڈی سے ملتان پہنچ رہا ہوں اور مولانا عبدالستار صاحب تو حیدی کو ریل پر بھیج رہا ہوں۔ میں نے عرض کر دیا کہ مولانا عبدالستار صاحب تو حیدی کو بھی طیارہ پر ساتھ ہی لے آئیں ٹکٹ میری طرف سے ہو جائے گا اس طرح حضرت شیخؒ کی اس اطلاع کے بعد میری جان میں جان آئی اور مجھے عید کی خوشی جیسی مسرت ہوئی حضرت شیخ حسب وعدہ ملتان تشریف لے آئے مولانا عبد الستار صاحب تو حیدی انکے ہمراہ تھے ملتان سے مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اور سید منظور احمد شاہ صاحب بھی ہمراہ ہو گئے اور اہل حق کا یہ قافلہ بہت ہی محبت و پیار کی فضا میں ملتان سے بذریعہ کار خانپور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اور حضرت شیخ القرآن مختلف امور پر مذاکرات کرتے رہے اور راستے میں نمازیں پڑھتے اور چائے پیتے پلاتے بہت ہی خوشگوار فضا میں سفر طے ہوتا گیا اور نماز مغرب کے بعد خانپور کے قریب ظاہر پیر پہنچ گئے۔ ظاہر پیر پہنچے تو دیکھا کہ سینکڑوں سکوٹر کاریں اور ویگنیں حضرت شیخ القرآن کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ جونہی ہماری کار پر

ہجوم کی نظر پڑی حضرت شیخ القرآن زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحیم یارخاں والے اپنی جماعت کے ہمراہ ظاہر پیر ہی پہنچ گئے اورحضرت شیخ نے شفقت سے انہیں بھی اپنے ہمراہ کار میں بٹھا لیا۔ یہ قافلہ توحید وسنت جونہی خانپور کے قریب پہنچا تو اورقافلے بھی اس میں شریک ہوگئے۔

حضرت مولانا غلام ربانی صاحب جوحضرت شیخؒ کے خصوصی دوستوں میں شامل تھے وہ بھی تشریف لے آئے۔حضرت مولانا قاری حماد اللہ صاحب حضرت مولانا عبد الصبور صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اوران کے رفقا بھی جوشیخ سے خاص محبت وعقیدت رکھتے تھے تشریف لے آئے اورشہر سے تو ہزاروں انسان شیخؒ کے استقبال کے لیے سڑکوں پر نکل آئے ۔یوں حضرت شیخ القرآن کا استقبال خانپور میں ایک تاریخی حیثیت اختیار کرگیا۔

طلباء اور علماء تو شیخ پر پروانہ وار نچھاور ہورہے گے یہ سب برکات تھیں شیخ القرآن کے مسئلہ توحیدوسنت پر جان فدا کرنے کی۔

حضرت شیخ نے جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید عوام وخواص کے دلوں میں بٹھائی تھی آج اسی پروردگار عالم نے شیخؒ کو مرجع عوام وخواص بنادیا۔حضرت شیخ کی گاڑی جونہی مخزن العلوم میں داخل ہوئی تو ایک ہجوم ٹوٹ پڑااور بہت مشکل سے دوستوں نے گھیرے ڈال کر پوری قوت صرف کرکے ہمیں قیام گاہ تک پہنچایا۔اس طرح توحید وسنت کا متوالا اورشرک وبدعت کے لیے سیف بے نیام اور علمائے دیوبند کی عزت وآبرو پر مر مٹنے والا یہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اس کانفرنس کا چیف گیسٹ بن گیااورعوام خواص نے حضرت شیخؒ کی تشریف آوری پر بہت ہی مسرت کا اظہار کیا۔کانفرنس کے کھلے اجلاس بھی تھےاور بند کمروں میں خاص میٹنگیں بھی تھیں۔خاص میٹنگیں توکسی مربوط فکر اور ایجنڈا نہ ہونے کی وجہ سے کسی تاریخی فیصلہ تک نہ پہنچ سکیں۔مگران کا ایک زبردست فائدہ ضرور ہوا کہ تمام روٹھے ہوئے ایک دوسرے کے گلے مل گئے۔

جب حضرت شیخ القرآن اورحضرت درخواستی گلے ملے تو پورے ہاؤس پر ایک رقت طاری تھی اوراس محبت وپیار کی فضا پر ہر شخص بہت ہی مسرور نظر آتا تھا مفکر اسلام حضرت مفتی محمود صاحب بھی

بیماری کے باوجود تشریف لے آئے اور آپ نے نہایت ہی درد میں ڈوبی ہوئی اور فکر انگیز تقریر فرمائی جس سے فضا میں سکون واطمینان کی لہر دوڑ گئی۔اس طرح خانپور کے اجلاس میں دیوبندیوں کوایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی جوکوشش کی گئی تھی اس میں شیخ القرآن نے اپنا تاریخی کردارادا کیا۔رات کے اجلاس میں شیخ القرآنؒ نے تاریخی تقریرفرمائی اوراس وقت پنجاب کا گورنرسوار خان تھاجواہل بدعت سے ملی بھگت کرکےاہل حق کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا۔حضرت شیخ نے اپنے مخصوص لہجے میں اس کوللکارااورفرمایا کہ صدرصاحب ایک ماہ کے اندراندرسوارخاں کا بوریہ بستر گول کردو ورنہ پورے ملک میں سوارخاں کے خلاف تحریک چلائی جائے گی۔ابھی ہفتہ بھی نہ گزراتھا کہ گورنرسوارخاں کا بوریہ بستر گول کردیا گیااورایک درویش کی آواز کوخدانے عزت بخشی اورایک اکڑے ہوئے حاکم کی گردن توڑ دی گئی۔

خانپور سے واپسی پر کارسوار ہوتے وقت مجھے گلے لگا کر دیر تک دعائیں دیتے رہےاورفرمایا کہ سواداعظم کی تنظیم وتشکیل کوجاری رکھنا توحید وسنت کے گلشن کی بہاروں کواداس نہ ہونے دینااور میں عمرے پر دودن کے بعد چلا جاؤں گا واپسی پرفوراً آپ کو پنڈی بلاؤں گا۔اور باہمی مشورے سے مستقبل کا خاکہ ترتیب دیں گے۔

میں منتظرہوں اورحضرت شیخ آج تک عمرے پر گئے ہوئے واپس نہیں ہوئے۔گلشن بھی اداس ہےاور بہاریں بھی اداس ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بچھڑا جو کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص پورے شہر کو ویران کر گیا

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کا

سفرِ آخرت

ابوظہبی میں

آخری دیدار

متحدہ عرب امارات کے علماء معززین اور ڈاکٹروں کے

تاثرات ومشاہدات

............از قلم............

خطیب پاکستان **مولانا محمد ضیاء القاسمی** صاحب

جنرل سیکرٹری تنظیم اہلسنت پاکستان ومہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد

............الناشر............

مکتبہ قاسمیہ اے بلاک غلام محمد آباد کالونی فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حضرت شیخ القران مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں فرزندانِ توحید کی محبت وعقیدت کا مرکز تھے، مرحوم نے عمر بھر اشاعت توحید وسنت کے لیے جو محنت کی اس کی خوشبو سے آج بھی پورا عالم اسلام معطر ہے۔ دنیا کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں حضرت شیخ القرآن کے تلامذہ موجود نہ ہوں۔

فکر ولی اللہی کی زندہ تصویر............ جہاد شاہ اسماعیلؒ کا بے مثال جرنیل ....اکابر علما دیوبند کی دینی تحریک کا نڈر اور بیباک مبلغ............ ایک حسین وجمیل ....سراپا اخلاص و ایثار......توحید وسنت کا شیدائی......دین کے لیے عزیمت واستقلال کا مجسمہ............گمراہوں اور شرک و بدعت کے متوالوں کو راہِ ہدایت دکھانے والا شیخ القرآنؒ ہم سب کو اداس اور تنہا چھوڑ کر عالم جاودانی کو رخصت ہو گیا............انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخؒ کی اچانک وفات فرزندانِ توحید وسنت کے لیے ایک عظیم المیہ اور نا قابل تلافی نقصان تھا جس سے دل آرزدہ تھے ہمتیں جواب دے چکی تھیں۔ پورا عالم سوگوار تھا، ہر ملک ہر شہر ہر قریہ اور ہر بستی میں تعزیتی اجلاس دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن پاک کا سلسلہ جاری تھا۔ لاکھوں انسان انکی وفات کی خبر سن کر دل گرفتہ ہو کر رہ گئے راولپنڈی کے بازار بند ہو گئے۔ پاکستان بھر میں صف ماتم بچھ گئی پورے ملک سے علما، سیاسی راہنما، عوام وخواص ہزاروں کی تعداد میں راولپنڈی کا رخ کر رہے تھے، لیاقت باغ جو شیخ القرآنؒ کی خطیبانہ جادو اثر آواز سے ہر عید پر مسرت وانبساط لیے آنے والوں کا استقبال کیا کرتا تھا۔ اس اچانک سانحہ پر اپنا گریبان چاک کر چکا تھا اس نے اپنا سینہ ہر آنے والے کے لیے کھول دیا تھا اور وہ ہر آنے والے کو

صدا دیتا تھا کہ آیئے! میرے سینہ پر اس مفسر کی نماز جنازہ کے لیے صفیں باندھیے جو کبھی یہاں سے باطل قوتوں کو للکارتا اور ارباب اقتدار کو جھنجوڑتا تھا۔ اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں شامل کیجئے جو اس خادم توحید وسنت کے لیے آپ کی زبان اور دل سے نکلے گی۔

لیاقت باغ آج ہر مکتب فکر کے علماء اور عوام کے لیے کھلا ہے صدر پاکستان ایک بوریا نشین فقیر کے جنازے کو کندھا دینے کے لیے بے قرار ہے عوام کے ہجوم اور دھکم پیل سے بے پرواہ ہو کر آگے بڑھتا ہے اور نمناک آنکھوں سے جنازے کو کندھا دیتا ہے۔ یوں ایک شہنشاہ کو ایک فقیر کے جنازے کے ساتھ دیکھ کر قدرت خداوندی کا ایک عجیب سا منظر آجاتا ہے اور زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ خدا کے نام پر مر مٹنے والے یوں دلوں پر بادشاہی کرتے ہیں۔

چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کی صرف صدر مملکت ہی نہیں بلکہ لاکھوں عقیدت مند آہوں اور سسکیوں کے ساتھ اپنے پیارے راج دلارے قائد اور محبوب راہنما کو رخصت کررہے ہیں۔

وبیقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

عالمی تشریاتی ادارے، بی بی سی لندن، ریڈیو پاکستان، ٹی وی اور اخبارات نے نمایاں اور شہ سرخیوں کے ساتھ حضرت شیخ القرآن کی وفات کی خبر نشر کیں، اداریے تحریر کیے ان کی بہادری جرات، باطل شکن خطابت اور ملی اسلامی تحریکوں میں انکی بے مثال عزیمت واستقلال پر خصوصی مضامین لکھ کر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا............ آج بھی ہر زبان پر شیخ القرآن اور ان کی توحید و سنت کے لیے قربانیوں کے تذکرے موجود ہیں پورا ملک ان کے لیے دعا گو اور ان کی مجاہدانہ زندگی کو سلام عقیدت پیش کر رہا ہے............ مگر برا ہو شرک وبدعت کے پجاریوں کا، ان کے دل اس قائد اہل سنت کے جنازہ میں لاکھوں مسلمانوں کی شرکت اور بے پناہ عوامی مقبولیت سے بوکھلا اٹھے، شرک وبدعت کے زنگ آلود چہروں پر شکنیں پڑ گئیں۔ **وما اهل به لغير الله** کے باطل اور حرام رزق سے بڑھی ہوئی توندوں میں مروڑ اٹھنے لگی اور ان کے نجس منہ کی شرک زدہ زبانیں یہ ہذیان بکنے لگیں کہ ”دیوبندیوں نے مولوی غلام اللہ خان کا چہرہ اس لیے نہیں دکھایا کہ (معاذ اللہ) ان کا چہرہ مسخ ہوگیا تھا“................. **انا لله وانا اليه راجعون**

بھلا! سوچنے کی بات ہے کہ

جب ان کے بقول اگر چہرہ دکھایا ہی نہیں گیا تھا تو انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ چہرہ (معاذ اللہ) دکھانے کے قابل نہیں تھا............کیا انہوں نے اپنے آئینہ میں اپنا ہی منہ دیکھ کر اس پر قیاس کر لیا تھا............یا انہوں نے اپنے ہی کئی اعلیٰ اور ادنیٰ حضرتوں کے مسخ شدہ چہرے تو نہیں دیکھ رکھے تھے کہ جن کی پریشانی نے انہیں عذاب میں مبتلا کر رکھا ہو؟ کیا مولوی حشمت علی اور احمد رضا خاں کے چہرے انہیں بھول گئے جن کے مسخ شدہ اور تعفن زدہ چہروں کے تذکرے ابھی تک زبان زدعوام وخواص ہیں۔

اب جبکہ سب کے معاملے اللہ کے سپرد ہو چکے ہیں تو اس پر اشتہار بازی اور تقریریں نہ صرف شرمناک بلکہ خبث باطن کا انتہائی گھناؤنا مظاہرہ ہیں جس کی ہر شریف اور دردمند پاکستانی کو پرزور مذمت کرنی چاہیے۔

حضرت شیخ القرآنؒ............قسمت کی خوبی

حضرت شیخ القرآن اللہ کو پیارے ہو چکے ان کی قسمت کی خوبی دیکھئے کہ وہ عمرہ کے لیے پاکستان سے حرمین شریفین کا سفر کرتے ہیں بیت اللہ میں اپنے مسجودِ حقیقی کو سجدوں سے مناتے ہوئے حجرِ اسود کو تلاوت قرآن کرنے والے ہونٹوں سے چومتے ہوئے۔ دہلیز کعبہ سے چمٹ کر خداوندی قدوس کی رحمتوں کو سمیٹتے ہوئے۔ ملتزم اور حطیم پر آنکھوں سے بے پناہ آنسوؤں کے اپنے رب کے حضور نذرانے پیش کرتے ہوئے، مطاف اور حرم پاک کے انوارات سے جھولیاں بھرتے ہوئے عازم مدینہ منورہ ہوتے ہیں۔ وہاں درود سلام کے نذرانے اور عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے شفاعت کے تحفے اور رحمت خداوندی کے تحفے ساتھ لے کر راستے میں ہی دوبئی کے ہسپتال میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملتے ہیں۔

یوں ایک بندہ اپنے مولیٰ سے اور ایک امتی اپنے محبوب پیغمبرؐ سے رحمت وشفاعت کے لازوال تحفے لاتا ہوا راستے میں اپنے محبوب مولیٰ سے جا ملتا ہے کیا اس کی راہ میں جہاد کرنے والا

چہرہ......اس کے در پر جھکنے والا چہرہ......اس کی فرقت میں رونے والا چہرہ......ختم نبوت کے لیے اداس ہونے والا چہرہ......اوراپنے محبوب پیغمبر کی عظمت وناموس پر کٹ مرنے کا عہد کرنے والا چہرہ......یوں مسخ کر دیا جاتا؟

ہرگزنہیں، ہرگزنہیں بلکہ جس نے بھی حضرت شیخ القرآنؒ کے چہرہ انور کی آخری زیارت کی وہ بے اختیار پکار اٹھا کہ..........''یہ ایک مفسر قرآن اور توحید وسنت کے شیدائی کا چہرہ ہے جس پر توحید وسنت کے انوارات جھلملا رہے تھے اور خدائی انوار کی بارش ہو رہی تھی''۔

ہسپتال کے ڈاکٹر اور عملہ بیک زبان پکار اٹھتا ہے کہ ہم نے اس قسم کا عاشق ربانی آج تک اس ہسپتال میں جان دینے والے مریضوں میں نہیں دیکھا جس کی زبان آخری وقت تک تلاوتِ قرآن پاک اور کلمہ شہادت کے ورد میں مصروف رہی ہو۔ اللہ اکبر۔

ثبت است جریدہ عالم دوام ما

دوبئ میں تاریخی نماز جنازہ

دوبئ میں حضرت شیخ القرآنؒ کی تاریخی نماز جنازہ ہوئی جہاں نماز جنازہ میں بہت بڑا ہجوم پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کی وفات کی خبر بجلی کی طرح متحدہ عرب امارات میں پھیل گئی لوگ کاروں اور ویگنوں پر آناً فاناً ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے جن علما نے آپ کے جسد خاکی کو غسل دیا انکا بیان ہے کہ حضرت شیخ القرآنؒ کے چہرہ مبارک پر ایسے انوارات دیکھنے میں آئے جن کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ شرک و بدعت کے پجاریوں کو یقیناً بیانات سے اطمینان نہیں ہوگا اور وہ اپنے حسد و بغض کی آگ میں اور جل بھن مریں گے مگر حضرت شیخؒ کے متوسلین کے لیے متحدہ عرب امارات کے وہ بیانات شائع کر رہا ہوں جو متحدہ عرب امارات کے حالیہ دورے کے دوران وہاں کے جید علما کرام اور ہسپتال کے ذمہ داران نے میری گذارش پر نہایت خندہ پیشانی سے مجھے اشاعت کے لیے عنایت فرمائے اور حضرت شیخ القرآنؒ قدس سرہ کی بلند و بالا شخصیت کے ساتھ وابستگی اور عقیدت کو اپنے لیے قابل فخر سرمایہ سمجھا جس پر میں ان حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور حاسدین و معاندین کو موت و

بغیضکم کی تصویر بنادے۔وما ذالک علی اللہ بعزیز

محمد ضیاالقاسمی

۱۸۰۔۱۱۔۶ ابوظہبی متحدہ عرب امارات

شیخ اشتیاق حسین عثمانی وزارۃ العدل والشئون الا سلامیہ والا وقاف ابو ظھبی دولتہ الا مارات العربیہ متحدہ

خطیب اسلام مولنا قاسمی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تجہیز وتکفین میں شریک تھا۔اس دنیا میں سب سے آخری شخص میں ہوں جس نے حضرت شیخ القرآنؒ کا دیدار کیا میں نے اور ایک پٹھان ساتھی دونوں نے مل کر حضرت کو غسل دیا حضرتؒ کا بدن روئی کی طرح نرم اور چہرہ سرخ تھا کم ازکم دس ہزار افراد جنازہ میں شریک تھے انتقال سے پہلے حضرت نے وضوفرمایا اور مسجد میں نوافل ادا کیے اور پھر آ کر محراب میں بیٹھ گئے اور پھر ایک ساتھی کے ساتھ مسجد سے باہر نکلے اور اکیلے بیٹھ کر اس کے ساتھ ہسپتال تشریف لے گئے اور وہاں اچانک انتقال فرما گئے ہسپتال کے ڈاکٹروں اور دوسرے عملے کا کہنا تھا کہ آج تک ہم نے ایسی نورانی چہرے والی میت نہیں دیکھی۔

اشتیاق عثمانی

مراسلہ کے تائید کنندگان

مولانا عبدالرب ، قاری محمد رفیق ، قاری محمد افضل ،عبدالقیوم،ظہیر اقبال،محمود احمد ، وصیف الرحمٰن،ازدوبئ۔

مجلس اشاعت الاسلام دہرہ،دبی (U.A.E) ص ۵۱۵۲

حلف نامہ

ہم مندرجہ ذیل دستخط کنندگان حلفاً بیان کرتے ہیں کہ ہم سب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کے انتقال ان کے غسل وغیرہ کے تمام مراحل میں موجود اور شریک تھے۔ یہاں تک کہ جب مرحوم کا جنازہ عام دیدار و زیارت کے بعد تابوت میں رکھا گیا تو اس وقت بھی ہم وہاں موجود تھے۔ ہزاروں سوگواروں نے اپنے آنسوؤں اور اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کئے ہمارے سامنے کھلے عام تابوت بند کیا گیا اور ہم نے مرحوم کا چہرہ مبارک نہ صرف یہ کہ عام حالت میں پایا بلکہ قرآن وسنت کے مقدس علوم کے اثرات اور انوار و برکات کو جھلکتا محسوس کیا ہمیں اس جھوٹے پروپگنڈے پر انتہائی حیرت ہوئی جو پاکستان میں کچھ جھوٹے عناصر نے حضرت مولانا مرحوم کے خلاف کیا ایسے جھوٹے لوگوں کے لیے ہم یہی کہتے ہیں کہ۔

لعنة الله علی الکاذبین

(جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو!)

دستخط کنندگان کا نام و پتے

۱ محمد فہیم، امام وخطیب جامع مسجد ابوبکر الصدیقؓ دبی،

۲ محمد اسماعیل امام مرکزی جامع مسجد قصص ۳،

۳ محمد سعید خان امام وخطیب جامع مسجد النور دبی،

۴ محمد اکرم خان امام وخطیب جامع مسجد الشیر اوی دبی،

۵ سید دولت میر امام وخطیب جامع مسجد عثمانؓ ابن عفان دبی،

۶ محمد اشفاق خان امام وخطیب جامع مسجد المطار لقدیم شارجہ،

۷ محمد شفیق خان امام وخطیب جامع مسجد المصلی شارجہ،

۸ اسرار الدین امام وخطیب جامع مسجد القاضی شارجہ،

۹ محمد نجم الدین العین (U.A.E)

۱۰ محمد خلیل احمد مترجم دیوان امیری ابوظہبی

۱۱ مولنا خلیل الرحمٰن، ابو ہنا دبی

۱۲ حافظ کریم بخش امام وخطیب العزیز دبی،

۱۳ محمد اسحاق خان ممبر اسلامک مشن برائے متحدہ عرب امارات دبی،

۱۴ محمد عبد العزیز مسجد قرب المصلی شارجہ

۱۵ حافظ اشتیاق حسین عثمانی مسجد سی سی ابوظہبی،

۱۶ مولوی حبیب گل مسجد گلف ہیٹن دوبئ،

معراج النبی ﷺ

محمد ضیا القاسمی

مکتبہ قاسمیہ
غلام محمد آباد کالونی
فیصل آباد

نَحْمَدُہ وَ نُصَلِّی عَلیٰ رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَالسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (پ۱۵)

ترجمہ: پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام (کعبہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے برکت نازل کی ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں دکھائیں وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضرت گرامی! یہ رجب کا مہینہ ہے اس مہینہ میں جہاں اور بہت سی برکات وانوارات کے خزانے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسولؐ کو عطا فرمائے ہیں وہیں پر معراج جیسے بے مثال معجزہ سے بھی آپ کو سرفراز فرمایا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جس طرح سرکار دوعالم ﷺ کی ذات کو بے مثال بنایا ہے اسی طرح آپ کے معجزات کو بھی تمام انبیاءؑ کے معجزات سے بے مثال و بے نظیر بنایا ہے!

انبیاء کے معجزات

حضرات انبیاءؑ کو اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین کی دولت سے مالا مال فرما کر دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ انہی دلائل کو معجزات کہتے ہیں.......... چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَات (مائدہ)

ترجمہ: اور ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ما من الا نبیا ء نبی الا اعطی من الا یات ما مثله اوامن علیه البشر (بخاری)

نبی کو کچھ ایسی باتیں دی گئی ہیں جس کو دیکھ کر لوگ اس پر ایمان لائے!

حضرت ابرہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطا فرمائے تھے۔ ان میں آتش نمرود کا آپ پر گلزار ہو جانا ایک ایسا معجزہ تھا جس کی صدا اب تک گونج رہی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

وہ سب کہنے لگے اس (ابراہیم) کے حق کو جلا ڈالو اور اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اگر تم کرنا چاہتے ہو۔ ہم نے حکم دیا اے آگ تو ابراہیم کے حق میں سرد اور سلامتی والی بن جاؤ اور انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا اور ہم نے ان کو ان کے ارادہ میں ناکام بنا دیا!

حضرت موسیٰؑ کو کئی معجزات عطا فرمائے گئے جن میں دو معجزے آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (بقرہ)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا (اے موسیٰ) تو پتھر پر اپنی لاٹھی مار پس ابل پڑے اس سے بارہ چشمے!

عصائے موسیٰ بھی ایک معجزہ تھا۔ یوں ہی حضرت موسیٰؑ نے عصا کو پتھر پر مارا اس سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے! کہاں پتھر اور کہاں پانی؟

کسی سخت دل کو اسی لیے پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے کہ اس کی سختی پتھر جیسی ہے اس لیے پتھر سے پانی کا جاری ہونا حضرت موسیٰؑ کا ایک عظیم معجزہ تھا!

اسی طرح قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کے ایک دوسرے عظیم الشان معجزہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى...... موسیٰ! اپنی اس لاٹھی کو زمین پر ڈال دو!

اور حضرت موسیٰؑ نے اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا......!

فَاَلْقٰهَا فَاِذَاهِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى

موسیٰ نے لاٹھی کو زمین پر ڈال دیا۔ پس ناگاہ وہ اژدہا بن کر دوڑنے لگا۔

حضرت موسیٰؑ نے جب یہ حیرت زدہ واقعہ دیکھا تو گھبرا گئے اور بشریت کے تقاضہ سے متاثر ہوکر بھاگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی اس حالت کر دیکھ کر آواز دی!

قَالَ خُذْهَاوَلَاتَخَفْ سَنُعِيْدُهَاسِيْرَتَهَاالْاُوْلٰى

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ موسیٰ اس کو پکڑ لو اور خوف نہ کھاؤ ہم اس کو اس کی اصل حالت پر لوٹا دیں گے!

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے عصا کے ذریعہ آپ کو اس قدر عظیم الشان معجزات دکھائے کہ دنیا میں ایک عجیب تہلکہ مچ گیا اور حضرت موسیٰؑ کو اس کی وجہ سے عظیم فتوحات نصیب ہوئیں۔

اس طرح اگر انبیاءؑ کے معجزات کا ذکر کیا جائے تو ایک مستقل فہرست بنتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر اور ہر رسول کو صداقت نبوت کے دوسرے دلائل کے ساتھ ساتھ معجزات بھی عطا فرمائے تھے جن سے عقلیں حیران ہوگئیں اور مخاطب حیران و ششدر ہو گئے!

معجزات امام الانبیاء

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی چونکہ تمام انبیاءؑ سے افضل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تمام محاسن اور عظمتیں عطا فرمائیں جو آپ کی ذاتِ گرامی اور منصب نبوت کے شایانِ شان تھیں۔ اسی کو ایک شاعر نے نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

سرکار دو عالم ﷺ ک معجزات بے شمار ہیں اور آپ کے معجزات اس قدر عظیم ہیں کہ ان کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔

آپ کے معجزات کی چند جھلکیاں آپ حضرات کے سامنے پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ جس طرح آپ کی ذات تمام انبیاءؑ کی ذات سے افضل با کمال ہے اسی طرح آپ کے معجزات بھی تمام انبیاءؑ کے معجزات سے افضل واکمل ہیں۔

معجزہ قرآن

معجزہ شق قمر

معجزہ معراج

ستون کا رونا

منبر کا ہلنے لگنا

چٹان کا پارہ پارہ ہونا

پہاڑ کا ہلنا

درختوں کا چلنا

کھانے سے تسبیح کی آواز

انگلیوں سے پانی ابلنا

سرکار دو عالم ﷺ کے معجزات یوں تو تمام کے تمام بے مثال و بے نظیر ہیں مگر آپ کا معجزہ معراج ان سب میں انوکھا اچھوتا اور نرالا ہے جس سے آپ کی عظمتیں اور رفعتیں زمین و آسمان پر نقش ہو گئیں!

معراج کیا ہے؟

حضرات گرامی! معراج شریف دراصل محبوب و محبّ، ساجد و مسجود عابد و معبود کی داستان محبت اور اسرار شریعت کا وہ عظیم الشان خزانہ ہے جس سے جواہرات وانوارات کے چشمے ابل پڑے اور حقیقت محمدی اور عظمت محمدی کے چاروانگ عالم میں ڈنکے بج گئے!

سوئے ہوئے کو جگایا

سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

بینا انا عند البیت بین النا ئم و الیقضان

میں بیداری اور نیند کی درمیانی حالت میں تھا اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ

انابین النائم ولیقضان اتانی الملک.

(فتح الباری، عمدۃ القاری)

میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرے پاس جبرائیل آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو سوتا ہے وہ خدا نہیں!

اور جو خدا ہے وہ سوتا نہیں!

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَانَوْمٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھ آسکتی ہے اور نہ نیند

نیند اور اونگھ دونوں چیزیں معبودیت کے منافی ہیں جو کور باطن لوگ حضور اکرم ﷺ کو مقام معبودیت پر فائز کرنے میں مصروف ہیں انہیں کتاب اللہ کی تصریحات کے بعد اپنے عقائد پر نظر ثانی کرنی چاہیے!

حضور ﷺ کا شب معراج سونا......

آپ کے معبود ہونے کی نفی کرتا ہے

کیونکہ جو سوتا ہے وہ عبد تو ہوسکتا ہے

معبود نہیں ہوسکتا!

کیفیت معراج

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے آپ کے گھر کی چھت کھلی اور جبرائیلؑ نازل ہوئے انہوں نے پہلے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا۔

قال نرج علّی سقف بیتی و انا بمکّۃ فنزل جبریل علیہ السلام ففرج صدری ثمّ غسلہ بماء زمزم ثمّ جاء بطشت من ذھب ممتلئی حکمۃ و

ایمانا فافرغه فی صدری ثمّ اطبقه

پہلے گھر کی چھت کھلی اور جبرائیلؑ نازل ہوئے انہوں نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا پھر اس کو آبِ زمزم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے بھر لائے اور ان کو سینہ مبارک میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ جب آپ آسمان پر پہنچے تو جبرائیلنے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ ''کھولو'' اس نے کہا..........کہ من؟ (کون) انہوں نے جواب دیا جبرائیل..........اس نے کہا کہ **هل معک احد قال کعم معنی محمد قال ء ارسل الیه قال نعم** .... اس نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میرے ساتھ محمد ہیں۔ اس نے سوال کیا؟ کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا! بہرحال آپ جب پہلے آسمان پر چڑھے تو آپ کو ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جس کے دائیں بائیں بہت سی پرچھائیاں تھیں۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتا تھا تو ہنستا تھا اور جب بائیں نگاہ جاتی تھی تو روتا تھا! آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس نے کہا

فَقَالَ مَرْ حَبًا بِا لانَّبِیّ الصَّا لِحِ . وَلِا بْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِئیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَ اٰدَمُ.

مرحبا اے نبی صالح اور اے فرزند صالح آنحضرت ﷺ نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم ہیں..........اور ان کے دائیں بائیں پرچھائیاں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔

دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں اس لیے وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ کرتے ہیں تو روتے ہیں اس کے بعد آپ دوسرے آسمان پر پہنچے تو اسی قسم کا سوال وجواب ہوا۔ اور ہر آسمان پر کسی نہ کسی پیغمبر سے ملاقات ہوئی پہلے آسمان پر آدمؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے (حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے مجھ سے پیغمبروں کے منازل کی تعیین نہیں بیان کی) بہرحال حضرت جبرائیلؑ آپ کو ادریسؑ کے پاس لے کر گزرے انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا مرحبا اے نبی صالح اور برادر صالح آپ نے نام پوچھا۔ حضرت جبرائیلؑ نے نام بتایا۔ پھر یہی واقعہ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت

موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے نبی صالح اور برادر صالح کہہ کر اور حضرت ابراہیمؑ نے نبی صالح اور فرزند صالح کہ کہہ کر آپ کو خیر مقدم کیا!

اسکے بعد حضرت جبرائیلؑ آپ کو اور اوپر لے گئے اور آپ اس مقام پر پہنچے جہاں قلم (قدرت) کے چلنے کی آواز آتی تھی۔ اس موقع پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوتی۔ آنحضرت ﷺ اس عطیہ الٰہی کو لے کر حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ خدا نے آپ کی امت کے لیے کیا فرض کیا ہے! آپ نے فرمایا............ پچاس وقت کی نماز............انہوں نے کہا کہ خدا کے پاس دوبارہ جائیے کہ آپ کی امت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی! آنحضرت ﷺ گئے اور خدا نے ایک حصہ کم کر دیا۔ آپ واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ دوبارہ خدا کے پاس جائیے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ گئے تو خدا نے ایک حصہ کی پھر تخفیف کر دی۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا کہ آپ کی امت میں اس کی بھی قوت نہیں آپ پھر گئے تو خدا نے تعداد گھٹا کر پانچ وقت کر دیا اور ارشاد ہوا کہ **وَهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ** .... پڑھی پانچ جائیں مگر ثواب پچاس کا ملے گا کیونکہ میرے قول تغیر تبدیل نہیں ہوسکتا! حضرت موسیٰؑ نے تخفیف مزید کی غرض سے آنحضرت ﷺ کو پھر خدا کے پاس مراجعت کا مشورہ دیا، لیکن آپ نے فرمایا کہ اب تو مجھے شرم آتی ہے۔ اس کے بعد آپ کو **سدرۃ المنتہیٰ** کی سیر کرائی گئی جو مختلف رنگوں سے ڈھکا ہوا تھا جن کو آپ جان نہ سکے!

حتیٰ انتھی بی الی السدرۃ المنتھیٰ وغشیھا الوان لا ادری ماھی (بخاری)

کتب حدیث میں واقعہ معراج کے متعلق یہ مقدم ترین اور معتبر ترین روایت ہے۔ اس کے بعد حضرت مالک بن صعصہؓ کی روایت ہے اور اس میں پہلی روایت سے زیادہ تفصیل ہے اور دوسری روایت میں واقعہ معراج کی تفصیل اور زیادہ وضاحت سے سامنے آتی ہے جب سے کیفیت معراج اور تفصیلات معراج سامنے آتی ہیں۔ اس تفصیل روایت سے چند حقائق سامنے آئے ہیں اسی طرح دوسری روایات سے

☆ آپ کا براق پر سوار ہونا

☆ براق کا شوخی کرنا

☆ بیت المقدس میں براق کو پتھر کے ساتھ باندھنا۔

☆ آنحضرت کا بیت المقدس میں انبیؑا کی امامت فرمانا۔

☆ بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف تشریف لے جانا۔

ان تمام امور کی تفصیلات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نادر اور عجیب وغریب معجزانہ سفر میں آپ کو اس قدر عجیب بے مثال مشاہدات کرائے گئے جو صرف اور صرف آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ مخصوص تھے جن سے آپ کی عظمت اور بلندی اور رفعت شان کی عظیم الشان جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

خطیب کہتا ہے

سفرا کا آغاز چھت کے اٹھانے سے ہوا!

اس میں یہ نکتہ اور راز تھا کہ اے محبوب یہ سفر تمام سفروں سے انوکھا ہے! کیونکہ تمام سفر شروع کرتے ہوئے دروازہ کو استعمال کیا جاتا ہے مگر معراج میں جبرائیلؑ کا چھت پھاڑ کر تشریف لانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس سفر میں عجیب وغریب نوادرات کا آپؐ کو مشاہدہ کرایا جائے گا اور اسی طرح آپؐ کے ساتھ ایسے ایسے نادر واقعات پیش آئیں گے جن کا آپ ﷺ کے لیے باعث تعجب ہونا تو ممکن ہے مگر ان کا وقوع پذیر ہونا ناممکن نہیں بلکہ اس سے آپؐ کی عظمتوں کا پھریرا چار انگ عالم میں لہرادیا جائے گا!

قلب مبارک کا اپریشن یعنی شق صدر

سرکار دو عالم ﷺ کے قلب مبارک کو سفر معراج سے پہلے زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس میں سونے کے طشت میں انوارات و برکات الٰہیہ کے بے بہا موتی اور جو ہرات لا کر قلب مبارک میں رکھ دیئے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلب مبارک کو ان تمام مشاہدات کے لیے تیار کر دیا گیا جو آپ کو اس سفر میں پیش آنے تھے! کیونکہ بعض ایسے واقعات پیش آنے والے تھے جن کی وجہ سے تبقاضائے بشریت آپ پر خوف کی سی حالت طاری ہوسکتی تھی۔ جیسی موسیٰؑ کو

اژدھا دیکھ کر پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے قلب مبارک میں وہ تمام انوارات و جواہرات جمع فرما دیئے تا کہ آنے والے واقعات کا اطمینان اور سکون سے مشاہدہ اور معائنہ فرماسکیں! معلوم ہوا کہ انبیاء کے پاس ایسے ''دل'' ہوتے ہیں جو تمام مخلوق کے قلوب سے بلند و بالا ہوتے ہیں اسی لیے ان کی بلند حوصلگی کا کوئی بشر مقابلہ نہیں کرسکتا۔

یہی فرق ہے قلب بشر

اور قلب ملک میں

علمائے کرام نے شق صدر اور شرح صدر دونوں کے الگ الگ محل بھی بیان کئے ہیں دونوں صورتوں میں کسی کو مراد لیا جاسکتا ہے۔

زمزم سے کیوں دھویا

زمزم آپ کے سلسلۃ الذہب کے پیغمبر جلیل حضرت اسماعیلؑ کا معجزانہ چشمہ تھا۔ اس لیے اس کو قیامت تک جاری رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زمزم کی نسبت سرکار دو عالم ﷺ کے قلب اطہر کی طرف فرمادی تا کہ یہ چشمہ امتِ محمدیہ کے لیے بھی تا قیامت جاری رہے۔

اور نسبت اسماعیلی نسبت محمدی کی طرف منتقل ہو جائے۔

یعنی............ پہلے اس چشمہ کا سوئچ اسماعیلؑ کے ساتھ تھا!

اب دوسرا سوئچ ....قلب محمد (ﷺ) کے ساتھ لگا دیا گیا۔ اب زمزم شفا اور برکات کا نادر و بے مثال چشمہ بن گیا!

آسمانوں پر پہنچے تو پہلے آسمان کے انچارج نے پوچھا کہ

مَنْ مَعَکَ؟

ءَ اُرْسِلَ اِلیه

کیا آپ کو بلایا گیا ہے!

معلوم ہوا کہ آسمانوں پر جانے کے لیے بلایا جانا ضروری ہے!

اگر آسمانوں پر اللہ تعالیٰ بلائیں گے.........محمد رسول اللہ تشریف لے جائیں گے!

☆ آپ کے جانے کے لیے دعوت خداوندی کا ہونا ضروری ہے۔

☆ میلاد کی مجالس اورعرس کی محافل میں نہ ہی اللہ تعالیٰ آپ کو بلاتے ہیں اور نہ تشریف لے جاتے ہیں!

انبیاء سے ملاقات کا راز

حضرات گرامی! آپ نے سن لیا ہے سرکارِ دو عالم ﷺ جب معراج کے لیے تشریف لے جاتے ہیں تو آپ کی چند برگزیدہ انبیاءؑ سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرات انبیا (علیہم السلام) سے جو تاریخی اور خوشگوار ملاقات ہوئی ہے۔

☆ آسمان اول	حضرت آدم علیہ السلام
☆ آسمان دوم	حضرت یحییٰ وعیسیٰ علیہ السلام
☆ آسمان سوم	حضرت یوسفعلیہ السلام
☆ آسمان چہارم	حضرت ادریسعلیہ السلام
☆ آسمان پنجم	حضرت ہارون علیہ السلام
☆ آسمان ششم	حضرت موسیٰ علیہ السلام
☆ آسمان ہفتم	حضرت ابراہیم علیہ السلام

تمام اکابر انبیاءؑ کی ملاقات میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کے لیے بہت سے علوم و معارف کے دریا بہا دیئے گئے۔ اور انبیاء علیہم السلام نے سرکار دو عالم ﷺ کو جس پیار و محبت سے نوازا اس کی مٹھاس اب بھی ان کے الفاظ میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ سے جب ملاقات ہوئی تو آپ نے سرکار دو عالم ﷺ کو فرمایا کہ

مرحبا یا ابن الصالح..................اے نیک فرزند مبارک ہو!

حضرت آدمؑ اپنے فرزند ارجمند کی اس بالاتری اور شکوہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ داد و تحسین اور تبرک مرحبا کے محبت بھرے انداز سے آپ کا ستقبال فرمایا۔ ان محبت بھرے الفاظ سے جہاں پہلے اور آخری نبی کی باہمی محبت و پیار کی چاشنی کی خبر ملتی ہے وہیں پر یہ بھی ثابت ہوا کہ

محمد رسول اللہ (ﷺ)

اولادآدم کے معزز ترین فرد ہیں

فرداکمل۔فرداعلیٰ۔فرداشرف۔فرداطیب

تو اصل وجود آمدی ازنخست

دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

لیکن ان تمام صفات حمیدہ کے باوجود آپ کو جنس بشریت سے خارج کرنا کسی کور باطن اور دشمن کتاب وسنت کا ہی کام ہوسکتا ہے۔(اعاذنا اللہ)

حضرت آدمؑ سے ملاقات کا راز

حضرت آدمؑ سے پہلے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی گئی کہ اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت آدمؑ نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی ہجرت فرمائی اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما جائیں گے! اور حضرت آدمؑ کی طرح آپ کو بھی وطن مالوف کی جدائی سے طبعاً صدمہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ ویحیٰؑ سے ملاقات کا راز

دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور یحیٰؑ کی ملاقات کرائی گئی۔اس ملاقات کا راز یہ تھا کہ حضر عیسیٰؑ زمانہ کے اعتبار سے سرکار دوعالم ﷺ کے قریب پہنچے! چنانچہ سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ **انا اذب الناس بعیسی بن مریم لیس بینی وبینه نبی.**

میں تمام انبیاء میں عیسیٰؑ بن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں۔میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔نیز حضرت عیسیٰؑ اخیر زمانہ میں دجال سے قتل کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور دین محمدی کی نصرت فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ تمام اولین وآخرین کو لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے! ان وجوہات کی بنا پر حضر عیسیٰؑ سے ملاقات کرائی گئی۔حضرت یحیٰؑ چونکہ آپ سے قرابت نسبی رکھتے تھے۔اس لیے ان کو بھی شرف ملاقات بخشا گیا۔اس ملاقات میں یہود کی تکالیف اور

مصائب پہنچانے کی طرف بھی اشارہ تھا کہ یہود آپ کو رنج اور تکالیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کریں گے اور آپ کی شہید کرنے کے لیے طرح طرح کے مکروفریب کریں گے، مگر اے محبوب جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو یہود کے شر سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

یوسف علیہ السلام سے ملاقات کا راز

حضرت یوسفؑ کی ملاقات سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یوسفؑ کی طرح آپ بھی اپنے برادرانِ قریش سے مصائب اور تکلیفیں اٹھائیں گے۔ بالآخر آپ فتح پائیں گے اور آپ کے حاسد و معاند شکست عظیم سے دو چار ہوں گے! پھر جس طرح حضرت یوسفؑ نے اپنی جان کے دشمن کو معاف فرما دیا تھا۔ آپ بھی اسی طرح فتح مکہ کے بعد اپنے دشمنوں کو معاف فرماتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے!

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءِ.

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اور تم کو معاف کرے وہ ارحم الراحمین ہے اور جاؤ تم سب آزاد ہو!

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ادریسؑ کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو خط و کتابت کے ذریعہ دعوت اسلام دیں گے! حضرت ادریس علیہ السلام فن کتابت کے اولین موجد ہیں۔ نیز حضرت ادریسؑ کو وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا............ کے مقام بلند سے بھی سرفراز فرمایا گیا تھا اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اے محبوب جس طرح حضرت ادریسؑ کو مقام بلند عطا فرمایا گیا تھا اسی طرح آپ کی ذاتِ گرامی کو بھی اس بلند و بالا مقام اور رفعت شان سے سرفراز فرمایا جائیگا!

حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ہارونؑ کی ملاقات میں اس طرف اشارہ مقصود تھا کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے کے باوجود ان کی قوم گوسالہ پرستی سے باز نہ آئی اور آخرت ہلاکت کا شکار ہو گئی............اسی طرح اے محبوب یہ سرداران قریش بھی آپ کی نافرمانی اور بغاوت کے سبب تباہ و برباد ہوں گے اور ان کی ذلت و رسوائی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی! چنانچہ جنگ بدر میں قریش کی ذلت آمیز شکست اور رسوائی ہوئی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا راز

حضرت موسیٰؑ کی ملاقات میں تو بہت ہی اسرار ورموز پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ جس طرح موسیٰؑ ملک شام میں جبارین سے جہاد وقتال کے لیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ اسی طرح اے محبوب آپ بھی ملک شام میں جہاد کے لیے داخل ہوں گے۔ چنانچہ آپ غزوہ تبوک کے لیے شریف لے گئے اور دومتہ الجندل کے رئیس نے جذیہ دے کر صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اس کی صلح کی درخواست کو قبول فرمایا اور جس طرح ملک وشام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ کے بعد سید فاروق اعظمؓ کے ہاتھ شام فتح ہوا اور اسلامی عظمت کے پرچم پورے شام پر لہرانے لگے موسیٰؑ سے طور پر کلام فرمائی اور سرکار دو عالم ﷺ کو قاب قوسین کی منزلیں طے کرا کے شرف باریابی بخشا!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کا راز

حضرت ابراہیمؑ چونکہ جدالانبیاء ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ چونکہ آپ کی دعاؤں کا ثمرہ ہیں اس طرح آپ کو اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ اب آپ کسے ذریعہ بنائے ابراہیمی بیت اللہ شریف کی بہاروں کی ایک نیا جوبن بخشا جائے گا اور آپ کو بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں قبلوں کی نبی بنا دیا جائے گا۔

حضرات گرامی ! سرکار دو عالم ﷺ ساتوں آسمانوں کی ان نہایت ہی عظیم الشان پراز انوارات ملاقاتوں اور جنت کے معائنہ کے بعد سدرۃ المنتہیٰ سے ہوتے ہوئے جبرائیلؑ سے مقام سدرہ پر الوداع ہوتے ہوئے اس مقام قرب میں پہنچے ہیں جہاں پر۔

ایک عبد تھا ایک معبود تھا

ایک ساجد تھا ایک مسجود تھا

ایک محبّ تھا ایک محبوب تھا

فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ

محبوب میرے لیے کیا لائے ہو؟

تحفے تحائف

عرض کیا باری تعالیٰ تجھے کس چیز کی ضرورت ہے؟

آپ مختار مطلق ہیں۔اور عَلیٰ کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر ہیں آپ کو بھلا کس چیز کی ضرورت ہے؟

فرمایا محبوب..........کوئی چیز تو مقام ومحبت و ناز میں پیش کرو؟

عرض کیا کہ مولیٰ......................تین تحفے دربار خداوندی کے لیے لایا ہوں وہ پیش خدمت ہیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ

وَالصَّلَوٰاتُ

وَالطَّیِّبَاتُ

قولی عبادتیں تیرے لیے

بدنی عبادتیں تیرے لیے

مالی عبادتیں تیرے لیے

معراج کی رات حضور کے تین حلف

میرے مولیٰ آج اس راز و نیاز محبت وعظمت کی رات میں تیرے دربار میں تین حلف اٹھاتا

ہوں؟

کہ میرے زبانی عبادتیں تیرے لیے ہوں گی
میری بدنی عبادتیں تیرے لیے ہوں گی
میری مالی عبادتیں تیرے لیے ہوں گی
خطیب کہتا ہے

معراج کی رات یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بلا کر تین حلف لیے کہ اے محبوب مجھے آ کر بتاؤ کہ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے خدا کے حضور نہایت نیاز مندی سے عرج کیا کہ

زبانی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا
بدنی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا
مالی عبادت صرف اور صرف تیری کروں گا

زبان تیری
جان تیری
مال تیرا

توحید خداوندی کا یہ اقرار واعتراف معراج کا اس قدر عظیم عہد و پیمان ہے جو پوری امت کے لیے مشعل راہ ہے۔ باعث نجات ہے اور عقیدہ توحید پر استقامت کی عظیم دستاویز ہے!

زبان سے غیر اللہ کے وظیفے چھوڑنا
جان سے غیر اللہ کے سجدے چھوڑنا

مال سے غیر اللہ کے نذر و نیاز چڑھاوے چھوڑنا یہ معراج کی حقیقی روح ہے اور معراج کا حقیقی فلسفہ ہے!

اس گرہ کو معراج کی محافل اور مجالس منعقد کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا جو غیر اللہ کے وظیفے پڑھتے ہیں۔

غیر اللہ کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں

غیر اللہ کے سجدے کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے تین تحفے

سرکار دو عالم ﷺ نے جب خدا کے حضور نہایت محبت و نیاز مندی کے عالم میں تین تحفے پیش کیے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تین تحفے عطا فرمائے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ............ وَبَرَکَتُہُ

اے نبی آپ پر سلامتی ہو

اور اللہ کی رحمت ہو

اور اللہ کی برکتیں ہوں!

معلوم ہوا جب عقیدہ توحید پر پختگی کا عہد ہوگا

اور اس پر استقامت کا یقین ہوگا تو

اللہ کی سلامتی نازل ہوگی

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی

اللہ کی برکتیں نازل ہوں گی

عرض کیا کہ مولا کریم؟ صرف مجھے ہی نہیں بلکہ میری امت کو بھی ان رحمتیں اور برکتوں میں شامل فرما۔

السَّلاَمُ عَلَیْنَا

وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

ہم پر سلامتی ہو

اور اللہ (تیرے) نیک بندوں پر سلامتی ہو!

معلوم ہوا کہ یہ سلامتی امت کے لیے اور صالحین کے لیے بھی معراج کی رات کو مانگی گئی تا کہ

امت محمدیہ ﷺ کو بھی اس تحفہ معراج میں شامل کرلیا جائے۔

امت کی خوش بختی

اے امت محمدیہ کے فرزند تمہیں بھی اس بات کا احساس ہے یا نہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے تمہیں معراج کے خصوصی سفر میں بھی فراموش نہیں فرمایا بلکہ خداوند قدوس کی بارگاہ اقدس میں بھی تمہیں یاد رکھا گیا، کیا اس سے بڑھ کر تمہارے لیے کوئی اور خوش بختی ہوسکتی ہے مگر افسوس تم نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی ....تمہارے عقائد اور تمہارے اعمال جوں کے توں رہے اور تم نے کبھی احساس نہیں کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کا کس قدر احسان ہے کہ وہ تمہیں ہر وقت یاد رکھتے اور تم ہو کہ غفلت اور تساہل کا شکار ہو یا اسفیٰ

آیئے آج عہد کریں کہ ہم توحید و سنت اور اعمال و کردار میں سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی حرز جاں بنائیں گے۔

بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باونر سیدی تمام بولہبی است

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جبرائیلؑ امین جو کہ سدرۃ المنتہٰی پر رہ گئے تھے۔انہوں نے بارگاہ قدس میں عرض کیا کہ

اشھدا ن لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسو لہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں!

جبرائیلؑ نے بات مکمل کردی!

خدا اور رسولؐ کے اس قدر عظیم قرب کو دیکھتے ہوئے کوئی گمراہ یوں نہ کہہ دے کہ

وہی ہے اول وہی آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش، مصنفہ احمد رضا خان، ج ا)

اس لیے جبرائیلؑ نے اشہدان لا الہ اللہ کہہ کر خدا کے وحدہ لاشریک لہ ہونے کی گواہی دے کر پوری دنیا کو عقیدہ توحید پر قائم ودائم رہنے کا اعلان کر دیا؟

نوری نے بشر کا کلمہ پڑھا

جبرائیلؑ نوریوں کے سردار ہیں معراج کی رات سید البشر امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی عبدیت ورسالت کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ

واشهد ان محمدا عبده ورسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

خطیب کہتا ہے

عبدہ پہلے رسولہ میں

عبدیت کا اقرار پہلے رسالت کا اقرار بعد میں

کیونکہ وصف نبوت کے لیے ظرف بشریت کا ہونا ضروری ہے

نبوت چونکہ بے مثال دولت تھی۔

اسکے بشریت کا بے مثال ظرف بنایا۔

☆ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِ نْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِ یْم**

(ہم نے انسانوں کو پیدا کیا، بہترین صورت میں)

☆ **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ**

(ہم نے بنی آدم کو فضلیت دی)

جو عبد ہوگا..................وہی رسول ہوگا

جو عبد نہیں ہوگا............وہ رسول بھی نہیں ہوگا

اسی لیے قرآن مجید نے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہ

بِعَبۡدِہٖ کہا

رَسُوۡلَہٗ نہیں کہا

بِعَبۡدِہٖ کہا

بنَبِیّہٖ نہیں کہا

بِعَبۡدِہٖ کہا

بحَبِیۡبہٖ نہیں

تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ عبدیت کا اقرار پہلے کرو اور رسالت کا اقرار بعد میں کیونکہ معراج عبد اور بشر کو ہی ہو سکتا ہے نور............اور نورانی کو معراج نہیں ہو سکتا!

اقبالؒ مرحوم فرماتے ہیں کہ

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفٰے سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد ہے گردوں

غالی چلاتا ہے

جب قرآن وسنت کی روشنی میں سرکار دو عالم ﷺ کی عبدیت اور بشریت کا تذکرہ کیا جاتا ہے تا کہ غالی اپنی کج فطرتی کی وجہ سے منصب نبوت کی منصب الوہیت کے برابر نہ سمجھنے لگ جائے تو غالی چیخنا اور چلانا شروع کر دیتا ہے کہ.................او ہو حضورؐ کو بشر کہہ دیا............اپنے جیسا کہہ دیا (معاذ اللہ) بڑے بھائی جیسا بنالیا.................استغفر اللہ

حضرات گرامی! یہ محض جھوٹ اور افترا ہے حالانکہ علمائے حق کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام کائنات ایک طرف ہو اور سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ایک طرف ہو تو تمام کائنات مل کر بھی سرکار دو عالم ﷺ کے مرتبے اور مقام کو نہیں پہنچ سکتی!

خدا سے تم کم ہیں اور سب سے زیادہ
دو عالم سے اعلیٰ ہمارے محمدؐ

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضور ﷺ کو بڑے بھائی جتنا سمجھے وہ کافر ہے اور یہ بھی سن لیجئے کہ حضورؐ

کوخدا جیسا کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

نہ بڑے بھائی جیسا ہے

نہ خدا جیسا ہے

خدا اپنی خدائی میں وحدہ لاشریک ہے

اور

مصطفیٰؐ اپنی مصطفائی میں وحدہ لاشریک ہے

میرے مصطفیٰ (ﷺ)

میرے خدا کی تخلیقات کا شاہکار ہیں............اور توحید کی آخری اور مکمل دلیل ہیں

خطیب کہتا ہے

التحیات نے........................صحیح عقیدہ توحید دیا

التحیات نے........................صحیح عقیدہ اسلام دیا

التحیات نے..................صحیح عقیدہ بشریت دیا

اے فرقہ ضالہ

لڑنا ہے تو — خدا سے لڑو

بدلنا ہے تو — تو التحیات کو بدلو

کیونکہ التحیات کے ہوتے ہوئے تمہارے فاسد اور غلط عقائد کا سکہ نہیں چل سکتا!

معلوم ہوا کہ التحیات صحت مند عقائد کا گلدستہ ہے اسی لیے اس کی خوشبو ہر نماز میں بار بار سونگھی گئی

التحیات روح صلوٰۃ ہے

التحیات روح معراج ہے

التحیات روح عقیدہ توحید ہے

التحیات روح عقیدہ رسالت ہے

التحیات روح عقیدہ بشریت ہے

التحیات گلدستہ عبادات ہے

سبحان اللہ

صلوٰۃ تحفہ معراج

حضرات گرامی! معراج شریف میں جہاں اور بہت سے نوادرات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے ہیں۔ وہیں نماز کا تحفہ بھی دیا گیا۔ پہلے پچاس نمازیں فرض کی گئیں، مگر جب واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ! آپ خداوند قدوس کے حضور دوبارہ جایئے یہ آپ کی امت کے لیے متحمل نہیں ہوں گی چنانچہ آپ بار بار گئے تخفیف ہوتے ہوتے پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب آپ کی امت کی ادا تو پانچ نمازیں ہوں مگر ثواب پچاس نمازوں کا دیا جائے گا! سبحان اللہ

محنت تھوڑی اور مزدوری زیادہ۔

لطیفہ! میں ایک مقام پر تقریر کر رہا تھا کہ حضورؐ کو معراج میں پچاس نمازیں دی گئیں تھی۔ مگر موسیٰؑ کے بار بار کہنے پر حضور ﷺ تشریف لے جاتے رہے تو پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ اس پر بھی موسیٰؑ نے عرض کیا کہ حضورؐ ایک مرتبہ اور تشریف لے جائیں یہ بھی آپ کی امت کے لیے دشوار ہوگا تو ایک آدمی کہنے لگا۔

اللہ بھلا کرے موسیٰؑ کا اگر ایک چکر اور لگوا دیتے تو جان چھوٹ جاتی!

اس بے چارے کو کیا معلوم کہ

الصلوۃ عماد الدین، نماز دین کا ستون ہے اسکے چھوٹنے سے اسلام کا ستون گر جاتا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ک قرۃ عینی فی الصلوۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور ارشاد نبوت ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین، نماز مومنوں کی معراج ہے!

نماز سے انسان کو خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے نماز سے انسان کو روحانی بلندی اور بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ نماز اس قدر پاکیزہ اور مقدس عبادت ہے جو حضور ﷺ کو عرش پر عطا کی گئی جتنی

نماز خود بلند تھی۔

اتنی ہی بلند مقام سے عطا کی گئی

نماز کو دوست بنانے والا

دنیا اور آخرت میں بلند رہے گا۔

معراج کے تین انعام

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ کو معراج شریف میں انوارات و برکات کے وہ خزینے عطا فرمائے گئے جن کی مہک سے آج پوری دنیا معطر ہے حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی تو مرکز عنایات تھی مگر آپ کی امت پر بھی اس رات رحمت خداوندی کے خزانے کھول دیئے گئے تا کہ امت محمدیہ کو بھی اس سفر مبارک کی دولت سے مالا مال کر دیا جائے اور حضور ﷺ کے شرف نسبت سے جو اعزاز اس امت کو ملا ہے انہیں بھی خدا کے دربار سے ایسے انعامات و کرامات سے نوازا گیا کہ جریدہ عالم پر ان کی بالا دستی ہمیشہ کے لیے ثبت کر دی گئی۔ چنانچہ بارگاہِ ایزوی سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب جہاں آپ معراج کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہو کر جا رہے ہیں وہیں اپنے ساتھ اپنی امت کے لیے بھی تیں تحفے اور تین انعام لے جائیں تا کہ امت محمدیہ بھی ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے۔

فاعطی رسول الله ﷺ ثلثا اعطی الصلوت الخمس واغطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باالله من امته شیا (مشکوۃ باب المعراج)

رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں۔

☆ پانچ نمازیں

☆ سورۃ بقرہ کی آخری آئیتیں۔

☆ شرک نہ کرنے والا موحد جنتی ہوگا۔

سورۃ بقرہ کی آخری آئیتیں جو معراج کی رات فرمائی گئیں۔ ان میں خدا سے مانگنے کا طریقہ

اور سلیقہ بتایا گیا ہے حتیٰ کہ درخواست کے الفاظ اور مضمون بھی خداوند قدوس نے خود ہی بتا دیا۔ کیا کوئی ایسا مالک بھی ملے گا جو اپنے چاہنے والوں کو بتائیے کہ میرے پرستارو! مجھے اس انداز سے اور ان الفاظ سے پکاروگے تو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ............

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَاتُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (بقرہ)

ہمارے پروردگار اگر بھول جائیں یا چوک جائیں تو ان کی باز پرس ہم سے نہ کر۔ اے ہمارے پرور دگار! اور ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈال جس طرح ہم سے پہلوں پر تو نے ڈالا اور اے پروردگار اور اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے! ہم سے نہ اٹھوا!

اور ہمارے قصوں سے درگزر اور ہمارے قصوروں کو معاف فرما۔ اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے تو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو تیرے منکر ہیں ہماری مدد فرما!

ان آیات میں تمام دعاؤں اور اپیلوں کے بعد رحم کی اپیل ہے جو خداوند قدوس اپنے رحم وکرم سے ضرور منظور فرمائیں گے!

موحد کی بخشش

حضرات گرامی! شرک ایک بنیادی ناسور ہے جو انسان کی تمام عبادتوں اور ریاضتوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اس لیے قرآن پاک میں آیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی بخشش نہیں فرماتے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے! اس کے علاوہ جس کی چاہیں بخش دیں۔ معلوم ہوا کہ شرک کرنے والے کی بخشش نہیں ہوگی اور شرک سے اعتراض کرنے والے کو بخش دیا جائے گا۔ یہ بشارت عظیم عطیہ الٰہی ہے جو امت محمدیہ کو عطا فرمایا گیا ہے۔

خطیب کہتا ہے

معلوم ہوتا ہے سفر معراج کی وجہ سے بہت سے لوگ احد اور احمد کو ایک سمجھنے لگ جائیں گے۔ یہ بات علم الہٰی میں تھی۔

اس لیے اس امت کو بتا دیا گیا خبر دار، خبر دار، خبر دار شرک سے بچنا، ورنہ بخشش نہیں ہوگی۔

یَابُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

معلوم ہوا کہ مشرک کو سفر معراج کی برکات سے حصہ نہیں ملے گا۔

معلوہوا کہ مشرک سفر معراج کے انوارات سے محروم رہے گا۔

معلوم ہوا کہ مشرک معراج کے انعامات سے سرفراز نہیں فرمایا جائے گا۔

مصدق اول معراج

حضرات گرامی! سرکار دو عالم ﷺ جب سفر معراج سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آپ نے اس معجزہ عظیم کا ذکر قریش مکہ کے سامنے کیا تو سرزمین مکہ میں ایک کہرام برپا ہوگیا اور ہر طرف سے انکار واستہزا کے آوازے بلند ہونے لگ گئے کوئی کچھ کہتا تھا۔ سب تعجب اور حیرانگی سے کہتے تھے کہ............

یہ نہیں ہوسکتا!

کیونکہ

آمنہ کا لال — آسمان پر نہیں جاسکتا

عبداللہ کا بیٹا — آسمان پر نہیں جاسکتا

خدیجہ کا خاوند — آسمان پر نہیں جاسکتا

اور پھر سب کا مشترکہ ترانہ بن گیا۔

کہ — بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا۔

یعنی بشر ہو کر کوئی شخص آسمانوں پر نہیں جاسکتا!

یہ دعوٰی تھا اہل مکہ کا

یہ دعویٰ تھا قریش مکہ کا

یہ دعویٰ تھا لات وعزیٰ کے پجاریوں کا

یہ دعویٰ تھا ہبل کے پجاریوں کا

کہ

بشر کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا۔

یہی دعویٰ لے کر صدیق اکبرؓ کے پاس گئے

اور بغلیں بجا کر پوچھنے لگے؟

ابوبکرؓ یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات آسمانوں پر جا سکتا ہے؟

فرمایا نہیں؟

اچھا یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے۔

فرمایا نہیں!

اچھا یہ بتاؤ؟

کوئی راتوں رات ان تمام آسمانوں کی سیر کر کے واپس آسکتا ہے؟

فرمایا نہیں؟

قریش بغلیں بجانے لگ گئے!

کیونکہ کفار مکہ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح رسول ﷺ اور صدیقؓ کو جدا کر دیا جائے!

مگر کفار توڑتے تھے

اور خدا جوڑتے تھے

کفار نے پوری قوت صرف کر دی، مگر صدیقؓ کو رسول ﷺ سے جدا نہ کر سکے خدا نے رسولؐ

اور صدیقؓ کو ایسا جوڑا............

کہ فاران کا ساتھی

ایمان کا ساتھی

ایقان کا ساتھی

سفر کا ساتھی

حضر کا ساتھی

بدر کا ساتھی

غار کا ساتھی

مزار کا ساتھی

ثانی اثنین کی آواز پوری کائنات میں گونج اٹھی......

اس لیے آج بھی کفار صدیق اکبرؓ کو اپنے محبوب سے جدا نہ کر سکے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے پوچھا؟

یہ تو بتاؤ ایسی باتیں کون کہتا ہے؟

کفار جھٹ سے بولے کہ تیرا محمدؐ!

صدیق اکبرؓ نے فوراً فرمایا!

سن لو.................اور کان کھول کر سن لو، اگر یہ باتیں میرے محبوب حضرت محمد رسول ﷺ نے فرمائی ہیں تو خدا کی قسم۔

زمین اپنی جگہ سے ہٹ سکتی

آسمان اپنی جگہ بدل سکتا ہے

آفتاب اپنی روشنی چھوڑ سکتا

چاند اپنی چاندنی چھوڑ سکتا ہے

مگر میرے محمدؐ کا قول غلط نہیں ہوسکتا۔

سبحان اللہ

کفار کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ بھلا سوچو تو سہی کہ کیا؟

بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا

کفار کا فلسفہ ہی یہی تھا

کفار کا عقیدہ ہی یہی تھا

انہوں نے صدیق اکبرؓ کو بھی یہی فلسفہ سنایا

آپ نے بزبان حال کہا کہ

بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا

خطیب کہتا ہے

آسمانوں پر سدرہ سے آگے جا ہی بشر سکتا ہے!

معراج بشر کے جانے سے ہی ہوگا۔

نوری جائے گا تو یہ جانا اس کی عادت ہوگا۔

نوری آئے گا تو یہ جانا اس کا کمال ہوگا۔

بشر جائے گا تو یہ جانا اس کا کمال ہوگا

بشر آئے گا تو یہ آنا اس کا کمال ہوگا

بشر کا جانا بھی کمال

بشر کا آنا بھی کمال

بشر کا جانا بھی معراج

بشر کا آنا بھی معراج

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کی اس قوت و استقامت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ............

اَنْتَ الصَّدِیق...... اَنْت الصَّدیق

گویا کہ آج کہ بعد آپ کو صدیق کا سرکاری لقب عطا فرمایا گیا۔

محمد ﷺ مصدق ہیں

تو

ابوبکر..................صدیق

محمد ﷺ مصدق انبیاء

ابوبکرؓ مصدق مصطفٰے ہیں

و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

خطبۂ اولیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ وَشَرَحَ صُدُوْرَ الصَّحَابَةِ الصَّادِقِیْنَ بِالتَّوْحِیْدِ وَالْاِیْقَانِ وَفَضَّلَ الْمُجَاهِدِیْنَ الْمُظَاهِرِیْنَ الْاِسْلَامَ عَلٰی دَرَجَةِ الَّذِیْنَ اَبْلَغُوا الْقُرْاٰنَ فِی الْاٰفَاقِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ الْخَلْقِ الَّذِیْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ہ اِعْلَمُوْا اَنَّ الدُّنْیَا دَارُ الْفَنَاءِ وَالْغُرُوْرِ وَالْاٰخِرَةَ دَارُ الْبَقَاءِ وَالسُّرُوْرِ فَاذْكُرُوْا فَضِیْحَةَ الْقِیَامَةِ وَالصِّرَاطِ وَالنُّشُوْرِ۔ اَلَا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ط كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ
الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ
لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ يَا اَيُّهَا
النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ
شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ
مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ
حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا
هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ
وَيَوْمَ يُنَادِي الْمَلِكُ الْجَبَّارُ لِمَنِ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ اَحْسَنُ الْكَلَامِ
كَلَامُ الْعَلَّامِ ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ
اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَّادٌ كَرِيْمٌ
مَلِكٌ بَرٌّ رَّبٌّ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ ۝

خطبۂ ثانیہ

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ
بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا
وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا
مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ
مَنْ صَلّٰی وَصَامَ وَصَلِّ کَذٰلِکَ عَلٰی جَمِیْعِ
الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ
وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الْمُتَّقِیْنَ

وَالاَبرارِ صَاحِبُ النَّبِیِّ فِی الغَارِ وَالمَزَارِ اَفضَلُ
الصَّحَابَةِ بِالتَّحقِیقِ خَلِیفَةُ النَّبِیِّ بِلَا فَصلٍ اِمَامُنَا
اَبِی بَکرِنِ الصِّدِّیقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ وَعَلَی النَّاطِقِ
بِالصَّوَابِ وَالعَادِلِ بِالکِتَابِ اِمَامُنَا بِالحَقِّ عُمَرَبنِ
الخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ وَعَلیٰ صَاحِبِ الحَیَاءِ
وَنَاشِرِ القُرآنِ الشَّھِیدِ المَظلُومِ حِینَ تِلَاوَةِ الفُرقَانِ
اِمَامُنَا عُثمَانُ بنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ وَعَلیٰ
صَاحِبِ السَّیفِ وَالقَضَآءِ وَنَاشِرِ العِلمِ
وَالھُدیٰ اَسَدِ اللّٰہِ الغَالِبِ اِمَامُنَا عَلِیُّ بنُ اَبِی طَالِبٍ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ وَعَلَی السَّیِّدَینِ السَّنَدَینِ السَّعِیدَینِ
الشَّھِیدَینِ اَبِی مُحَمَّدِنِ الحَسَنِ وَاَبِی عَبدِ اللّٰہِ الحُسَینِ
رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا وَعَلیٰ سَیِّدَاتِ الطَّاھِرَاتِ الاَربَعَةِ
بَنَاتِ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ اَخیَرِ البَرِیَّةِ الزَّینَبِ وَالرُّقَیَّةِ
وَاُمِّ کُلثُومَ وَالفَاطِمَةِ وَعَلیٰ اَھلِ بَیتِہِ المُطَھَّرَةِ خُصُوصًا
عَلیٰ خُدَیجَةَ وَعَائِشَةَ وَالحَفصَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنھُنَّ

وَعَلٰى عَمِّهِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدِنَا
الْعَبَّاسِ وَسَيِّدِنَا حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ الْبَاقِيَةِ
مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ الَّذِيْنَ اَسْمَاءُهُمْ سَعْدٌ وَّسَعِيْدٌ
وَّ اَبُوْعُبَيْدَةَ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَعَلٰى اَمِيْرِ الْحَقِّ وَ الْاِيْقَانِ مُعَاوِيَةَ
بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ وَعَلٰى كُلِّ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى
عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا
تَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِيْ غَرَضًا فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ
اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمِ
اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ تَعَادَلُوْا عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اُذْكُرُوا اللّٰهَ الْعَلِيَّ
الْعَظِيْمَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى
اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

مولانا محمد ضیاء القاسمی کی تصنیف

خطبات قاسمی مکمل سیٹ ۵ جلد قیمت ۵۴ روپے

خطباء علما مقررین کے لیے نادر تحفہ ڈھائی سال پر مشتمل خطبات جمعہ۔

میرے شیخؒ القرآن

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ صاحب کے ساتھ گزرے چند لمحات

التحقیق النادر فی مسئلہ الحاضر و ناظر

مسئلہ حاضر ناظر پر بے مثال کتاب

اربعین

چالیس حدیثوں کا بے مثال مجموعہ جس میں توحید، علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل پر احادیث رسولؐ کا خوبصورت گلدستہ ہے

سراجاً منیر

سیرت رسول ﷺ پر جامع تقریر

معراج النبی ﷺ

مسئلہ معراج پر ایک جامع تقریر

سیدنا امیر معاویہؓ

حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل پر عجیب رسالہ

تیجا شریف

اہل بدعت کی مروجہ، رسم پر لاجواب رسالہ

موافقات عمرؓ

سیدنا فاروق اعظمؓ کے فضائل پر عظیم وستاویز خدا اور فاروقؓ کی کئی مقامات پر رائے ایک ہوگئی